

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# تحقیقِ صلاہ

بجواب

## نماز مدلل

[www.sirat-e-mustaqeem.net](http://www.sirat-e-mustaqeem.net)

نماز کے متعلق غلط فہمیاں اور ان کا ازالہ

مؤلف :

محمد اشتیاق

جماعت المسلمین

# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتابت \_\_\_\_\_ عبدالحفیظ  
 سال طباعت \_\_\_\_\_ ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۰۰۱ء  
 اشاعت \_\_\_\_\_ سوم  
 تعداد \_\_\_\_\_ ایک ہزار  
 قیمت \_\_\_\_\_

مجلہ حقوق طبع و نشر جماعت المسلمین  
 رجسٹرڈ (رجسٹریشن نمبر ۱۹۸۵/۳۶۶) محفوظ ہیں



## جماعت المسلمین

مسجد المسلمین - کوثر نیازی کالونی - بلاک جی نارتھ ناظم آباد، کراچی ۷۴۹۰۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## فہرست مضامین

نمبر	عنوان	صفحہ
۱	تمہید	۷
۲	ائمہ اربعہ میں حلال و حرام کا فرق تھا۔	۹
۳	صحابہ کرام حدیث ملنے پر رجوع کر لیا کرتے تھے۔	۱۶
۴	حدیث بنو قریظہ کا صحیح مطلب۔	۲۲
۵	اسلام اجتہاد و قیاس سے آزاد ہے۔	۲۳
۶	اجتہاد و حاکم فیصلہ میں کرتلہے مسائل میں نہیں۔	۲۸
۷	جماعت حقہ جماعت المسلمین ہے۔	۳۱
۸	سواد اعظم کا صحیح مطلب۔	۳۲
۹	کیا تین ڈھیلوں سے کم میں استنجا ہو سکتا ہے؟	۴۳
۱۰	بیت الخلاء کی صحیح دعاء۔	۴۸
۱۱	کیا وضوء کے شروع میں بسم اللہ والحمد للہ پڑھنا صحیح ہے؟	۴۹

نمبر	عنوان	صفحہ
۱۲	گردن کا مسح کرنا مستحب ہے ؟	۵۶
۱۳	کیا فضائل میں ضعیف حدیث چل جاتی ہے ؟	۶۰
۱۴	چوتھائی سر کا مسح کرنا خود ساختہ ہے ۔	۶۱
۱۵	کیا غسل جمعہ نفل ہے ؟	۷۱
۱۶	کیا عصر کی نماز کا وقت دو مثل ساٹے سے شروع ہوتا ہے ؟	۷۵
۱۷	کیا اذان میں ترجیع نہیں ؟	۸۸
۱۸	کیا اقامت کے سترہ کلمات ہیں ؟	۹۳
۱۹	کیا زبان سے نماز کے لئے نیت کرنا فرض ہے ؟	۱۱۱
۲۰	حالت نماز میں عورت کے ہاتھ کہاں تک اٹھنے چاہئیں ؟	۱۱۱
۲۱	ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا، کیا سنت سے ثابت ہے ؟	۱۱۴
۲۲	کیا تلاوت کے شروع میں اعوذ باللہ من الشیطن	
	الرجیم پڑھنا ثابت ہے ؟	۱۲۲
۲۳	کیا جہری نمازوں میں امام کے پیچھے سکھات میں سورہ فاتحہ	
	پڑھنا منع ہے ؟	۱۲۹
۲۴	کیا آمین بالجہر منع ہے ؟	۱۴۶
۲۵	کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رفع یدین نہیں کرتے تھے ؟	۱۵۹
۲۶	فیض احمد صاحب کا اقرار کہ صحیح احادیث میں رفع یدین ہے ۔	۱۸۳



نمبر	عنوان	صفحہ
۲۷	کیا ہر تکبیر میں رفع یدین کرنا چاہیئے ؟	۱۸۵
۲۸	رفع یدین کے سلسلہ میں دھوکا دہی ۔	۱۸۸
۲۹	خواتین کو سجدہ کس طرح کرنا چاہیئے ؟	۱۹۶
۳۰	تورک اور مذہب حنفی ۔	۱۹۹
۳۱	کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام جلسہ	
۲۰۵	استراحت نہیں کرتے تھے ؟	
۳۲	تورک اور اس کی وضاحت ۔	۲۱۰
۳۳	کیا خواتین نماز میں بیٹھتے وقت ہمیشہ تورک میں	۲۱۷
	ہی رہیں ؟	
۳۴	عورت اور مرد کی نماز ایک ہی طریقہ سے ہے ۔	۲۲۳
۳۵	کیا کلمہ شہادت پر انگلی کھڑی کرنا اور پھر بٹھالینا	
۲۲۶	ثابت ہے ؟	
۳۶	کیا جلسہ میں انگلی کو حرکت دینا منع ہے ؟	۲۲۶
۳۷	درود شریف کے بعد کونسی دعاء مسنون ہے ۔	۲۲۷
۳۸	امام فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد دعاء کس	
۲۳۰	طرح کرے ؟	
۳۹	چالیس دن تک تکبیر اولیٰ کا قنوت نہ ہونا ۔	۲۳۱
۴۰	وتر، دعاء قنوت اور ان کی وضاحت ۔	۲۳۳

نمبر	عنوان	صفحہ
۴۱	تین وتر کا شاخسانہ ۔	۲۳۶
۴۲	کیا تراویح کی بیس رکعت ثابت ہیں ؟	۲۳۸
۴۳	فجر کی سنتیں اگر رہ جائیں تو ان کے ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے ؟	۲۵۶
۴۴	فجر کی دو رکعتوں کی وضاحت ۔	۲۵۷
۴۵	فجر کی نماز ہو رہی ہو تو کیا مسجد کی ایک جانب فجر کی سنتیں ادا کر سکتے ہیں ؟	۲۵۹
۴۶	اقامت ہونے کے بعد کوئی نماز نہیں ہوتی سوائے فرض کے ۔	۲۶۳
۴۷	فجر کی سنتیں طلوع آفتاب سے پہلے پڑھی جائیں یا بعد میں ؟	۲۷۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## تمہید

قارئین کرام عرصہ ہوا ایک کتاب ”نماز مدتل“ مؤلفہ جناب فیض احمد صاحب نظر سے گزری۔ اُسے پڑھنے کے بعد ہم نے اس کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا کیونکہ مسائل کے سلسلہ میں علماء کی بحثیں عرصہ دراز سے چلی آرہی ہیں۔ لیکن نتیجہ کچھ نہیں۔ اختلاف برابر جاری ہے۔ بعض حضرات نے ہمیں مجبور کیا کہ ”نماز مدتل“ کا جواب دیا جائے۔ کیونکہ اس کتاب کو پڑھ کر بہت لوگ وضو، غسل اور نماز کے صحیح طریقہ سے دور ہو گئے ہیں یا دور ہوتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا آپ حضرات کی ذمہ داری ہے کہ آپ لوگوں کو ان مسائل سے جو صحیح ترین احادیث سے ماخوذ ہیں روشناس کرائیں۔

قارئین کرام جماعت المسلمین نے اس سلسلہ میں ”صلوٰۃ المسلمین“ کو شائع کر کے ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا ہے جو آج تک کسی نے بھی انجام نہیں دیا۔ کتاب ”صلوٰۃ المسلمین“ میں جناب مسعود احمد صاحب امیر جماعت المسلمین نے استنجا، وضو، غسل اور نماز کے جملہ مسائل اس قدر وضاحت سے بیان کر دیے ہیں کہ اب اس سلسلہ میں کوئی اور کتاب لکھنے کی گنجائش باقی نہیں رہی اور سونے پر سہاگہ یہ کہ ان مسائل کو ضعیف اور



موضوع احادیث سے الگ کر دیا۔ ہر مسئلہ پر باب باندھے، ہر باب صحیح اور حسن بلکہ صحیح ترین احادیث سے مزین کیا۔ اگر ہم یہ بات کہیں تو بے جا نہ ہوگی کہ جس قدر صحیح احادیث کا التزام اور حسن و خوبصورتی کو جماعت المسلمین کے امام جناب مسعود احمد صاحب نے انجام دیا ہے یہ سعادت کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔

صلوٰۃ المسلمین تو ایک چھوٹی سی کتاب ہے۔ بڑی کتب اس سے کہیں زیادہ اس بات کی حقدار ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے۔ بے حد اصرار پر ہم اپنی کتاب میں چند مسائل کا احاطہ کریں گے۔ ہم نے ”نماز مدلل“ پڑھی اور یہ بات کہنے میں ہم حق بجانب ہوں گے کہ ”نماز مدلل“ میں دلائل تو ضرور دئے گئے ہیں لیکن وہ ضعیف اور منقطع احادیث سے اخذ کئے گئے ہیں اور اکثر مسائل تو قیاس و رائے پر مشتمل ہیں۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد اب ہم ”نماز مدلل“ کا جواب شروع کرتے ہیں۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ”اسلام کے فروعی، اختلافی اور اجتہادی مسائل میں ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم (امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل) اور دیگر سلف صالحین کا اختلاف حق اور باطل کا اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ راجح و مرجوح، اولیٰ و غیر اولیٰ اور افضل اور غیر افضل کا اختلاف ہے۔“ (نماز مدلل ص ۷)

جواب | قارئین کرام! امام ابو حنیفہؒ اور دیگر ائمہ رحمۃ اللہ علیہم میں حق اور باطل، حلال و حرام کا واضح فرق موجود ہے۔ اگر یقین نہ آئے تو ایسے ہم آپ کو بتاتے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-  
 كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ (صحیح مسلم کتاب ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔  
 الاشریۃ باب بیانہ اَنَّهُ کُلُّ مُسْكِرٍ)

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور چیز کو حرام کر دیا۔ کسی  
 نشہ آور چیز کی تخصیص نہیں کی۔ اب آپ ائمہ کے اقوال ملاحظہ فرمائیے۔  
 امام مالکؒ کہتے ہیں:-

وَالسُّنَّةُ عِنْدَنَا أَنَّ كُلَّ مَنْ شَرِبَ شَرَابًا مُسْكِرًا، فَسُكِرَ  
 أَوَّلُهُ يَسْكُرُ فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْحَدُّ (رواہ موطا امام مالک کتاب  
 جس شخص نے بھی نشہ آور شراب پی پھر اس شخص کو نشہ آیا یا نشہ نہ آیا۔  
 پس ہمارے نزدیک سنت یہ ہے کہ اس پر حد واجب ہو گئی۔

الاشریۃ باب الحد فی الخمر)

یعنی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ عین حدیث رسول صلی  
 اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے۔ اب امام ابو حنیفہؒ کا فتویٰ پڑھئے۔  
 مَا يَتَّخِذُ مِنَ الْخَمِطَةِ وَالشَّعِيرِ جَوْ شَرَابٍ كَيْهَوْنٍ، جَوْ، شَهْدَاوَر  
 وَالْعَسَلِ وَالذَّرَّةَ حَلَالٌ عِنْدَ جَوَّارِ سَيْتَارِ كِي جَائِءُ دِهْ اِمَامِ  
 ابی حنیفہ ولا یحد شاربه ابو حنیفہ کے نزدیک حلال ہے  
 عندہ وان سکر منه (ہدایۃ اور اس کے پینے والے پر (امام ابو حنیفہ)  
 کتاب الاشریۃ) کے نزدیک حد نہ لگائی جائے گی  
 اگرچہ نشہ آگیا ہو۔

امام ابو حنیفہؒ کے اس فتویٰ نے ایک حرام چیز کو حلال کر دیا لہذا یہ

فتویٰ خلاف اسلام ہے۔ ایک امام نے حلال قرار دیا تو دوسرے امام نے حرام۔ فیض احمد صاحب بتائیں یہ حلال و حرام کا فرق ہے یا راجح اور مرجوح کا۔

② حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

سَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَنِينِ  
يَكُونُ فِي بَطْنِ النَّاقَةِ أَوْ  
الْبَقَرَةِ أَوْ الشَّاةِ فَقَالَ  
كُلُّهُ إِنْ شِئْتُمْ فَإِنَّ ذَكَاتَهُ  
ذَكَاتُهُ أَقْبَهُ (رواه ابوداؤد و  
الترمذی وابن ماجہ وابن حبان والحاکم  
ودارقطنی، بلوغ الامانی ۱۵۵/۱ د  
حسنہ الترمذی وصحیح ابن حبان وابن  
دقیق العید)

اب اس حدیث سے یہ بات وضاحت سے معلوم ہو گئی کہ اگر کسی بکری یا کسی اونٹنی یا کسی گائے کے پیٹ میں سے بچہ نکل آئے تو وہ حلال ہے۔ اس کو مسلمان کھا سکتے ہیں۔ مگر امام ابو حنیفہؒ کا فتویٰ ہے کہ وہ بچہ حرام ہے۔ امام شوکانی فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے پیروکار حرمت کی طرف گئے ہیں۔ (نیل الاوطار ۹۲/۱۰)

③ اسی طرح امام ابو حنیفہؒ نے جمہور ائمہ کی سورہ فاتحہ خلف الامام



میں مخالفت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (صحیح بخاری، صحیح مسلم) یعنی جو شخص نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں سے فرمایا تھا:-  
لَا تَقْرَأُوا بِشَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ إِذَا جِئْتُمْ إِلَّا بِأَمْرِ الْقُرْآنِ  
جب میں بلند آواز سے قرأت کروں تو تم قرآن (مجید) میں سے کچھ نہ پڑھا کر دو سوائے سورہ فاتحہ کے اس لئے  
(رواہ ابوداؤد و الاراقطی و سندہ حسن) کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو اسے  
دروی نحو البخاری فی جزء القراءة و سندہ نہ پڑھے۔

(حسن)

یہ حدیث صریح ہے کہ امام کے پیچھے سوائے سورہ فاتحہ کے اور کچھ نہ پڑھا جائے اور اس حدیث کے مطابق امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل اور دوسرے ائمہ نے صحیح سمجھا اور مقتدیوں کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ قراءة خلف الامام فیما جہر فیہ ولا فیہا لم یجہر بذا لک جاءت عامۃ الآثار و هو قول ابی حنیفہ (موطا امام محمد) مگر امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت حرام ہے (نیل الاوطار و فتح الباری) وقال ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و طائفة قليلة لا تجب الفاتحة بل الواجب اية من القرآن (صحیح مسلم شرح نووی باب وجوب قراءة الفاتحة فی کل رکعة) یعنی امام ابو حنیفہ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ

(امام کے پیچھے) سورہ فاتحہ واجب نہیں ہے۔ واجب تو بس قرآنِ مجید کی ایک آیت کا پڑھ لینا ہے۔

امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور جمہور علماء، صحابہ کرام اور تابعین میں سے اور جو ان کے بعد ہیں۔ وہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کو فرض قرار دیتے ہیں۔ (صحیح مسلم شرح نووی)

④ علاوہ ازیں امام نووی تحریر کرتے ہیں :-

اجمع العلماء علی ان الاستسقاء سنۃ واختلفوا هل تسنن له صلوٰۃ ام لا۔ فقال ابو حنیفۃ لا تسنن له صلوٰۃ بل يستسقی بالدعاء بلا صلوٰۃ وقال سائر العلماء من السلف والخلف الصحابة والتابعون فمن بعدهم تسنن الصلوٰۃ ولم يخالف الا ابو حنیفۃ (صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ الاستسقاء، شرح نووی)

تمام علماء اہل سنت پر متفق ہیں کہ استسقاء سنت ہے نماز استسقاء منون ہے یا غیر منون اس سلسلہ میں کچھ اختلاف ہوا ہے، امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ نماز استسقاء منون نہیں ہے بغیر نماز پڑھے دعاء کے ذریعہ سے پانی طلب کر لیا جائے تمام علماء سلف و خلف صحابہ کرام اور تابعین و متقدمین و متاخرین نے کہا ہے کہ نماز استسقاء پڑھنا سنت ہے۔ اس سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت صرف امام ابو حنیفہؒ نے ہی کی ہے اور کسی نے نہیں کی۔



مزید برآں یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز استسقاء پڑھی ہے یا نہیں صرف دو حدیثیں بطور ثبوت کے ملاحظہ فرمائیے :-

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِي فَتَوَجَّهَ إِلَى الْقِبْلَةِ يَدْعُو وَحَوْلَ رِجَاةٍ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ جَهْرَ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پانی کیلئے (اور) دعا کرنے کے لئے نکلے۔ آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور دعا کرتے رہے۔ آپ نے چادر پلٹ دی۔ پھر دو رکعت نماز پڑھی اور آپ نے ان دونوں رکعتوں میں قرأت جہر سے کی۔

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمِصْبَةِ يَسْتَسْقِي وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَبَ رِجَاةً (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پانی طلب کرنے کے لئے عید گاہ کی طرف نکلے۔ آپ نے قبلہ کی طرف چہرہ کر لیا اور دو رکعت نماز پڑھائی۔ آپ نے اپنی چادر پلٹ دی۔

⑤ مزید برآں امام نووی نقل کرتے ہیں :-

وقد اجمع المسلمون على اباحة السمك (صحیح مسلم کتاب الصيد، شرح نووی)

تمام مسلمین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مچھلی کسی قسم کی ہو جائز ہے۔ یعنی زندہ مردہ کیسی بھی ہو۔

واما مالك الصنفدع و الجميع (صحیح مسلم شرح نووی)

امام مالک کے نزدیک مینڈک اور تمام دریا کے جانور حلال ہیں۔

وقال ابو حنيفة لا يحل غير

اور امام ابو حنیفہ نے کہا ہے سوائے

السّمك واما السمك الطافي وهو الذي يهوت في البحر بلا سبب (صحیح مسلم شرح نووی) مچھلی کے (اور کوئی جانور حلال نہیں ہے) اور وہ مچھلی جو خود پانی میں مرجا (اور) پانی کے اوپر تیرنے لگے وہ بھی (حلال نہیں ہے)۔

فمذہبنا اجماعہ وبہ قال جماہیر العلماء من الصحابة فمن بعدہم منہم ابو بکر الصديق وابو ايوب وعطاء ومكحول والنخعي ومالك احمد وابو ثور وداود وغيرہم (صحیح مسلم شرح نووی) امام نووی کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب نے جائز قرار دیا ہے اور یہی بات جمہور علماء نے کہی ہے یعنی ابو بکر الصديق وابو ايوب وعطاء ومكحول والنخعي ومالك و احمد وابو ثور و داود اور دوسرے لوگوں نے۔

قال اصحابنا يحرم الصنف ..... (صحیح مسلم شرح نووی) امام نووی کہتے ہیں ہمارے اصحاب نے مینڈک کو حرام قرار دیا ہے۔

⑥ امام نووی نقل کرتے ہیں:-

واجمع المسلمون على اباحته ثم قال الشافعي وابو حنيفة واحمد والجماهير يحل سواء مات بركاة او باصطياد مسلم او مجوسي او مات حتف افقه سواء (صحیح مسلم کتاب الصيد والذب تمام مسلمین کا (ٹڈی) کے مباح ہونے پر اتفاق ہے۔ امام شافعی، امام ابو حنیفہ، امام احمد اور جماہیر علماء نے ٹڈی کو حلال کہا ہے یعنی ہر صورت میں (ٹڈی) چاہے ذبح ہونے سے مرحلے یا کسی مسلم کے شکار کرنے



باب اباحۃ الجراد شرح نووی

سے مرجائے یا کسی مجوسی کے شکار  
کرنے سے مرجائے یا وہ خود بخود مرجائے  
(تمام حالات میں) برابر ہے۔

قارئین کرام مندرجہ بالا حضرات ٹڈی کو حلال قرار دے رہے  
ہیں مگر مندرجہ ذیل حضرات حرام قرار دے رہے ہیں۔

وقال مالك..... واحمد اور امام مالک و احمد نے ٹڈی کے  
..... لا یحِلُّ الا اذا مات سلسلہ میں کہا ہے کہ وہ حلال نہیں  
بسبب بان یقطع بعضہ ہے مگر جب وہ کسی سبب سے مرجائے  
او یسلق او یلقی فی النار حبًّا گویا کہ کوئی ٹکڑا اس کا کاٹا جائے  
ویشوی فان مات حتف یا اس کے ٹکڑے کر دئے جائیں یا  
انفہ اذ فی وعاء لم یحلّ زندہ آگ میں ڈال دیا جائے یا اس  
(صحیح مسلم شرح نووی) کو بھونا جائے (مزید برآں) پھر اگر  
وہ خود مرجائے یا کسی برتن میں مرجائے

(اس صورت میں) حلال نہیں ہے۔

قارئین کرام ایک امام کچھ کہہ رہا ہے تو دوسرا امام کچھ اور کہہ رہا ہے  
ایک امام حرام کہہ رہا ہے تو دوسرا امام اُسی چیز کو حلال کہہ رہا ہے۔  
کوئی مباح قرار دیتا ہے تو کوئی مکروہ، کوئی جائز تو کوئی ناجائز، کوئی  
امام سنت بتاتا ہے تو دوسرا امام اسی چیز کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ لہذا  
یہ بات اظہر الشمس کی طرح واضح ہو گئی کہ ان ائمہ کے درمیان حرام و  
حلال کا بٹن فرق ہے۔ جو کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔ ذرا سوچئے اگر

ان اقوال کو ایک عامی یا کوئی غیر مسلم پڑھے تو بتائیے وہ کیا تاثر قائم کرے گا کہ یہ وہ اسلام کو پہنچانے والے ائمہ ہیں کہ جن کے اقوال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے اقوال ہیں جن میں حلال و حرام کا واضح فرق موجود ہے محض طوالت کے خوف سے نقل نہیں کر رہا ہوں۔ بہر حال فیض احمد صاحب کا یہ کہنا غلط ثابت ہوا کہ بین الائمہ حرام و حلال کا فرق نہیں ہے۔

**غلط فہمی** | جناب فیض احمد صاحب رقمطراز ہیں :-

”یہ فروعی اختلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے چلا آرہا ہے۔“  
**جواب** | جناب فیض احمد صاحب اگر کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف ہو جایا کرتا تھا تو وہ آیت یا حدیث ملنے پر فوراً رجوع کر لیا کرتے تھے وہ آجکل کے علماء جیسے ہٹ دھرم نہیں تھے کہ آیت پیش کیجئے یا حدیث رجوع کرنے کا نام ہی نہیں لیتے، رجوع کرنا تو دکنار معنی لعین پر کفر و شرک کے فتوے لگا دیتے ہیں۔ لہذا فیض صاحب لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش نہ کیجئے صحابہ کرام کے اختلاف میں اور آپ لوگوں کے اختلاف میں بڑا فرق ہے۔ صحابہ کرام تو رجوع کر لیا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں بے شمار مثالیں موجود ہیں، ملاحظہ فرمائیے :-

① حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :-

انہ سمع ابن عباس یلبث فی انہوں نے ابن عباسؓ سے سنا کہ  
 متعة النساء فقال مهلاً یا وہ عورتوں نے متعہ کرنے کے بارے  
 ابن عباس فات رسول الله میں اعلان کر رہے ہیں تو حضرت



صلی اللہ علیہ وسلم نہی عنہا      علیؑ نے کہا اے ابن عباس ٹھہر جاؤ  
یوم خیبر و عن لحوما الحمرا      بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
لانسیتہ (صحیح مسلم کتاب النکاح باب      وسلم نے خیبر کے دن متعۃ النساء  
نکاح المتعۃ ص ۱۰۲۵)

سے منع فرمایا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

انما كانت المتعة في اول      شروع اسلام میں متعہ کا رواج تھا  
الاسلام كان الرجل يقدم      کوئی آدمی شہر میں داخل ہوتا تھا،  
البلدة ليس له بها معرفة      اسکی شہر میں کسی قسم کی جان پہچان نہ  
فيتزوج المرأة بقدر ما      ہوتی تھی تو کسی عورت سے شادی  
يرى انه يقيم، فتحفظ له      (متعہ) کر لیتا اس اندازے کے  
متاعه وتصلم له شيئا      مطابق جس قدر وہ سمجھتا ہے کہ وہ  
حتى اذا نزلت الآية (الاعلى      کتنے (دن شہر) میں قیام کرے گا  
ازواجهم او ما ملكت      تو عورت اس کے سامان کی حفاظت  
ايها نهم) قال ابن عباس      کرتی تھی اور اس کی چیزوں کی اصلاح  
فكل فرج سوى هذين فهو      کرتی رہتی تھی یہاں تک کہ یہ آیت  
حرام (رواه الترمذی کتاب النکاح      نازل ہوئی (الاعلى ازواجهم  
باب ما جاء في تحريم نكاح المتعة وسننه      او ما ملكت ايها نهم) یعنی  
حسن)      تم اپنی بیویوں پر اور اپنی لونڈیوں  
پر (داخل) ہو سکتے ہو۔ حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہر قسم  
کی شرم گاہ سوائے ان دو کے  
حرام ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت علیؓ کے منع کرنے  
پر متعہ کو حرام سمجھ گئے۔

② حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت مسود بن مخزومؓ میں ابوابہما  
پر اختلاف ہو گیا۔

فقال عبد الله بن عباس يغسل المحرم رأسه وقال  
المسور لا يغسل المحرم  
رأسه - فارسلني عبد الله  
ابن العباس الى ابي ايوب  
الانصاري فوجدته يغتسل  
بين القرنين وهو يستتر  
بثوب فسلمت عليه فقال  
من هذا؟ فقلت اني عبد الله  
ابن حنين ارسلني اليك عبد الله  
ابن العباس اسالك كيف كان  
رسول الله صلى الله عليه وسلم  
يغسل رأسه وهو محرم؟ فوضع

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کہتے تھے  
کہ محرم اپنا سر دھو سکتا ہے اور مسورؓ  
کہتے تھے کہ محرم اپنا سر نہیں دھو سکتا  
(عبد اللہ بن حنین کہتے ہیں) کہ  
عبداللہ ابن عباس نے مجھے ابوابہ  
الانصاری کے پاس بھیجا پس میں نے  
ان کو اس حال میں پایا کہ وہ غسل  
کر رہے تھے اذنان پر ایک کپڑے  
سے پردہ کر دیا گیا تھا پھر میں نے  
ان کو سلام کیا، انہوں نے کہا: کون  
ہے؟ میں نے کہا کہ میں عبداللہ بن  
حنین ہوں عبداللہ ابن عباس نے  
مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ میں



ابو ایوب یدہ علی الثوب  
 فطاطاً حتی بدالی رأسه  
 قال لا نسان یصبت علیہ  
 اصبب فصبت علی رأسه  
 ثم حرّک رأسه بیدیه  
 فاقبل بها وادبر و قال  
 هكذا رایتہ رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم یفعل  
 (صحیح بخاری)

آپ سے معلوم کروں کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اپنا سر  
 جب کہ وہ محرم ہوتے دھویا کرتے  
 تھے؟ حضرت ابو ایوب رضی اللہ  
 عنہ نے اپنا ہاتھ کپڑے پر رکھا پھر  
 اس کو نیچے کیا یہاں تک کہ ان کا  
 سر مجھے دکھائی دیا پھر انہوں نے  
 کسی شخص سے کہا کہ وہ ان پر پانی  
 ڈالے تو اس نے ان پر پانی ڈالا،  
 پھر انہوں نے اپنے سر کو ملا آگے  
 سے ملا پھر پیچھے سے بھی ملا اور  
 کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے  
 دیکھا ہے۔

فرجعت الیہما فاخبرتہما فقال السور لابن عباس  
 لا اماریک ابداً (فتح الباری ۶/۵۶) یعنی میں لوٹا اور میں نے ان دونوں  
 کو خبر دی۔ حضرت مسور بن مخرمہؓ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا میں  
 اب کبھی بھی آپ سے (مسائل کے معاملہ میں) اختلاف نہ کروں گا۔

③ اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی زمین کو بٹائی  
 پمدیا کرتے تھے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے بٹائی پر زمین دینے سے منع فرمایا ہے تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے فوراً رجوع کر لیا اس خیال سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں حکم صادر فرمایا ہو اور مجھے خبر نہ ہوئی ہو (صحیح بخاری کتاب البیوع)

(۴) حضرت شفیق بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن مسعودؓ اور ابو موسیٰ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ

فقال له ابو موسیٰ ارایت  
یا ابا عبد الرحمن اذا اجنب  
فلم یجد ماءً کیف یصنع ؟  
فقال عبد الله لا یصلی حتی  
یجد الماء فقال ابو موسیٰ  
فکیف تصنع بقول عمار حین  
قال له النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم کان یکفیک قال الم تر  
عملو یقنع بذاک فقال  
ابو موسیٰ فدعنا من قول عمار  
کیف تصنع بهذہ الایۃ ؟  
فمادری عبد الله ما یقول  
فقال انا لورخصنا لہم فی  
ہذا لا وشک اذا برد علی  
احدہم الماء ان یدعہ و

حضرت ابو موسیٰ نے عبداللہؓ سے  
کہا اے ابو عبد الرحمن تم مجھے بتاؤ کہ  
جب کوئی مجنب ہو جائے اور اس کو پانی  
نہیں ملتا ہے تو وہ کیا کرے؟ حضرت  
عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا وہ نماز نہ  
پڑھے جب تک اس کو پانی نہ مل جائے  
حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا عمار کا قول جس  
وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے  
فرمایا تھا کہ تمہیں تسیم کافی ہے اس کا  
تم کیا کرو گے؟ حضرت عبداللہؓ نے  
کہا کہ تم نے بھی عمرؓ کو نہیں دیکھا کہ  
انہوں نے (عمار کے قول پر) قناعت  
نہ کی۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا اچھا  
عمار کے قول کو بھی چھوڑو تم اس آیت  
کا کیا جواب دو گے؟ حضرت عبداللہؓ



تیمم فقلت لشقیق فانما کره  
عبد الله لهذا؟ قال نعم  
(صحیح بخاری کتاب التیمم)

کے پاس کوئی جواب نہ تھا کہ کیا  
کہیں۔ پھر انہوں نے کہا اگر ہم اس  
سلسلہ میں ان کو رخصت دیدیں  
تو جب ان پر پانی ٹھنڈا معلوم ہوگا  
تو یہ لوگ پانی کو چھوڑ دیں گے اور تیمم  
کر لیا کریں گے۔ میں نے شقیق سے کہا  
اچھا تو اس وجہ سے عبداللہ پر اسے  
رہے تھے تو انہوں نے کہا جی ہاں۔

جناب فیض احمد صاحب کیا آپ بھی اسی طرح آیت یا حدیث ملنے  
پر رجوع کر لیتے ہیں؟ یا تاویل کر کے اس مسئلہ کو جو قرآن و حدیث سے  
نکل رہا ہے بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انتہ رجع عن الفتیاء بذلك  
کھا اخرجہ ابن ابی شیبہ باسناد فیہ انقطاع عنه و  
روایۃ یعلی بن عبید لہذا الحدیث وصلہا احمد فی مسندہ  
عنه۔ (فتح الباری ۱/۲۵۴) یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے  
اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیا تھا جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے نکالا ہے مگر اس  
سند میں انقطاع ہے۔ لیکن اس حدیث کو یعلیٰ ابن عبید نے موصولاً  
مسند احمد میں روایت کیا ہے۔ الغرض ان کا اختلاف عارضی ہوتا تھا۔  
آپ کا اختلاف دائمی ہوتا ہے۔ ان کے زمانے میں فرقے نہیں تھے لہذا  
ان کا اختلاف فرقہ دارانہ نہ تھا۔ آپ کا اختلاف فرقہ دارانہ ہے جو ”کُلُّ  
حِزْبٍ بِمَا لَدَیْہُمْ فَرِحُوْنَ“ کا مصداق ہے۔

**غلط فہمی** | جناب فیض احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :-  
 ”فروغی اختلافی مسائل میں تشدد اختیار کرنا ایک مکتب فکر کا دوسرے  
 مکتب فکر کو گمراہ کہنا، ملامت کرنا طعن و تشنیع کرنا درست نہیں ہے،  
 اس سلسلہ میں حدیث ذیل کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔“

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما  
 قال قال النبی صلی اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ہم غزوہ خندق  
 وسلم لما رجعنا من الاحزاب سے لوٹے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 لا یصلین احد العصر الا فی وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی شخص عصر کی  
 بنی قریظۃ فادرك بعضهم نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ کے محلہ میں  
 العصر فی الطريق فقال بعضهم پہنچ کر۔ پھر راستے میں عصر کی نماز کا وقت  
 لا نصلی حتی تاتیہا فقال ہو گیا بعض نے کہا ہم تو بنو قریظہ  
 بعضهم بل نصلی لو یرد ذلك پہنچ کر ہی نماز پڑھیں گے اور بعض  
 منافذ کر ذلك للنبی صلی نے کہا ہم نماز پڑھتے ہیں۔ آپ کا  
 اللہ علیہ وسلم فام یعنف یہ مطلب نہیں تھا (کہ نماز قضا  
 واحدا منهم (نماز مدلل ص) کر دو) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی خدمت میں اس اختلاف کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ان میں سے کسی کو  
 ملامت نہیں فرمائی۔

**جواب** | جناب فیض احمد صاحب دیکھا آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ  
 عنہم کی دونوں جماعتوں نے قرآن و حدیث پر ہی عمل کیا، ایک جماعت



نے آیت پر عمل کیا اور دوسری جماعت نے حدیث پر عمل کیا یعنی ایک جماعت نے حکم عام پر عمل کیا اور دوسری جماعت صاحب نے حکم خاص پر عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا: ان الصلوٰۃ كانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً یعنی نماز مومنین پر اوقات مقررہ پر فرض کی گئی ہے۔ جب حکم عام اور حکم خاص میں کسی قسم کا تضاد معلوم ہوتا ہو، تو حکم عام اور حکم خاص دونوں میں سے کسی پر بھی عمل کرنا صحیح ہوگا، کسی کو جائز اور کسی کو ناجائز یا کسی کو رائج اور کسی کو مرجوح کہنا صحیح نہ ہوگا محض قیاس و اجتہاد کر کے کسی غیر نبی کی رائے کو حدیث پر فوقیت دینا درست نہ ہوگا۔ لہذا آپ نے جو حدیث پیش کی ہے وہ آپ کے لئے مفید ثابت نہیں ہوئی۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب رقمطراز ہیں :-

”اجتہادی مسائل میں عام طور پر فکر و عمل کا اختلاف دلائل کے ظاہری اور سطحی تعارض سے پیدا ہوتا ہے۔ (نماز مدلل ص ۵)

جواب | اسلام میں کسی کے اجتہاد و قیاس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں، اجتہاد و قیاس اس چیز میں کیا جاتا ہے جو چیز ناقص ہوتی ہے۔ دین اسلام کامل ہے، ناقص نہیں ہے پھر اجتہاد کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟ اجتہاد سطحی ہو یا راسخ، اجتہاد پھر اجتہاد ہے۔ آخر کس کس عالم کے اجتہاد پر ایک عامی عمل کرے گا؟ جتنے علماء ہوں گے اتنے ہی اجتہاد وقوع پذیر ہوں گے۔ ایک کچھ کے گا تو دوسرا کچھ کے گا۔ جناب فیض احمد صاحب انسان کسی غیر نبی یا رسول کے اجتہاد و قیاس کا پابند نہیں ہے اور دین اسلام لوگوں کے دماغ کی پیداوار نہیں ہے بلکہ اسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ وہ جامع قانون ہے جس میں کسی انسان کی رائے

اور قیاس کو داخل کرنا ہرگز جائز نہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجتہاد و قیاس سے بچا کرتے تھے۔  
ابراہیم نخعی کہتے ہیں میں نے اسودؓ سے کہا کیا تم نے اُمّ المؤمنین  
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے معلوم کیا تھا کہ نبیز کن برتنوں میں مکروہ  
ہے۔ حضرت اسودؓ نے کہا جی ہاں۔

قلت یا ام المؤمنین اخبرینی میں نے کہا اے اُمّ المؤمنین وہ  
عما نہی عنہ رسول اللہ صلی برتن مجھے بتائیے جس میں رسول اللہ  
اللہ علیہ وسلم ان ینتبد فی صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیز بھگونے  
قالت نہانا اهل البيت ان سے منع فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا ہم  
نتبذ فی الدباء والمزفت اہل بیت کو دباء اور مزفت برتنوں  
میں نبیز بھگونے سے منع فرمایا ہے۔  
قال قلت له اما ذکر ت اسود کہتے ہیں میں نے کہا آپ نے جرّ  
المحتّم والمجرّ؟ قال انما اور عتّم کے بارے میں ذکر نہیں کیا؟  
احد تلك بما سمعت احدثك حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ  
مالہ اسمع (صحیح مسلم ۳/۱۵۷۹) رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہم تو تم سے  
وہ بیان کرتے ہیں جو ہم نے سنا ہے  
کیا ہم وہ بیان کریں جو ہم نے نہیں

سنا؟

دیکھا جناب فیض احمد صاحب اُمّ المؤمنین کس قدر رائے و قیاس  
سے بچ رہی ہیں یہ اُن کے الفاظ الفاظ ہی نہیں یہ تو موتی و جواہرات ہیں



جو ہمارے لئے راہ نمائی کا باعث ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
وسلم آکل الربا و هو کله سود کھانے والے اور سود کھلانے  
قال قلت و کاتبه و شاهده والے پر لعنت کی ہے۔ علقمہ

کہتے ہیں میں نے عبداللہ ابن مسعود  
سے معلوم کیا اس کے لکھنے والے پر اور  
گواہوں پر بھی لعنت کی ہے ؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، الفاظ سننے سے تعلق رکھتے

ہیں۔

انما نجد ثبوتاً بما سمعنا (صحیح) ہم تو وہ بیان کرتے ہیں جو ہم نے سنا  
ہے۔ (کیا ہم وہ بیان کریں جو ہم نے  
نہیں سنا)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس قدر رائے و قیاس سے اجتناب  
کر رہے ہیں اور ہم کس قدر نڈر ہیں کہ جو چاہا فتویٰ دے دیتے ہیں۔  
حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

لو کان الدین بالرأی کان اسفل الخفّ اولی بالمسح اگر دین کی بنیاد قیاس پر ہوتی تو موزوں  
من اعلاہ وقد رایت رسول مقابله میں مسیح کا زیادہ مستحق تھا لیکن  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسبح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علی ظاہر حقیقہ (رعاء ابوداؤد کو موزوں کے اد پر مسح کرتے ہوئے  
وسندہ صحیح التعلیقات للالبانی علی دیکھا ہے۔  
المشکوٰۃ ۱/ ۱۶۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کس قدر قیاس کرنے سے خائف ہیں۔ اس  
کی وجہ کیا ہو سکتی ہے سوائے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
اجتہاد اور قیاس کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں احادیث نبوی  
ملاحظہ فرمائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

ان الله لا يقبض العلم بے شک اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح  
انتزاعاً یا تنزعه من الناس قبض نہیں کرے گا کہ لوگوں کے سینوں  
ولكن يقبض العلم بقبض سے (علم) کو نکال لے بلکہ علماء کو  
العلماء فاذا لم يبق عالماً موت دے کر (علم) کو اٹھا لے گا۔  
اتخذ الناس رؤساً جهالاً پھر جب اللہ تعالیٰ کسی عالم کو زندہ  
فیستلوا فافتوا بغير علم فضلوا نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو  
واضلوا (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اپنا سردار بنالیں گے (پھر جاہلوں)  
سے مسئلہ معلوم کیا جائے گا تو وہ بغیر  
علم کے (یعنی قیاس و اجتہاد کر کے)  
فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے  
اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :  
من افقی بفتیاء بغير علم فاما جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا تو گناہ



اشمہ علی من افتأه (رداہ ابو داؤد وابن ماجہ وسندہ حسن التعلیقاً  
للالبانی علی مشکوٰۃ ۸۱/۱)

نوٹ :- ”بفتیا“ صرف ابن ماجہ میں ہے۔  
مذکورہ بالا حدیث نبوی سے معلوم ہوا کہ اپنی رائے سے فتویٰ دینا  
حرام ہے۔ اب وہ فتویٰ دینے والا امام ہو یا مجتہد ہر صورت میں ایسا  
فتویٰ جو قرآن مجید و سنت سے ثابت نہ ہو حرام ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ :-

لَمْ يَزَلْ أَهْرُبُ بَنِي إِسْرَائِيلَ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَأَمِّ بَحْسٍ خَوْفِي يَجْلِبُ  
مَعْتَدٌ لِأَحْتِي نَشَأُ فِيهِمُ الْمَوْلِدُ  
أَبْنَاءُ سَايَا الْأَصْحَفِ قَالُوا بِالرَّايِ  
فَضَلُّوا وَابْضَلُّوا (رداہ ابن ماجہ)  
فِي الْمَقْدَمَةِ وَسَنَدُهُ حَسَنٌ وَفِيهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ  
ابْنُ أَبِي الرَّجَالِ وَوَثْقَةُ ابْنُ مَعِينٍ وَغَيْرُهُ  
(میزان) وَوَثْقَةُ الدَّرَقُطَنِيُّ وَابْنُ جَبَانٍ  
خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو  
بھی گمراہ کیا۔

(تہذیب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو بنی اسرائیل کا قصہ  
سنا کر ڈرا رہے ہیں کہ بنی اسرائیل کی تباہی و بربادی رائے اور قیاس کی  
وجہ سے ہوئی، بنی اسرائیل نے اللہ کے دین سے اعراض کیا اور

اپنی رائے کو قرآن مجید و سنت پر ترجیح دی کہیں ایسا نہ ہو تم لوگ بھی قیاس کر کے قیاس کو قرآن مجید و سنت پر فوقیت دے دو اور گمراہ ہو جاؤ لہذا ایسا ہرگز نہ کرنا۔ گویا رائے واجتہاد اور قیاس خطرہ کا الارم ہے۔  
غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب رقمطراز ہیں :-

”اللہ تعالیٰ شاذ محض اپنے فضل و کرم سے اس خلوص سعی و محنت پر اس مجتہد کو ہر حال میں اجر و ثواب سے سرفراز فرماتے ہیں اس بے لوث جد و جہد کو شرف قبولیت بخشے ہیں خواہ وہ مجتہد حق و ثواب کو پلے یا خطا کر بیٹھے۔“ (نماز مدلل ص ۱) آگے تحریر کرتے ہیں کہ اس موصوع کے لئے دیج ذیل نصوص ملاحظہ فرمائیں ارشاد ربانی ہے :-

لَا يَكُفُّ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا دُسَّهَا کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی وسعت (بقرۃ آیت ۲۸۶) و طاقت سے زیادہ مکلف اور ذمہ دار نہیں بناتے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں بزرگوں سے یہ مرفوع حدیث مروی ہے :-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا حكم الحاكم فاجتهد واصاب فله اجران واذا حكم فاجتهد واخطأ فله اجر واحد (نماز مدلل ص ۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب حاکم فیصلہ کرتے وقت اجتہاد کرے اور درست فیصلہ کرے تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر فیصلہ کرتے وقت اجتہاد کرے اور خطا کر بیٹھے تو اس کے لئے



ایک اجر ہے۔

ف۔ ہر حال میں مجتہد ماجور اور اس کی محنت مقبول ہے۔ پھر جو حکم مجتہد کلہے وہی حکم اس کے پیروکاروں کلہے کہ ان کا عمل بھی مقبول اور باعث اجر ہے۔

جواب | قارئین کرام جو آیت جناب فیض احمد صاحب نے نقل کی ہے اس آیت کا تعلق ان کی مندرجہ بالا عبارت سے قطعاً نہیں ہے۔ محض بے محل پیش کی ہے۔ اس آیت کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو یہ کہہ کر حکیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹال دیتے ہیں کہ عمل کرنے کی مجھ میں سعت نہیں ہے۔ لہذا دھوکا نہ کھائیے اور جو حدیث جناب فیض احمد صاحب نے نقل کی ہے وہ اللہ وہ بھی بے محل ہے۔ قارئین کرام مندرجہ بالا حدیث میں لفظ ”حاکم“ وارد ہوا ہے۔ لفظ عالم نہیں ہے۔ اس حدیث کا اطلاق حاکم یا بادشاہ وقت یا خلیفۃ المسالین یا قاضی پر تو ہوتا ہے لیکن اس حدیث کا اطلاق کسی عالم پر کر دینا صحیح نہ ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم یا قاضی یا خلیفۃ المسالین یا امام امیر وغیرہ کو ایک قسم کی آسانی دی ہے۔ کیونکہ اس کی حکومت یا امامت میں بعض مقدمات ایسے بھی آتے ہیں جو بالکل نئے ہوتے ہیں۔ ان مقدمات پر فیصلہ کرتے وقت اگر حاکم اجتہاد کرتا ہے خواہ فیصلہ صحیح ہو یا غلط تو حاکم کو ہر صورت میں اجر ملے گا یہ بات اس کی نیک نیتی کی وجہ سے کہی گئی ہے۔

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ حاکم کا فیصلہ جو اس نے فریقین کے درمیان کیا ہو گا وہ فیصلہ ہوگا قانون نہیں ہوگا۔ اس فیصلہ کو شریعت کی

حیثیت حاصل نہ ہوگی بلکہ وہ بطور فیصلہ بھی عارضی ہوگا اور ہنگامی طور پر اس کو تسلیم کر لیا جائے گا۔ پھر اس حاکم کے بعد دوسرا حاکم اس حکومت کا والی ہوگا تو وہ اس بات کا مکلف نہیں ہوگا کہ جو فیصلے سابقہ حکومت میں ہو چکے ہیں وہ ان کے مطابق ہی فیصلہ کرے بلکہ وہ آزاد ہوگا برخلاف اس کے کہ آپ کے ہاں مجتہد کا فیصلہ قانون کی حیثیت رکھتا ہے اور پھر شریعت میں شامل ہو جاتا ہے۔ جبکہ مجتہد کو قرآن مجید اور سنت کے مطابق مسئلہ بتانا چاہیے نہ یہ کہ مسائل سازی کرنا، شریعت سازی کرنا، مسائل گھڑ گھڑ کر لوگوں کو بتانا، کیا حدیث نبوی اس بات کی اجازت دیتی ہے۔ فیض احمد صاحب ذرا غور فرمائیے کہ اس قسم کا غلط استدلال کرنا قرآن مجید اور سنت کو بے موقع پیش کرنا کیا کسی عالم کو یہ چیز زیادتی ہے؟ غلط قسم کا استدلال کر کے لوگوں کو دھوکا دیا جائے بے حد افسوس ناک بات ہے۔ عالم یا مجتہد، اجتہاد کے سلسلے میں ماجر نہیں ہے بلکہ حاکم وقت اس بات کا حقدار ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں اس کو اجر و ثواب سے نوازتا ہے، مزید برآں فیصلہ کرنا اور اجتہاد کرنا دونوں میں بڑا فرق ہے۔ فیصلہ فریقین کے درمیان مقدمات میں ہوتا ہے اور یہ چیز جائز ہے۔ اجتہاد و قیاس احناف کے علماء اور فقہاء مسائل میں کرتے ہیں جس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دی لہذا یہ چیز ناجائز ہوئی۔ مسائل سازی اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ کسی انسان کے لئے یہ چیز جائز نہیں کہ وہ مسائل میں اجتہاد کرے اور اپنے خود ساختہ مسائل کو دوسروں پر تھوپ دے، یہ چیز قطعاً حرام ہے۔ بلکہ یہ چیز شرک



کی حدود میں داخل ہو جاتی ہے جو کسی طرح بھی برداشت نہیں کی جاسکتی۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر کرتے ہیں :-

ما انا علیہ واصحابی (نماز جس پر میں اور میرے اصحابی مدلل ص ۹) ہوں۔

اس حدیث شریف سے اہل سنت و جماعت کا نام اور اس کا ناجی و برحق ہونا بھی واضح ہوتا ہے۔

جواب | قارئین کرام ذرا حدیث کے الفاظ دیکھئے اور جناب فیض احمد صاحب کا استدلال دیکھئے، حدیث میں اور ان کے استدلال میں زمین و آسمان کا فرق دکھائی دے گا۔ کیا اس حدیث میں اہل سنت و جماعت کے الفاظ ہیں؟ آپ یہی کہیں گے کہ نہیں ہیں ہمارا دعویٰ ہے کہ کسی بھی حدیث میں خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو اہل سنت و جماعت کے الفاظ نہیں ملیں گے، یہ الفاظ خود ساختہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو الفاظ اپنی زبان مبارک سے فرمائے تھے وہ یہ ہیں :-

تَلَزَمُوا جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَ جَمَاعَتِ الْمُسْلِمِينَ اور ان کے امام اِمَامَهُمْ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) سے چمٹے رہو۔

قرآن مجید اور حدیث کے عمیق مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت المسلمین ہی صحیح جماعت ہوگی باقی تمام فرقے ہوں گے، کیونکہ لزوم جماعت المسلمین کا حکم ہے، باقی تمام جماعتیں فرقوں کی صورت میں کٹ کر رہ جاتی ہیں۔ یہ معاملہ اہل سنت و جماعت کا تو اہل سنت بطور صفت

کے جماعت المسلمین ہی ہو سکتی ہے۔ جماعت المسلمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت پر عمل کرتی ہے اور عمل کراتی ہے۔ انفرادی غلطیاں تو ہو سکتی ہیں لیکن جماعت المسلمین کا اجتماعی کام سنت نبوی کے ذرا بھی خلاف نہیں ہوتا۔ قارئین کرام اگر مشاہدہ کرنا ہو تو جماعت المسلمین کے اجتماعات میں تشریف لائیے آپ خود ہی کہہ اٹھیں گے کہ واقعی روئے زمین پر ہمارے علم کے مطابق صرف اور صرف یہی جماعت ہے جو من وعن قرآن مجید اور سنت پر عمل پیرا ہے اور یہی جماعت حق پر ہے۔

**غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :-**

① قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتبعوا السواد الأعظم فإنه من شذّ شذّ في النار (نماز مدلل ص ۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، بڑی جماعت کی پیروی کرو جو جماعت سے الگ ہوا وہ دوزخ کی آگ میں الگ ہوا۔

② ان الله لا يجمع أمتي أو قال أمة محمد صلى الله عليه وسلم على ضلالة، و يد الله مع الجماعة ومن شذّ شذّ الى النار (نماز مدلل)

بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو یا امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گمراہی پر (ایک ساتھ) جمع نہیں کرے گا کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے اور جو شخص جماعت سے الگ ہوا وہ الگ ہو کر آگ کی طرف گیا۔

③ يقول رسول الله صلى الله عليه وسلم



اللہ علیہ وسلم ان اُمتی لا  
تجتمع علی ضلالة فاذا  
رایتم اختلافاً فلیکم بالسواد  
الاعظم (حوالہ مذکور)

گرا می ہے بلاشبہ میری امت گرا ہی  
پر جمع نہیں ہوگی پس جب تم اختلاف  
دیکھو تو سواد اعظم کی اتباع کرو۔

④ قال رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم علیکم بالجماعة  
والعامة (حوالہ مذکور)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
جماعت اور جمہور مسلمین سے چمٹے  
رہو۔

⑤ قال رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم من فارق الجماعة  
شبراً فقد خلع ربقة الاسلام  
من عنقه (حوالہ مذکور)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد  
گرا می ہے جو شخص جماعت (مسلمین)  
سے ایک بالشت برابر بھی جدا ہوا تو  
اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے  
نکال دی۔

⑥ ان رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم لما بعثہ الی  
الیمین قال کیف تقضی اذا  
عرض لك قضاء قال اقضی  
بكتاب اللہ قال فان لم  
تجد فی كتاب اللہ قال فبسنۃ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و  
سلم قال اجتهد رأی ولا الی

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
حضرت معاذ کو یمن بھیجنے لگے تو آپ  
نے حضرت معاذ سے پوچھا جب  
تیرے سامنے کوئی فیصلہ طلب معاملہ  
آئے گا تو تم کیونکر فیصلہ کرو گے؟  
حضرت معاذ نے عرض کیا میں کتاب  
اللہ (قرآن مجید) کے مطابق فیصلہ  
کروں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

قال فضرِب رسول الله صلى  
الله عليه وسلم على صدره  
قال الحمد لله الذي وفق  
رسول رسول الله صلى الله عليه  
وسلم لها يرضى به رسول  
الله صلى الله عليه وسلم  
(حوالہ مذکور)

وسلم نے فرمایا اگر تم کو کتاب اللہ میں  
اس کا حکم نہ ملے (تو پھر فیصلہ کیسے  
کرو گے) حضرت معاذ نے عرض کیا  
پھر میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم  
کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر  
تمہیں اس کا حکم سنت رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی نہ ملے (پھر)  
حضرت معاذ نے عرض کیا میں اپنی  
رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوئی  
کو تا ہی نہیں کروں گا۔ حضرت  
معاذ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن کر میرے  
سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا خدا کا لاکھ  
لاکھ شکر ہے جس نے اپنے رسول کے  
قاصد کو اس چیز کی توفیق بخشی جس  
کو اس کا رسول پسند کرتا ہے۔

**جواب** | قارئین کرام اب آپ سلسلہ وار اُن تمام احادیث کا حال جو  
جناب فیض احمد صاحب نے نقل کی ہیں ملاحظہ فرمائیے :- حدیث  
① جو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ضعیف ہے۔



علامہ، مثنیٰ لکھتے ہیں :-

فی اسنادہ ابو خلف الاعلیٰ، اس سند میں ابو خلف الاعلیٰ ہے۔  
 واسمہ حازم بن عطاء، وہو اس کا نام حازم بن عطاء ہے اور  
 ضعیف وقد جاء الحديث وہ ضعیف ہے۔ یہ حدیث اور  
 بطرق فی کلہا نظر قالہ شیخنا طرق سے بھی مروی ہے، لیکن تمام  
 العراقی فی تخریج احادیث طرق ضعیف ہیں۔ یہ بات ہمارے  
 البیضاوی (رداہ ابن ماجہ وجمع شیخ عراقی نے تخریج احادیث بیضاوی  
 الزوائد) میں کمی ہے۔

علاوہ ازیں حازم بن عطاء کو یحییٰ بن معین نے کذاب اور ابو حاتم  
 نے منکر الحدیث کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب) لہذا یہ حدیث موضوع  
 بھی ہوئی۔

حدیث (۲) بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے  
 مگر وہ بھی ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی ہے جس کا نام سلیمان  
 بن سفیان التیمی البوسفیان المدینی مولیٰ آل طلحہ بن عبید اللہ ہے۔  
 (تہذیب) یہ منکر الحدیث اور بے حد ضعیف ہے۔ لہذا یہ حدیث بھی  
 ضعیف و باطل ہے۔

بحث درایتاً اگر اس حدیث کو ہم صحیح بھی تسلیم کر لیں تو اس کا مطلب  
 وہ نہیں ہے جو فیض احمد صاحب لے رہے ہیں بلکہ اس حدیث کا مطلب  
 یہ ہے کہ کسی دور میں بھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی ساری امت بیک وقت گمراہ ہو جائے گی، بلکہ ہر دور میں

ایک جماعت صحیح راستہ پر قائم ہوگی اور صحیح دین کی تبلیغ کرتی ہوگی اور یہی مطلب حدیث (۳) اور حدیث (۴) کا ہے۔ لہذا آج بھی ایک جماعتِ حقہ قائم و دائم ہے۔ صحیح دین کی تبلیغ میں مصروف ہے۔ قرآن مجید اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سختی سے عمل پیرا ہے اور وہ جماعت ہے جماعت المسلمین۔

حدیث (۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ حدیث بھی گھڑی ہوئی ہے۔ اس کی سند میں بھی ابو خلف الاعلیٰ ہے اور بقول یحییٰ بن معین یہ جھوٹا ہے۔ لہذا یہ حدیث بھی موضوع ہوئی (تہذیب التہذیب)

حدیث (۴) جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ بھی ضعیف ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی علاء بن زیاد بن مطر العدوی ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مرسل روایات بیان کرتا ہے (تہذیب التہذیب ۱۸۱/۸) اور اس حدیث میں بھی عن العلاء بن زیاد عن رجل ہے۔ (رواہ احمد ۲۴۳/۵) اور رجل مجہول ہے یعنی رجل معلوم نہیں کون آدمی ہے۔ ضعیف ہے۔ کذاب ہے یا کوئی غیر مسلم ہے کوئی اتا بیتہ نہیں ہے لہذا اس حدیث سے احتجاج باطل ہے۔

حدیث (۵) حدیث صحیح ہے۔ مگر اس حدیث میں کثرتِ تعداد کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ جناب فیض احمد صاحب یہ حدیث آپ کے لئے مفید نہیں۔ حدیث (۶) حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے۔ یہ حدیث بھی



ضعیف ہے۔ جرح ملاحظہ فرمائیے:-

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین بعثہ الی الیمن قال  
لہ: کیف تفضی اذا عرض لك قضاء؟ قال اقضی بها فی  
کتاب اللہ قال فان لم یکن فی کتاب اللہ؟ قال بسنة رسول  
اللہ، قال فان لم یکن فی سنة رسول اللہ؟ قال اجتهد  
رأیی لا الو، قال: فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
صدره وقال الحمد لله الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی  
رسول اللہ (رواہ احمد ۵/۲۳۰، ۲۳۶، ۲۴۲ و ابوداؤد ۳/۳۰۳ و

ترمذی ۳/۶۱۶) ————— قال ابو عیسیٰ: هذا  
حدیث لا نعرفه الا من هذا الوجه، وليس اسنادہ عندی  
بمتصل یعنی امام ترمذی کہتے ہیں۔ ہم اس حدیث کو صرف اس ہی  
طریق سے جانتے ہیں اور یہ حدیث میرے نزدیک متصل نہیں ہے یعنی  
منقطع ہے (رواہ الترمذی ۳/۶۱۶)

الحارث بن عمرو ابن اخی	حارث بن عمرو ابن اخی مغیرہ بن
المغیرة بن شعبۃ الثقفی	شعبۃ الثقفی اہل حمص کے کچھ لوگوں
روی عن اناس من اهل حمص	سے یعنی من اصحاب معاذ وعن معاذ
من اصحاب معاذ عن معاذ	سے اجتہاد کے سلسلہ میں روایت
فی الاجتہاد وعنه ابو عون	کرتا ہے اور اس سے ابو عون محمد بن
محمد بن عبید اللہ الثقفی	عبید اللہ الثقفی روایت کرتے
ولا یعرف الا لہذا (ترہذیب	ہیں) (ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں) یہ

(التہذیب)

(راوی) صرف اس ہی طریق سے

پہچانا جاتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں :-

لا یصح ولا یعرف (تہذیب) یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور یہ راوی

(بھی) نہیں پہچانا جاتا ہے۔

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں :-

لفظ البخاری روی عنہ ابو عن

ولا یصح ولا یعرف الا بهذا

مرسل هكذا قال فی التاریخ

الکبیر وقال فی الاوسط فی

فصل من مات بین المائۃ

الی عشر ومائۃ لا یعرف الا

بهذا ولا یصح (تہذیب التہذیب)

ومیزان الاعتدال)

ابو عن حارث بن عمرو سے روایت

کرتے ہیں اسی وجہ سے امام بخاریؒ

نے (اس حدیث کو اس بات پر)

محول کیا ہے کہ نہ یہ حدیث صحیح ہے

اور نہ یہ راوی ہی پہچانا جاتا ہے مگر

اس سند سے (یہ حدیث) مرسل ہے۔

یہ بات امام بخاری نے تاریخ کبیر

میں کہی ہے اور الاوسط میں کہا ہے

کہ جو شخص ایک سو سے ایک سو

دس کے درمیان مر گیا وہ فصل

میں ہے یعنی اس کا حال اس مدت

میں نہیں پایا جاتا۔ (اسی وجہ سے)

وہ اس طریق سے محمول ہے اور نہ

یہ حدیث (اسی) صحیح ہے۔



حارث بن عمرو کو امام عقیلی، ابن جارد اور ابو العرب نے بھی ضعیف کہا ہے (تہذیب) حارث بن عمرو کو ابن حبان نے ثقہ کہا ہے اور ابن عدی نے معروف وغیرہ وغیرہ، ابن حبان کا ثقہ کہنا عدم تحقیق کا نتیجہ ہے کیونکہ ائمہ حدیث نے اس راوی کو ضعیف کہا ہے اور ابن عدی کی بات ماہر فن حدیث امام بخاری کے سامنے بیچ ہے (تہذیب) امام ذہبی نے کہا ہے کہ اس کا انفراد مجہول ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ (میزان الاعتدال)

اگر ہم اس حدیث کو صحیح بھی تسلیم کر لیں تب بھی یہ کہاں لازم آتا ہے کہ علماء احناف شریعت الہیہ میں اجتہاد و قیاس کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تھا حاکم پر قضیات پیش آتے ہیں مقدمات جھگڑے اور دوسرے امور حکومت سے سابقہ پڑتا ہے تو تنظیم امور میں یا مقدمات میں فریقین کے درمیان فیصلہ کر دینا اور فیصلہ میں اجتہاد و شیرہ کر دینا کوئی ناجائز کام نہیں ہے۔ اجتہاد ہو سکتا ہے۔ مگر یہ اجتہادی فیصلہ عارضی ہوگا، شریعت الہیہ میں شامل نہ ہوگا اور نہ کوئی دوسرا اس فیصلہ کے ماننے کا مکلف ہوگا۔ بہر حال جتنی احادیث بھی جناب فیض احمد صاحب نے نقل کی تھیں وہ تمام کی تمام ضعیف منکر و موضوع ثابت ہوئیں۔ ان سے حجت لینا ایمان کے منافی ہے اور جو حدیث صحیح ہے وہ مفید مدعا نہیں۔

**علیکم بالسواد الاعظم** جناب فیض احمد صاحب نے ص ۹ اور ص ۱۰ پر جو احادیث نقل کی ہیں۔ ان احادیث میں جملہ "علیکم بالسواد الاعظم" کا ترجمہ بڑی جماعت کیا ہے حالانکہ "علیکم

بالسواد الاعظم کے معنی بڑی جماعت کے نہیں ہیں بلکہ امام، امیر، حاکم، سلطان اور کسی عقلمند و دانشمند کے ہوتے ہیں۔ جناب فیض احمد صاحب نے ”علیکم بالسواد الاعظم“ کا ترجمہ محض بڑی جماعت کا اس لئے کیا ہے کہ ہم یعنی اہل سنت والجماعت جو انڈیا میں بریلوی کے نام سے موسوم ہیں تعداد میں زیادہ ہیں لہذا ہماری پیروی کرو ”سواد اعظم“ ہم ہیں۔ قارئین کرام آئیے ہم آپ کو ”علیکم بالسواد اعظم“ کے صحیح معنی بتلائیں۔ حضرت ابوامامہؓ الباہلی کہتے ہیں :-

علیکم بالسواد الاعظم قال  
فقال رجل ما السواد الاعظم  
فقال ابوامامة هذه الآية  
فی سورة النور فان قولوا  
فانما علیہ ما حمل وعلیکم  
ما حملتہ (رواہ احمد ۴/۲۷۸)  
وسندہ حسن

تم پر سواد اعظم کو پکڑنا (لازم) ہے۔  
کسی شخص نے کہا سواد اعظم کے  
کہتے ہیں؟ حضرت ابوامامہؓ نے  
کہا یہ آیت جو سورہ نور میں ہے  
تمہارے سامنے ہے۔ پھر اگر تم منہ  
موڑ دو تو ان پر ان باتوں کی ذمہ داری  
ہے جنکا ان کو مکلف بنایا گیا ہے  
اور تم پر ان باتوں کی ذمہ داری ہے  
جن باتوں کے تم مکلف بنائے  
گئے ہو۔

مطلب یہ ہے کہ جن باتوں کے امراء ذمہ دار ٹھہرائے گئے ہیں وہ  
ان کے مکلف ہیں اور جن باتوں کے تم ذمہ دار ٹھہرائے گئے ہو تم ان  
کے مکلف ہو یعنی امراء حکام وغیرہ کو پکڑنا لازم ہے یعنی انتظامی امور



میں ان کی اطاعت کرتے رہو۔ یعنی سوادِ اعظم سے مراد امرِ آوہیں۔ امام جوزیؒ بھی یہی بات اس سلسلہ میں لکھ رہے ہیں فرماتے ہیں :-  
 علیکم بالسوادِ الاعظم و "علیکم بالسوادِ اعظم" کا مطلب یہ  
 ہی جملۃ الناس الّتی تجت علی طاعة الامام (غریب) امیر کی اطاعت پر جمع کر دے  
 (المحدث) (وہ سوادِ اعظم ہے)۔

کیونکہ امیر یا امام یا سلطان میں قوت ہوتی ہے۔ اسی بنیاد پر لوگوں  
 کی متفق علیہ بات جو مل کر ایک قوت بن جاتی ہے سوادِ اعظم کہلاتی ہے۔  
 حضرت سعید بن جہان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ :-

اتیت عبد اللہ ابن ابی اوفی میں حضرت عبد اللہ ابن ابی اوفی  
 وهو محبوب البصر فسلمت کے پاس آیا اور وہ نابینا ہو گئے تھے  
 علیہ قال لی من انت؟ میں نے ان کو سلام کیا۔ حضرت عبد اللہ  
 فقلت انا سعید بن جہان نے کہا تم کون ہو؟ میں نے کہا میں  
 فما فعل والدک؟ قال قلت سعید بن جہان ہوں، تمہارے والد  
 قتلتہ الازارقۃ قال لعن اللہ کا کیا ہوا؟ حضرت سعید نے کہا  
 الازارقۃ لعن اللہ الازارقۃ نے ان کو قتل کر دیا، حضرت  
 حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہما کہ اللہ ازارقۃ پر لعنت  
 علیہ وسلم انہما کلاب النار کرے، اللہ ازارقۃ پر لعنت کرے،  
 قال قلت الازارقۃ وحدهم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم  
 امر الخوارج کلہا؟ قال بلی سے بیان فرمایا ہے کہ وہ لوگ

الخوارج کلھا قال قلت فان  
السلطان یظلم الناس یفعل  
بهم قال فتناول بیدی  
فغمزها بیدہ غمزاً شدیداً  
قال ویحک یا ابن جہمان  
علیک بالسواد الاعظم  
علیک بالسواد الاعظم ان  
کان السلطان یسمع منک فائتہ  
فی بیتہ فاخرہ بما تعلم فان  
قبل منک والافدع فانک  
لیست باعلم منہ (رواہ احمد  
۳۸۲/۴ وسندہ حسن)

دورخ کے آنکڑے ہوں گے میں نے  
کہا کیا صرف ازارقہ یا خوارج بھی؟  
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے  
کہا تمام خوارج بھی ہوں گے، میں  
نے کہا اگر سلطان لوگوں پر ظلم کرے  
یا کسی قسم کی زیادتی کرے (تو کیا  
کرنا چاہیے) وہ کہتے ہیں کہ انہوں  
نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے ہاتھ سے  
بہت زور سے اس طرف اشارہ  
کیا (اور) تم پر اے ابن جہمان  
افسوس ہے تمہیں ”سواد اعظم“ کو  
پکڑنا لازم ہے، تمہیں سواد اعظم کو  
پکڑنا لازم ہے یعنی سلطان وقت  
کو پکڑنا لازم ہے اگر سلطان تمہاری  
بات سن سکتا ہے تو تم اس کے  
گھر جاؤ اور جو کچھ جانتے ہو اس کو  
اس کی خبر دو، پھر اگر سلطان تمہاری  
بات مان لیتا ہے تو بسر و چشم درنہ  
تم سلطان کو چھوڑ دو (جو کچھ وہ کر  
رہا ہے کرنے دو) تم اس کے مقابلہ



میں زیادہ نہیں جلتے ہو۔

قارئین کرام اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ ”سواد اعظم“ سے مراد سلطان یا امیر وغیرہ ہی ہوتے ہیں اور یہی اس جملہ کا صحیح مطلب ہے۔ ”فاذا رایتہم اخلافاً فعلیکم بالسواد الاعظم“ یعنی جب تم اختلاف دیکھو تو سواد اعظم کو پکڑو، اس سے مراد بھی مندرجہ بالا مطلب ہی ہے۔ الحمد للہ اس وقت بھی وہ جماعت موجود ہے جو دین کا کام انجام دے رہی ہے، یعنی لَا یَجْمَعُ اُمَّتٌ عَلٰی ضَلَالٍ یعنی میری امت تمام کی تمام گمراہ نہ ہوگی، مگر ای پر جمع نہ ہوگی سے مراد یہی ہے کہ ہر دور میں ایک جماعت حقہ صحیح دین پر قائم رہے گی اور وہ جماعت المسالین ہے۔

نوٹ : (باقی راہ نما اشارے) میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ہم نے ان سب باتوں کا جو ضروری تھیں جواب دے دیا ہے۔

والحمد للہ رب العالمین

اب ہم نماز مدلل کے مسائل کے جوابات دیتے ہیں

(۱) استنجاء کرنا

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد  
علیہ وسلم من استجہر  
گرامی ہے جو شخص ڈھیلے سے  
استنجاء کرے تو چاہے کہ طاق ڈھیلے

ومن لا فلا حرج (نماز مدلل) استعمال کرے جس نے ایسا کیا تو اچھا  
 وابدواؤد و مشکوٰۃ ابن ماجہ کیا اور جس نے ایسا نہیں کیا تو کوئی  
 مسند دارمی) حرج نہیں۔

ف = اس حدیث سے واضح ہوا کہ استنجاء میں تین عدد درجہ اول  
 کا حکم استحبابی ہے البتہ نجاست سے صفائی لازم اور ضروری ہے۔  
 جواب | قارئین کرام آئیے دیکھتے ہیں کہ یہ حکم استحبابی ہے یا فرض منجملہ  
 اور باتوں کے پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف، مندرجہ  
 بالا حدیث کی سند میں درج ذیل علتیں ہیں۔

① ابوسعید الجرائی، الحمصی اسمہ زیاد، قیل عامر وقیل عمر مجہول  
 (تقریب التقریب و تہذیب التہذیب و میزان الاعتدال) یعنی ابوسعید  
 الجرائی الحمصی، اس کا نام زیاد ہے۔ اس کو عامر کہا گیا ہے اور عمر بھی کہا گیا  
 ہے یہ راوی مجہول ہے۔

② حصین الحمیری، ثم الجبرانی، مجہول ہے۔ امام ذہبی نے (میزان  
 الاعتدال) اور امام ابن حجر نے (تقریب التہذیب و تہذیب) میں اسے  
 مجہول کہا ہے۔ لہذا اس حدیث کی سند میں دو راوی ایک ساتھ مجہول  
 ہیں۔ الغرض یہ روایت کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی اور پھر  
 جبکہ یہ روایت صحیح احادیث کے خلاف بھی ہو؟ صحیح احادیث ملاحظہ  
 فرمائیے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ :-  
 قال له بعض المشركين بعض مشركين نے ان سے کہا اس



وہم یستہزؤن بہ اِنّی اری صاحبکم یعلّمکم کلّ شیء حتی الخرائّة قال اجل امرنا ان لا نستقبل القبلة ولا نستنجی بایماننا ولا نکتفی بدون ثلاثہ احجار، لیس فیہا رجیع ولا عظم (صحیح مسلم وابن ماجہ و احمد)

حال میں کہ وہ ان کا مذاق اڑا رہے تھے میں تمہارے صاحب کو دکھاتا ہوں تمہیں ہر چیز کی تعلیم دیتے ہیں حتیٰ کہ پیشاب پاخانے کی بھی (تعلیم دیتے ہیں) حضرت سلمان نے کہا ہاں ایسا ہی ہے (وہ ہمیں پیشاب و پاخانے کی بھی تعلیم دیتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا ہے کہ ہم قبلہ کی طرف منہ کریں اور ہم اپنے سیدھے ہاتھوں سے استنجاء کریں (اور ہمیں حکم دیا ہے) کہ تین سے کم ڈھیلوں پر اکتفا نہ کریں جس میں نہ گوبر ہو اور نہ ہڈی۔

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہا انالکم مثل الوالد لولدہ اعلیکم اذا اتیتکم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها و امر بثلاثہ احجار و نہی عن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے لئے ایسا ہوں جیسے والد اپنی اولاد کے لئے ہوتا ہے، میں تمہیں تعلیم دیتا ہوں، جب تم بیت الخلاء جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ قبلہ کی طرف پیٹھ

الروث والرممة ونهى ان  
يستطيب الرجل بيمينه  
(رواه ابن ماجه والبوداؤد والنسائي و  
سند حسن واخرجه ابو عوانة في صحيحه  
التعليقات للالباني على المشكاة ۱/۱۱۲)

کرو۔ پھر آپ نے تین ڈھیلوں کا  
حکم دیا اور ہمیں گوبر اور ہڈی سے  
منع فرمایا مزید برآں آپ نے منع  
فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے سیدھے  
ہاتھ سے پاکی حاصل کرے۔

③ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں :-  
قال رسول الله صلى الله عليه  
وسلم اذا ذهب احدكم الى  
الغائط فليذهب معه بثلاثة  
احجار بسطيب بهن فانها  
تجزى عنه (رواه احمد والبوداؤد  
والنسائي والدارمي وسند صحيح وحسنه  
الدارقطني التعليقات للالباني على  
المشكاة ۱/۱۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا جب تم میں سے کوئی بیت  
الخلاء جائے تو اس کو چاہئے کہ  
وہ تین ڈھیلے لے جائے ان سے  
طہارت حاصل کرے کیونکہ اس کو  
تین ڈھیلے کافی ہو جائیں گے۔

④ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-  
اتي النبي صلى الله عليه وسلم  
الغائط فامرني ان اتيه  
بثلاثة احجار فوجدت حجرين  
والتمست الثالث فلم اجده  
فاخذت روثه فاتيته

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء  
آئے تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں  
آپ کے پاس تین پتھر لے کر آؤں  
مجھے دو پتھر ملے تیسرے کو میں نے  
تلاش کیا مگر مجھے تیسرا پتھر نہیں ملا



بہا فخذ الحجرین والقی میں نے ایک لید اٹھالی اور اس کو  
الروثۃ وقال ہذا رکس لے کر آپ کے پاس آیا آپ نے پتھر  
(صحیح بخاری باب لا یتنبی لے لئے اور لید کو پھینک دیا اور  
بروث فتم الباری ۱/۲۵۶) فرمایا یہ ناپاک ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں  
انہما رکس اثنی بحجر (رواہ احمد ۱/۲۵۰ وفتح الباری ۱/۲۵۷ ورجالہ  
ثقات اثبات) یعنی یہ ناپاک ہے میرے پاس ایک پتھر اور لاؤ۔ مندرجہ  
بالتمام احادیث صحیحہ میں اَمَرْنَا، اَمَرَ، فَأَمَرَنِي کے الفاظ بتاتے  
ہیں کہ تین پتھروں ہی سے استنجاء کرنا فرض ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ  
رضی اللہ عنہا والی حدیث میں فَلْيَذْهَبْ امر غائب کا ضیغہ ہے اس  
سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تین پتھر لازمی ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود  
جب آپ کے پاس دو پتھر لے کر آئے تو آپ نے تیسرا پتھر لانے کا حکم  
صادر فرمایا اگر تین سے کم میں پاکی حاصل ہو سکتی ہو تو آپ تیسرا پتھر لانے کا  
حکم نہ دیتے بلکہ دو ہی پر اکتفا کرتے۔

لہذا احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں تین پتھروں  
سے استنجاء کرنا فرض ہے، احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرضیت  
کو ختم کرنے کے لئے کوئی قرینہ صارفہ موجود نہیں۔ احناف کی پیش کردہ  
حدیث ضعیف ہے اور فرضیت کو ثابت کرنے والی تمام احادیث صحیح  
ہیں۔ الغرض تین پتھروں سے کم میں پاکی حاصل کرنا خلاف سنت ہے۔  
غلط فہمی جناب فیض احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:-

”الحمد لله الذى اذهب عني الاذى وعافاني“ یہ حدیث ابو ذرؓ سے بھی نسائی میں مروی ہے۔ افضل یہ ہے کہ دونوں دعائیں پڑھی جائیں پہلے غفرانک بھر الحمد لله الذى..... (نازمدللؓ) جواب | قارئین کرام ”غُفْرَانُكَ“ یہ الفاظ صحیح احادیث سے ثابت ہیں اور ان الفاظ کا پڑھنا سنت ہے اور سنت ہی افضل ہے، مگر دوسری دعاء جو کہ ضعیف ہے، سنت سے ثابت نہیں اس کا پڑھنا کیسے افضل ہو سکتا ہے۔ یہ دعاء یعنی الحمد لله الذى..... ابن ماجہ اور نسائی وغیرہ میں مروی ہے لیکن ائمہ نے اس دعاء کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس حدیث کی سند میں اسماعیل بن مسلم البصری ضعیف ہے۔ تمام اماموں کا اس راوی کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے وہو متفق علی تضعیفه (مجمع الزوائد) علامہ، ہمیشی لکھتے ہیں:- والحديث بهذا اللفظ غير ثابت (مجمع الزوائد) یعنی یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔ اسماعیل بن مسلم کو مندرجہ ذیل ائمہ نے ضعیف کہا ہے ملاحظہ فرمائیے:-

- ۱۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ (تہذیب)
- ۲۔ امام یحییٰ بن معین کہتے ہیں۔ یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ (تہذیب)
- ۳۔ امام فلاس کہتے ہیں۔ یہ راوی ضعیف ہے۔ (تہذیب)
- ۴۔ امام الجوزجانی کہتے ہیں واہ جدًّا یعنی بہت زیادہ ضعیف ہے (تہذیب)
- ۵۔ امام ابو ذرؓ کہتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے۔ (تہذیب)
- ۶۔ امام ابو حاتم کہتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے۔ (تہذیب)



- ۷۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے۔ (تہذیب)
- ۸۔ امام نسائی نے اس راوی کو متروک الحدیث کہا ہے (تہذیب)
- ۹۔ امام مڑہ کہتے ہیں۔ یہ ثقہ نہیں ہے۔ (تہذیب)
- ۱۰۔ امام ابن عدی نے کہا ہے اس راوی کی احادیث غیر محفوظ ہوتی ہیں۔ (تہذیب)

- ۱۱۔ امام ابن حبان کہتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے۔ یہ مشاہیر سے مناکیر روایت کرتا ہے اور اس کی اسانید مغلوب ہوتی ہیں۔ (تہذیب)
- ۱۲۔ امام حاکم نے بھی ضعیف کہا ہے۔ (تہذیب)
- ۱۳۔ امام بزار نے کہا ہے کہ یہ ثقہ نہیں ہے۔ (تہذیب)
- ۱۴۔ امام ابوالاحمد الحاکم نے کہا ہے کہ یہ قوی نہیں ہے۔ (تہذیب)
- ۱۵۔ امام عقیلی، امام دولابی، امام السابی، امام ابن الجارود اور دوسرے اماموں نے اس کو ضعیف میں شمار کیا ہے (تہذیب)
- یہ دعاء پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی ہے لہذا ضعیف ہونے کی وجہ سے کالعدم ہے۔

**غلط فہمی** جناب فیض احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

وضوء کے شروع میں ”بسم اللہ والحمد للہ“ کہہ لیا کرو۔

- ① قال رسول اللہ صلی اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 علیہ وسلم یا اباہریرۃ اذا فرمایا اے ابوہریرہؓ جب وضو بنانے  
 توضأت فقل بسم اللہ و لگو تو بسم اللہ والحمد للہ کہہ لیا  
 الحمد للہ (نماز مدلل، طبرانی صغیر) کرو۔

قال البيهقي اسناد حسن

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
وسلم قال کل امری بالی لا ارشاد فرمایا ہے کہ ہر شاندار کام جو  
بید ببسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع  
فہو اقطع (صحیح ابن حبان ..... نہ کیا جائے تو وہ بے برکت ہے۔

ناز مدلل ص ۲)

③ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد  
وسلم لا وضوء لمن لم یذکر ہے۔ اس شخص کا وضوء نہیں ہے  
اسم اللہ علیہ (ترمذی، ابن ماجہ) جس نے اس پر اللہ تعالیٰ کے نام کا  
ناز مدلل ص ۲) ذکر نہیں کیا۔

④ حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم  
تینوں بزرگوں سے مرفوع حدیث مروی ہے :-

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد  
قال من توضأ و ذکر اسم اللہ فرمایا جو شخص وضوء بنائے اور  
علیہ فانہ یطہر جسدہ کلمہ اللہ تعالیٰ کا نام لے (بسم اللہ  
ومن توضأ ولم یذکر اسم اللہ پرٹھے) تو وہ اپنے تمام جسم کو  
اللہ لم یطہر الا موضع الوضوء (گناہوں سے) پاک کرتا ہے اور  
(دارقطنی، بیہقی ناز مدلل ص ۲) جو شخص وضوء بنائے اور اللہ تعالیٰ



کانام نہ لے تو وہ صرف وضوء کے  
مقامات (اعضاء) کو پاک کرتا ہے۔

⑤ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا توضأ العبد فذكر اسم الله طهر جسده كله وان لم يذكر لم يطهر الا ما اصابه الماء (مسنن ابن ابی شیبہ نمائندہ ص ۱۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جب بندہ وضوء کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے تو وہ اپنے تمام جسم کو پاک کرتا ہے اور اگر وہ شخص اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے تو وہ صرف اس مقام کو پاک کرتا ہے جس کو پانی لگا ہے۔

ف = ان احادیث سے واضح ہوا کہ بسم اللہ پڑھے بغیر بھی وضوء ہو جاتا ہے لیکن ناقص ہوتا ہے۔ اسی لئے ایسے وضوء سے تمام جسم کے گناہ معاف نہیں ہوتے۔ بلکہ صرف اعضائے وضوء کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

**جواب** اب قارئین کرام سلسلہ داران تمام احادیث کا جواب ملاحظہ فرمائیے :-

حدیث ① کے سلسلہ میں امام شوکانی تحریر کرتے ہیں :-

قال تفرد به عمرو بن ابی سلمة عن ابراهيم بن محمد عنه واسناده واچ (ذیل الاوطاء)

کہتے ہیں کہ عمرو بن ابی سلمہ کا ابراہیم بن محمد سے تفرد ہے۔ لہذا یہ حدیث بے کار ہے۔

جز ۱/۲۰۴

(آخرین بسم اللہ والحمد للہ پڑھنا بے ثبوت ہے۔ مزید معلومات کے لئے تلخیص ابن حجر پڑھئے ۱/۷۳) صرف بسم اللہ پڑھنا ہی سنت ہے۔

حدیث (۲) کے سلسلہ میں امام شوکانی نیل الاوطار میں اور ابن حجر تلخیص میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پوری پڑھنے کے بارے میں کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ پوری ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ (وضوء کے شروع میں) پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ (نیل الاوطار و تلخیص ابن حجر ۱/۷۲) حدیث (۲) کو صحیح ابن حبان کے حوالہ سے بھی نقل کیا ہے اور لوگوں پر یہ تاثر دیا ہے کہ صحیح ابن حبان میں پوری ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ آئی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ لیجئے صحیح ابن حبان کی عبارت ملاحظہ فرمائیے :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ :-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل امرئ ذي بال لا يبدأُ  
رسول الله صلى الله عليه وسلم في  
فيه بحمد الله فهو اقطع تعريف من شروع نہ کیا جائے وہ  
(صحیح ابن حبان ۱/۱۰۲) بے برکت ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا صحیح ابن حبان کی عبارت میں پوری ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے مگر دھوکا دینے کے لئے یہی تاثر دیا گیا ہے۔

حدیث (۳) یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس



حدیث کی سند میں ایک راوی ہے جس کا نام ابو بکر الداہری عبداللہ بن الحکم ہے۔ جو متروک الحدیث ہے۔ (نیل الاوطار جزء ۱/۲۰۴)

امام احمدؒ کہتے ہیں یہ کچھ بھی نہیں ہے اور ابن المدینی اور دوسرے ائمہ بھی یہی کہتے ہیں۔ ابن معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں ہے۔ امام نسائی بھی یہی بات کہتے ہیں۔ امام ابن عدی کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے اور ابو بکر داہری کی احادیث کا کوئی متابع نہیں ہوتا۔ امام عقیلی بھی یہی بات کہتے ہیں۔ امام عقیلی کہتے ہیں کہ یہ جھوٹی روایات بیان کرتا ہے۔ امام یعقوب بن شیبہ متروک کہتے ہیں اور امام بیہقی ضعیف کہتے ہیں اور امام جوزجانی کذاب کہتے ہیں (لسان المیزان ۳/۲۷۷) اور البانی صاحب نے بھی عبداللہ بن الحکم ابو بکر الداہری کو کذاب کہا ہے۔ (التعلیقات للالبانی علی مشکوٰۃ ۱/۱۳۴) لہذا حدیث (۳) موضوع بھی ہوئی۔

(۴) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو حدیث دارقطنی اور بیہقی نے روایت کی ہے۔ وہ بھی ضعیف ہے۔ اس روایت میں مرداس بن محمد بن عبداللہ بن ابان عن ایبہ و ہما ضعیفان یعنی وہ دونوں راوی ضعیف ہیں (نیل الاوطار جزء ۱/۲۰۵ و تلخیص ابن حجر) امام ذہبی فرماتے ہیں :-

مرداس بن محمد بن عبداللہ	مرداس بن محمد بن عبداللہ عن ابان
عن ابان الواسطی۔ لا اعرفہ۔	واسطی، میں اس کو نہیں پہچانتا
و خبرہ منکر فی التسمیۃ علی	اور وضوء کے (شروع میں پوری
الوضوء (میزان الاعتدال ۲/۸۸)	بسم اللہ الرحمن الرحیم) پڑھنے کے
	سلسلہ میں جو حدیث اس نے روایت

کی ہے وہ خبر منکر ہے۔

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی جو حدیث دارقطنی اور بیہقی میں ہے وہ بھی ضعیف منکر و موضوع ہے۔ اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن ہاشم السمسار ہے اور وہ متروک الحدیث ہے۔

یحییٰ بن ہاشم کو یحییٰ بن معین نے کذاب کہا ہے۔ نسائی اور دوسرے ائمہ نے متروک کہا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ بغداد میں حدیثیں گھڑا کرتا تھا اور چرایا کرتا تھا۔ صالح جزرہ کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن ہاشم کو دیکھا ہے وہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ (میزان الاعتدال ۴/۴۱۲) اور البانی صاحب نے بھی اس کو کذاب کہا ہے۔ (التعلیقات للالبانی علی مشکوٰۃ ۱۳۲)

حدیث ⑤ جو حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ بھی ضعیف ہے اور یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی مروی ہے۔ لیث ابن ابی سلیم ضعیف ہے اور حسین بن عمارہ مجہول ہے۔ (لسان المیزان و تقریب التقریب) لہذا اس حدیث کی سند بھی مخدوش ہے۔ الفاظ ملاحظہ فرمائیے: ”جو شخص وضو کے شروع میں ”بسم اللہ“ نہ پڑھے اس کا وضو ہو جائے گا۔“ صحیح حدیث میں وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کا ثبوت موجود ہے لہذا بغیر بسم اللہ کے وضو ہو جاتا ہے یہ خبر منکر ہے۔

ہم علماء احناف سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ایسی احادیث جو پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتیں اپنی دلیل میں نقل کر کے لوگوں کو گمراہ نہ کریں۔ اس طریقہ سے وہ اپنے مقلدین کو متاثر کر لیں گے لیکن علم رکھنے والے



حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ یہ چیز دھوکا دہی کے سوا کچھ نہیں اور ایسی احادیث کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتی ہیں اور پھر ائمہ نے ان کی تردید بھی کر دی ہے ان احادیث کو زبردستی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک منسوب کر دینا بہت بڑا بہتان ہوگا۔ لہذا ہم پھر مودبانہ عرض کرتے ہیں کہ بسم اللہ والحمد للہ اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پوری پڑھنے کا وضوء کے شروع میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

قارئین کرام اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ وضوء کے شروع میں کیا پڑھنا چاہیے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

وضوء کے شروع میں صرف ”بسم اللہ“ پڑھنا مسنون ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ :-

طلب بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضوء فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل مع احد منكم ماء فوضع يده في الماء ويقول توضع بسم الله فرايت الماء يخرج من بين اصابعه حتى توضوا من عند آخرهم قال ثابت قلت لانس كم تراهم قال نحو من سبعين (رواه النسائي)	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ساتھیوں نے وضوء کے لئے پانی تلاش کیا (مگر پانی نہیں ملا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس کچھ پانی ہے (صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں، ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست (مبارک) پانی میں ڈالا اور آپ فرما رہے تھے بسم اللہ کہہ کر وضوء کرو۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
---	--

واہن خزیمۃ عن انس، اسنادہ صحیح ابن  
 خزیمۃ (۷۲/۱) (تلخیص ابن حجر ۷۶/۱)  
 کی انگلیوں کے درمیان سے پانی  
 پھوٹ رہا تھا، صحابہ کرام میں سے  
 جو آخری آدمی تھا اس نے بھی وضوء  
 کیا۔ ثابت کتے ہیں میں نے انس سے  
 کہا آپ کا کیا اندازہ ہے کہ صحابہ  
 کرام کتنی تعداد میں تھے۔ حضرت  
 انسؓ نے کہا ستر کے لگ بھگ۔  
 لہذا صحیح حدیث میں وضوء کے شروع میں صرف ”بسم اللہ“ پڑھنے  
 کا ثبوت ہے اور یہی چیز مسنون ہے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :-  
 گردن کا مسح کرنا مستحب ہے حدیث تحریر فرماتے ہیں :-

- ① قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسح الرقبۃ امان  
 الفل یوم القیامۃ (نازم دلائل ص ۲۲)  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد  
 ہے کہ گردن کا مسح کرنا قیامت کے  
 دن (جہنم) کے طوق سے حفاظت ہے۔
- ② قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ید یہ علی عنقه امن الفل  
 یوم القیامۃ (نازم دلائل ص ۲۲)  
 رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا  
 ارشاد ہے جس شخص نے وضوء بنایا  
 اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنی  
 گردن کا مسح کیا وہ قیامت کے دن  
 طوق سے محفوظ رہے گا۔

جواب | قارئین کرام مندرجہ بالا دونوں حدیثیں بے حد ضعیف ہیں



حدیث ① کے بارے میں امام نووی کہتے ہیں۔ ہذا حدیث موضوع لیس من کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم (تلخیص ابن حجر ۱/۹۲) یعنی یہ حدیث جھوٹی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے۔ وزاد فی موضع آخر لم یصح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیہ شیء (تلخیص ابن حجر) یعنی امام نووی نے دوسری جگہ اتنا زیادہ کیا ہے کہ اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی صحیح نہیں ہے۔ ابن الصلاح کہتے ہیں ہذا الحدیث غیر معروف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وهو من قول بعض السلف (تلخیص ابن حجر ۱/۹۲) یعنی یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تو معروف نہیں ہے البتہ یہ بعض سلف کا قول ہے۔ مزید برآں امام نووی کہتے ہیں و لیس ہوسنتہ بل بدعتہ ولم یذکرہ الشافعی ولا جہہورا لاصحاب (تلخیص ابن حجر) یعنی یہ دعاء سنت نہیں ہے بلکہ بدعت ہے کیونکہ امام شافعی نے نہ اس کا ذکر کیا ہے اور نہ جمہور اصحاب نے۔ علاوہ ازیں (الاحادیث الضعیفۃ والموضوۃ ۱/۹۴) پر یہ مسئلہ دیکھ سکتے ہیں۔

حدیث ② کی سند میں محمد بن عمر والانصاری، ابوسہل ہیں جس کو مندرجہ ذیل ائمہ نے بے حد ضعیف کہا ہے۔

- ۱۔ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں یہ راوی بے حد ضعیف ہے۔ (تہذیب)
- ۲۔ امام یحییٰ بن معین نے ضعیف کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب)
- ۳۔ امام نسائی نے لیس بالقوی کہا ہے۔ (تہذیب)
- ۴۔ ابن عدی نے اس راوی کو ضعیف میں شمار کیا ہے۔ (تہذیب)

اور دوسرے ائمہ نے بھی اس راوی کو ضعیف کہا ہے۔ ابن حبان نے ثقہ کہا لیکن پھر ضعیفاء میں شامل کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ۲۹۹/۹) اس سلسلہ کی ایک اور حدیث ہے۔ جو ابوداؤد اور احمد میں ہے۔ الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم یمسح رأسہ، حتی بلغ القذال وما یلیہ من مقدم العنق (تلخیص) یعنی انہوں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر کا مسح کر رہے ہیں یہاں تک کہ دونوں کانوں کے درمیان (کا حصہ) جو سر کے پیچھے ہوتا ہے وہاں تک پہنچے اور گردن کا جو اوپر کا حصہ ہے اس کے قریب قریب تک آپ نے مسح کیا۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں، اسنادہ ضعیف (تلخیص ابن حجر) یعنی اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ اس سلسلہ کی ایک اور حدیث ہے۔ حضرت موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں من مسح قفاہ من رأسہ وفي الغلّ یوم القیامۃ رواہ ابو عبیدہ فی کتاب الطہور و تلخیص ابن حجر یعنی جس نے اپنے سر سے گدڑی تک مسح کیا وہ قیامت کے دن طوق سے محفوظ ہو جائے گا۔ کہا گیا ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے مگر حکماً مرفوع ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں فہو علی ہذا مرسل (تلخیص) مگر یہ حدیث مرسل ہے۔ دوسری علت اس حدیث کی سند میں ”المسعودی“ ہیں ان کا نام ہے عبدالرحمن بن عبداللہ بن عتیبہ بن مسعود الکوفی، المسعودی صدوق اختلط قبل موتہ (تقریب التقریب) یعنی یہ صدوق ہیں ان کی موت سے پہلے ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں حافظہ خراب ہونے کے بعد اس حدیث کو روایت کیا ہے یا حافظہ صحیح ہونے کی حالت



میں۔ لہذا یہ حدیث ضعیف ہے

اس سلسلہ کی ایک اور حدیث ہے جو ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ ان  
النبي صلى الله عليه وسلم من تَوَضَّأَ وَمَسَّ عُنُقَهُ وَفِي الْغُلِّ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ (رواہ ابو نعیم فی تاریخ اصبہان) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا جس نے وضوء کیا اور اپنی گردن کا مسح کیا وہ قیامت کے دن  
طوق سے محفوظ ہو جائے گا۔

اس حدیث میں کئی علتیں ہیں جو درج ذیل ہیں :-

① محمّد بن عمرو الواقفی، ابوسہل البصری مشہور  
بکنیتہ واختلف اسم جدّه ضعیف (تقریب التقریب) یعنی محمد  
بن عمر واقفی ابوسہل بصری جو اپنی کنیت سے مشہور ہے اور اس کے دادا  
کے نام میں اختلاف ہے اور وہ ضعیف ہے۔

② ابو نعیم کے شیخ بھی ضعیف ہیں۔ اُن کا نام محمد بن احمد بن علی بن المخرم  
ہے۔ روی عنہ الدارقطنی وضعّفہ۔ امام دارقطنی نے اس سے روایت  
کی ہے اور ضعیف قرار دیا ہے۔ برقانی کہتے ہیں لا بأس به اس  
راوی میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ابن ابی الفراءس نے ضعیف کہا ہے۔  
(میزان الاعتدال ۴/۳۶۲) لہذا یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

ایک اور حدیث ہے جو ابن عمرؓ سے ہی مروی ہے۔ من تَوَضَّأَ  
مَسَّ بَدْيِهِ عَلَى عُنُقِهِ وَفِي الْغُلِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (تلخیص ابن حجر)  
یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ ابوالحسین بن فارس اور فلیح بن سلیمان کے  
درمیان انقطاع ہے۔ الغرض اس سلسلہ کی جتنی بھی احادیث ہیں ان

کو امام نووی ابن تیمیہ، عسقلانی اور دوسرے ائمہ نے ضعیف کہا ہے۔  
قارئین کرام پھر مستحب کیسے ہو سکتی ہیں۔ لہذا اگر دن کے مسح کے سلسلہ میں  
تقریباً جتنی بھی احادیث تھیں ان کا ضعف ثابت کر کے کالعدم کر دیا  
ہے۔ تاکہ کوئی عالم یا مذہب پرست کسی عامی کو فریب نہ دے سکے۔

**غلط فہمی** | فیض احمد صاحب ص ۲۲ پر رقمطراز ہیں کہ فضائل میں  
ضعیف احادیث پر عمل قابل قبول ہے (نماز مدلل)

**جواب** | پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ یہ حدیث ان کے نزدیک بھی ضعیف  
ہے۔ اگرچہ گھڑی ہوئی نہیں ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ یہ لوگ  
عمداً جھوٹی بات کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کہی ہو، رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ حدیث میں  
ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات منسوب  
کرے جو آپ نے نہ کہی ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں تلاش  
کرے (صحیح بخاری و صحیح مسلم) پھر ہمیں اس بات پر بھی تعجب ہے کہ  
فضائل میں ضعیف اور گھڑی گھڑائی احادیث قابل قبول ہوتی ہیں۔  
یہ بات کس نے کہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم  
نے یا صحابہ کرام نے۔ یہ بات حقیقت پر مبنی ہے اور یہ نظریہ ان ہستیوں کا  
بنایا ہوا نہیں ہے۔ یہ نظریہ خود ساختہ ہے۔ لہذا کالعدم ہے۔ ذرا سوچئے  
کیا اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے یہ کہہ کر ہم عمدہ برا ہو سکتے ہیں کہ اے  
اللہ یہ نظریہ ہم نے خود ہی گھڑ لیا تھا؟ ہرگز نہیں ہو سکتے تو پھر ایسے خود ساختہ  
نظریہ کو چھوڑ دیجئے۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کو مضبوطی سے پکڑ لیجئے۔



غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء  
توضاً فسم علی ناصیئہ (صحیح) بنایا تو اپنی پیشانی کے بالوں کا مسح  
مسلم نماز مدلل ص ۲۷ کیا۔

جواب | فیض احمد صاحب نے اس حدیث سے چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت  
اثبات کی ہے لیکن انہوں نے حدیث پوری نقل نہیں کی، اتنی  
حدیث سے احناف کا مسئلہ تو ثابت ہو جائے گا لیکن اسلام کا حق ادا  
نہ ہوگا۔ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اسلام میں دھوکا دہی حرام ہے۔ دھوکا اور  
وہ بھی دینی معاملات میں ؟ الامان الحفیظ۔ ”نَاصِیئَہ“ کا لفظ کسی  
حدیث میں تنہا نہیں آیا ہے۔ جہاں کہیں لفظ ”نَاصِیئَہ“ آیا ہے تو  
وہ ”عمامہ“ کے ساتھ آیا ہے۔ پوری حدیث ملاحظہ فرمائیے۔  
حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ :-

تخلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک
وسلم وتخلفت معہ فلما قضی	سفر کے دوران) پیچھے رہ گئے اور میں
حاجتہ قال أَمَعَك مَاءٌ	بھی آپ کے ساتھ پیچھے رہ گیا پھر جب
فاتیتہ بمطهرة فغسل	آپ قضاء حاجت سے فارغ ہوئے
کفیه ووجهہ ثم ذهب	(تو) آپ نے فرمایا کیا تمہارے پاس
یحسر ذراعیه فضاق کم	پانی ہے ؟ میں آپ کے پاس پانی
الجبة اخرج یدہ من تحت	سے بھرا ہوا ایک لوٹا لے کر آیا، آپ
الجبة والقی الجبة علی	نے پہنچوں تک اپنے ہاتھ دھوئے

منکبہ وغسل ذراعیه و مسح  
بناصیتہ و علی العمامۃ و  
نخفیہ ..... (صحیح مسلم باب المسح  
علی الناصیۃ والعمامۃ ص ۲۳ جلد اول)

اپنا چہرہ مبارک دھویا پھر آپ اپنے  
بازوؤں سے (آستین) ہٹانے لگے،  
جبہ کی (آستین) تنگ ہوئی تو آپ  
نے اپنا ہاتھ جبہ کے نیچے سے نکالا  
اور جبہ کو اپنے کندھوں کے اوپر  
ڈال لیا اور آپ نے اپنے ہاتھ کنپٹیوں  
تک دھوئے اور آپ نے اپنی پیشانی  
کا مسح فرمایا اور عمامہ پر مسح فرمایا  
اور موزوں پر مسح فرمایا.....

مندرجہ بالا حدیث میں ”ناصیتہ“ اور ”عمامہ“ دونوں  
لفظ ساتھ آئے ہیں یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک  
پر عمامہ پکڑی وغیرہ ہوتی تو مسح اپنی پیشانی سے شروع فرماتے اور اپنے  
دونوں ہاتھ گدی تک لے جاتے اور پھر پیشانی کی طرف واپس لے آتے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
مسح علی الخفین و مقدم رأسہ  
و علی عمامتہ (صحیح مسلم)

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے  
موزوں پر مسح فرمایا اور سر کے آگے  
کے حصہ پر مسح فرمایا اور پکڑی پر  
مسح فرمایا۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
توضاً فمسح بनावیۃ و علی  
العمامہ و علی الخفین (صحیح مسلم)

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے  
وضوء فرمایا پھر اپنی پیشانی کا مسح  
فرمایا اور پکڑی پر مسح فرمایا اور



موزوں پر مسح فرمایا۔

مندرجہ بالا احادیث حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں جن میں ”ناصیتہ“ اور ”عامہ“ دونوں الفاظ ساتھ ساتھ وارد ہوئے ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ”ناصیتہ“ کا لفظ نہیں ہے۔ حضرت بلال فرماتے ہیں :-

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رسول الله صلى الله عليه وسلم نے  
وسلم مسح على الخفين وعلى اپنے موزوں پر مسح فرمایا اور (اپنی)  
الخمار (صحیح مسلم) پگڑی پر مسح فرمایا۔

قارئین کرام مندرجہ بالا تمام احادیث سے یہ بات بالبداهت ثابت ہو رہی ہے کہ لفظ ”پیشانی“ اکیلا نہیں آتا ہے۔ بلکہ پگڑی کے ساتھ آتا ہے۔ اگر کسی حدیث میں صرف ”پیشانی“ کا لفظ آیا ہے تو احاطہ پیش کریں لیکن اس حدیث کا مرفوع اور صحیح ہونا شرط ہے۔

حیرت انگیز | جناب فیض احمد صاحب نے صحیح مسلم کا جواب نقل کیا ہے یعنی باب المسح على الخفين، اس باب کی تائید میں جو احادیث امام مسلمؒ لائے ہیں ان میں لفظ ”پیشانی“ والی کوئی حدیث ہی نہیں ہے۔ معلوم نہیں یہ باب کیوں نقل کیا ہے، غلطی سے یا دھوکا دینے کے لئے؟ پھر حدیث اول میں جناب فیض احمد صاحب کا لفظ پگڑی کو چھوڑ دینا بھی قابل غور ہے۔ جناب فیض احمد صاحب نے ابو داؤد سے بھی ایک حدیث نقل کی ہے لیکن وہ بھی ضعیف ہے۔

غلط فہمی | حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ وعلیہ عمامة قطریة فادخل یدہ من تحت العمامة فمسح مقدم رأسہ فلم ینفض العمامة (ابوداؤد ۲۱/۱ باب المسح علی العمامة ومستدرک حاکم، نماز مدلل ص ۲۴)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو بناتے ہوئے دیکھا، آپ کے سر مبارک پر قطری کپڑے کی پگڑی تھی۔ آپ نے اپنا ہاتھ پگڑی کے نیچے داخل کر کے اپنے سر مبارک کے اگلے حصے کا مسح فرمایا اور پگڑی کو نہیں کھولا۔

**جواب** | حدیث بالا کی سند درج ذیل ہے :-

حدثنا احمد بن صالح، ثنا ابن وهب، حدثني معاوية بن صالح عن عبد العزيز بن مسلم عن ابي معقل عن انس بن مالك قال ..... (رواه ابوداؤد باب المسح علی العمامة) اس روایت میں ابو معقل مجہول ہے۔

امام ابن حجرؒ کہتے ہیں :-

ابو معقل جو حضرت انسؓ سے پگڑی پر مسح کرنے کی روایت نقل کرتا ہے مجہول ہے۔

ابو معقل عن انس في المسح علی العمامة مجہول (تقریب التقریب)

امام ذہبیؒ کہتے ہیں :-

ابو معقل جو حضرت انسؓ سے مسح علی العمامة کی روایت نقل کرتا ہے پہچانا نہیں جاتا۔

ابو معقل عن انس في المسح علی العمامة لا يعرف (میزان الاعتدال)



مندرجہ بالا حدیث مستدرک حاکم ۱/۱۶۹ اور ابن ماجہ ۱/۱۸۲ میں بھی ہے لیکن سند یہی ہے۔ قارئین کرام پہلی حدیث جو فیض احمد صاحب نے صحیح مسلم کے حوالہ سے نقل کی ہے وہ ادھوری نقل کی ہے یعنی صرف پیشانی کے الفاظ نقل کئے ہیں اور بگڑی کے الفاظ چھپا گئے اور دوسری حدیث جو ابو داؤد کے حوالہ سے نقل کی ہے وہ باطل ضعیف ہے۔ لہذا چوتھائی سر کا مفروضہ کالعدم ہو گیا۔ مزید ہمارا جواب ملاحظہ فرمائیے۔  
پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے | اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے :-

وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ (سورہ مائدہ) اور تم اپنے سروں کا مسح کیا کرو۔  
 قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت سے پورے سر کا مسح کرنا فرض ہوا اس آیت کی روشنی میں چوتھائی سر کے مسح کو فرض قرار دینا باطل ہے۔ فیض صاحب نے جو احادیث اس آیت کے مفہوم کو مقید کرنے کے لئے پیش کی ہیں وہ ضعیف ہیں اور جو صحیح حدیث نقل کی ہے اس کی پوری عبارت نقل نہ کر کے دھوکا دیا ہے۔ پورے سر کے مسح کی تائید میں صحیح حدیثیں درج ذیل ہیں :-

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضوء فرمایا کرتے تھے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے وضوء کر کے دکھایا۔ منجملہ اور باتوں کے انہوں نے پورے سر کا مسح کر کے دکھایا۔ الفاظ ملاحظہ فرمائیے :-

① ثم مسح رأسه بيديه - پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاقبل برهما وادبر بدينهما - اپنے دونوں ہاتھوں سے (پورے)

رأسه حتى ذهب بهما الى  
قفاة ثم ردهما الى المكان  
الذي بدا منه (صحیح بخاری)

سر کا مسح فرمایا دونوں ہاتھوں کو آگے  
سے پیچھے لے گئے اور پیچھے سے آگے  
لے آئے (یعنی اپنے سر کے آگے سے  
مسح شروع کیا یہاں تک کہ ان کو اپنی  
گدئی تک لے گئے پھر واپس اسی  
جگہ پر لے آئے جہاں سے مسح شروع  
کیا تھا)۔

دوسری روایت میں الفاظ اس طرح سے آئے ہیں۔

ثم ادخل يده فمسح رأسه  
فاقبل بهما وادبر مرة  
واحدة (صحیح بخاری)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا  
دست مبارک (بڑن میں) ڈالا پھر  
اپنے سر کا مسح کیا (دونوں ہاتھوں کو)  
آگے سے پیچھے لے گئے اور پیچھے سے  
آگے لے آئے (یہ مسح) ایک مرتبہ  
کیا۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں :-

ثم ادخل يده في الاثناء  
فمسح برأسه فاقبل بيديه  
وادبر بهما (صحیح بخاری)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
اپنا دست مبارک بڑن میں داخل  
کیا پھر اپنے سر کا مسح فرمایا اپنے  
دونوں ہاتھوں کو آگے سے پیچھے لے  
گئے اور پیچھے سے آگے لے آئے۔



② حضرت ربیع بنت معوذ کنتی ہیں :-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضع عندھا ومسح برأسه فمسح الرأس كله من فوق الشعر (رواه ابوداؤد و الترمذی وقال احديث حسن۔ نیل الاوطار

۲۳۵/۱۔ صحیح ابن ماجہ)

③ حضرت ابو حنیفہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ توضعاً..... ومسح برأسه انہوں نے وضوء کیا..... اور اپنے سر کا ایک مرتبہ مسح کیا اور حضرت علیؑ نے یہ بھی فرمایا اسی حدیث میں موجود ہے کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضوء دکھا رہا ہوں۔

④ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ :-

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح برأسه (رواه الترمذی والنسائی وسندہ صحیح قال الترمذی حدیث ابن عباس

حدیث حسن صحیح ۵۲/۱)

⑤ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ :-

رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم توضعاً فمسح رأسه کو دیکھا آپ وضوء فرما رہے تھے۔  
 مرة (رواہ صحیح ابن ماجہ ۷۳/۱) پھر آپ نے اپنے سر مقدس کا ایک  
 مرتبہ مسح فرمایا۔

⑥ حضرت سلمہ بن الأكوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ :-

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 وسلم توضعاً فمسح رأسه مرة کو دیکھا آپ نے وضوء فرمایا اور ایک  
 (رواہ صحیح ابن ماجہ ۷۳/۱) مرتبہ اپنے سر مبارک کا مسح فرمایا۔

⑤ حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :-

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و  
 توضعاً فمسح برأسه .... (رواہ صحیح ابن ماجہ ۷۳/۱) فتح الربانی وسندہ  
 کا مسح فرمایا.....  
 (صحیح)

⑧ حضرت معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے آپ کے وضوء کا  
 ذکر کیا اور وضوء کر کے دکھایا کہ

وانه مسح رأسه (فتح الربانی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 ۳۶/۱ وسندہ حسن ورجالہ کلہم ثقات (وضوء فرمایا) اور اپنے سر کا مسح  
 وسکت عنہ ابوداؤد والمنتذری فرمایا۔

⑨ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :-

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم ..... وكان يمسح رأسه وسلم ..... ایک مرتبہ اپنے سر مبارک



مرّة..... (رواہ صحیح ابن ماجہ ورواہ کا مسح کیا کرتے تھے۔

ابوداؤد و الترمذی و الدارقطنی و احمد

الاحادیث الصمیم (۳۶)

⑩ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا سے معلوم کیا گیا...  
...کیف کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ یعنی رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضوء کیا کرتے تھے... شرمسخت  
وأسہامسحة واحدة یعنی پھر حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ اپنے سر  
کا مسح کیا۔ (رواہ النسائی کتاب الطہارت باب مسح المرأة رأسها ونبیل الادطار  
۲۳۸/۱ وسندہ حسن)

مندرجہ بالا تمام احادیث مبارکہ سے پورے کا مسح کرنا ثابت ہوا  
اور قرآن شریف سے بھی پورے سر کا مسح کرنا ثابت ہوا اب بھی اگر کوئی  
چوتھائی سر کے مسح کو فرض قرار دے تو وہ اپنے ایمان کی خیر منلے۔  
غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب رقمطراز ہیں :-

اگر تمام سر کا مسح کرنا فرض ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف  
چوتھائی سر کا مسح پر اکتفا نہ فرماتے اور اگر چوتھائی سر سے کم پر مسح فرض ہوتا  
تو بیان جواز کے لئے کم از کم ایک مرتبہ آپ اس پر عمل فرماتے لیکن پورے  
ذخیرہ احادیث میں ایک دفعہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عمل  
ثابت نہیں۔ اس تفصیل سے واضح ہوا کہ چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے  
اور تمام سر کا مسح کرنا سنت ہے۔ (نماز مدلل ص ۲۴)

جواب | قارئین کرام ہمیں فیض احمد صاحب کے بیان پر حیرت ہو رہی

ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ پورے سر کے مسح کو فرض قرار دے رہا ہے اور فیض احمد صاحب فرض کو سنت کے خانہ میں ڈال رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (اَسْتَحُوا بِرُؤُسِكُمْ یعنی اور تم اپنے سروں کا مسح کر لیا کرو سورہ مائدہ) (اَسْتَحُوا) امر حاضر جمع کا صیغہ ہے اور امر حاضر حکم کے لئے ہی آتا ہے اور حکم الہی یا حکم رسولی صلی اللہ علیہ وسلم فرض ہی رہے گا یہاں تک کہ کوئی ایسا قرینہ صارفہ نہ مل جائے جو اس کی فرضیت کو ساقط کر دے اور جب کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے تو یہ حکم فرضیت پر ہی دلالت کرے گا۔ لہذا قرآن مجید سے پورے سر کا مسح کرنا فرض ہوا۔

جناب فیض احمد صاحب پورے ذخیرہ احادیث میں پوچھتھائی سر کا مسح کرنے کا ثبوت ہی ناپید ہے۔ آپ لوگوں کو بلاشبہ دھوکا دے رہے ہیں واللہ کچھ سوچئے آپ اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔ قارئین کرام ذخیرہ احادیث نبوی میں صرف پورے سر کا مسح کرنا ہی فرض اور سنت ہوگدہ ہے۔ جس کا مطالعہ آپ سابقہ صفحات میں کر آئے ہیں۔ ہم نے دس احادیث پیش کی ہیں۔ علاوہ ازیں پھر آیت کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عمل کر کے بھی دکھا دیا ہے صحیحین اور دوسری مذکورہ بالا احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی جماعت پورے سر کا مسح کیا کرتی تھی یا پیشانی اور عمامہ پر مسح کرتے تھے۔ صرف پیشانی پر مسح کرنا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ عمامہ پر مسح کرنا گویا پورے سر پر مسح کرنا ہے۔ الغرض پوچھتھائی



سر کے مسح کا مفروضہ باطل اور گمراہ کن ہے۔ مزید برآں کسی بھی صحیح یا ضعیف حدیث میں ”چوتھائی“ کا لفظ نہیں ہے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :-  
جمعہ کے دن غسل سنت ہے | حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع

حدیث ہے :-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا جاء احدكم الجمعة فليغتسل (صحیح بخاری و صحیح مسلم و نماز مدلل ص ۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز کے لئے آئے تو چاہیے کہ غسل کرے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من توضأ يوم الجمعة فبها ونعمت ومن اغتسل فالغسل افضل (رواه ابوداؤد والترمذی والنسائی منہ احمد مشکوٰۃ)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ جو شخص جمعہ کے دن وضو بنائے تو ٹھیک ہے اور جو غسل کرے تو غسل افضل ہے۔

نماز مدلل ص ۲۸

جواب | قارئین کرام جناب فیض احمد صاحب نے پہلی حدیث جو صحیحین سے نقل کی ہے۔ اس سے تو فرضیت ثابت ہو رہی ہے اور مزید فرض ہونے کے دلائل ہم انشاء اللہ آگے چل کر نقل کریں گے۔ دوسری حدیث جو ابوداؤد وغیرہ سے نقل کی ہے وہ ضعیف ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں ضعف کیا ہے۔

رواہ ابوداؤد فی کتاب الطہارت باب فی الرخصة فی ترك

الغسل يوم الجمعة عن قتادة عن الحسن عن سمرة بنی روایت مسند  
امام احمد میں ہے۔ ۵/۸، ۱۱، ۱۵، ۱۶، ۲۲ عن قتادة عن الحسن  
عن سمرة ورواه الدارمی عن قتادة عن الحسن عن سمرة ۱/۳۰،  
ورواه الترمذی ۲/۳۶۹، عن قتادة عن الحسن عن سمرة و  
رواه النسائی جزء ۳/۹۴، عن قتادة عن الحسن عن سمرة و  
رواه ابن ماجه ۱/۳۲۴،

مزید ضعف معلوم کرنے کے لئے

— تلخیص ابن حجر جزء ۲ ص ۶۷ دیکھئے۔ ابن ماجہ میں اسی قسم کی ایک  
روایت حضرت انس سے مروی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ من توضأ يوم الجمعة  
فبها ونعمت يجزئ عنه الغرضة ومن اغتسل فالغسل افضل،  
اس حدیث کی سند میں یزید بن ابان الرقاشی ضعیف ہے۔ (تقریب التقریب)  
امام ابن سعد، یحییٰ بن معین، شعبہ، امام احمد، یحییٰ بن سعید  
دارقطنی، یعقوب بن سفیان اور ابو حاتم نے یزید بن ابان کو ضعیف  
کہا ہے اور امام نسائی اور امام حاکم متروک الحدیث کہتے ہیں۔ امام  
ابن حبان کہتے ہیں یزید ابن ابی ابان الرقاشی اللہ کے نیک بندوں  
میں سے تھا اور بہت رونے والا شخص تھا مگر عبادت کرنے کی وجہ سے  
احادیث یاد کرنے سے غافل رہا اس لئے احادیث اس پر خلط ملط  
ہو گئیں۔ (تہذیب)

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :-

حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے جو روایت ابن ماجہ میں



ہے، حدیث عبد الرحمن بن سمرہ جو طبرانی میں ہے، حدیث ابو سعید جو بزار میں ہے، حدیث جابر جو ابن عدی میں ہے کلہا ضعیفہ تمام کی تمام ضعیف ہیں۔ (فتح الباری ۲/۳۶۲) علامہ ہیشمی کہتے ہیں یہ حدیث یزید بن ابان الرقاشی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد) الغرض اس سلسلہ میں جتنی بھی احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے کوئی بھی قابل عمل نہیں ہے۔ علاوہ ازیں یہ روایات صحیحین کے بھی خلاف ہیں ملاحظہ فرمائیے :-

جمعہ کا غسل کرنا فرض یا سنت ہو گدہ ہے | حضرت ابو سعید

خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم غسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم (صحیح بخاری و صحیح مسلم) فرمایا جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا جاء احدكم الجمعة فليغتسل (صحیح بخاری و صحیح مسلم) جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن آئے تو اس کو چاہئے کہ غسل کرے۔

مندرجہ بالا دونوں حدیثوں سے جمعہ کے دن غسل کرنا فرض ثابت ہوا۔ اسی بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو جو جمعہ کے دن غسل کر کے نہیں آیا تھا تنبیہ کی۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے

ہیں :-

ان عمر بن الخطاب بینما هو قائم فی الخطبة یوم الجمعة اذ دخل رجل من المهاجرین الا ولین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فناداه عرأیة ساعة هذک ؟ قال انی شغلت فلم انقلب الی اہلی حتی سمعت التاذین فلم ازدان توضأت فقال والوضوء ایضاً وقد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یأمر بالغسل (صحیح بخاری)

اس حال میں کہ عمر بن الخطاب جمعہ کے روز کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص مہاجرین ولین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے مسجد میں داخل ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو پکارا کہ تمہارے آنے کا یہ کونسا وقت ہے۔ اس شخص نے کہا میں کسی کام میں مشغول تھا۔ میں واپس اپنے گھر نہیں گیا یہاں تک کہ میں نے یکا یک اذان سنی۔ میں کچھ نہیں کر سکا بس وضوء کر کے آ رہا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم نے صرف وضوء ہی کیا ہے؛ جبکہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جمعہ کے دن) غسل کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

قارئین کرام ذرا غور فرمائیے کہ اگر جمعہ کا غسل نفل ہوتا یا سنت غیر موکدہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کو یہ نہ کہتے کہ صرف وضوء کر کے آ گئے ہو جب کہ تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز غسل



کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ لہذا اس حدیث سے جمعہ کے دن غسل کرنے کی فرضیت ثابت ہوئی۔

**غلط فہمی** | فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :-

نماز ظہر کا وقت زوال شمس سے دو مثل سایہ تک ہے۔

صلیٰ الظہر اذا کان ظلک ظہر کی نماز پڑھ جب تیرا سایہ تیرے  
مثلک والعصر اذا کان ظلک مساوی ہو اور عصر کی نماز پڑھ جب  
مثلک (نماز مودل سے) و موطا امام تیرا سایہ دو گنا ہو۔

(مالک)

**جواب** | قارئین کرام جناب فیض احمد صاحب کو کوئی مرفوع صحیح حدیث تو ملی نہیں انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول پر ہی اکتفا کیا اور قول کو پورا نقل نہیں کیا کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول میں ایک ایسی بات موجود ہے جو حنفی مذہب کے خلاف ہے۔ ہم انشاء اللہ آگے چل کر آپ کو بتائیں گے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ چیز ثابت شدہ ہے کہ جب کسی انسان کا سایہ اس کے برابر ہو جائے تو عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت نماز عصر پڑھا کرتے تھے۔  
(رواہ النسائی وصحیح مسلم)

اب اگر کسی صحابی کا قول حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے تو صحابی کے قول کو غلط یا بھول پر محمول کیا جائے گا۔ بظاہر حضرت ابو ہریرہؓ کا قول حدیث کے خلاف نظر آتا ہے۔ اگر ہم حضرت ابو ہریرہؓ کے قول میں اور حدیث میں تطبیق دینے کی کوشش کریں تو حضرت ابو ہریرہؓ کے

قول میں اور حدیث میں تطبیق و مطابقت ہو سکتی ہے۔  
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول مجمل ہے۔ جس کو وضاحت کی  
 سخت ضرورت ہے۔ آئیے ہم تطبیق دیتے ہوئے تفصیل بتاتے ہیں۔  
 حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ :-

ان رجلا سئل رسول الله صلى	کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
الله عليه وسلم عن وقت	وسلم سے نماز کے وقت کے بارے
الصلاة فقال له صل معنا	میں سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ
هذين يعني اليومين فلما	علیہ وسلم نے فرمایا تم دو دن ہمارے
زالت الشمس امر بلا لا فاذن	ساتھ نماز پڑھو۔ (پہلے دن) جب
ثم أمره فاقام الظهر، ثم	سورج ڈھل گیا تو رسول اللہ صلی
أمره فاقام العصر والشمس	اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم
مرتفعة بيضاء نقية، ثم	دیا (کہ وہ اذان دیں) حضرت بلالؓ
أمره فاقام المغرب حين	نے اذان دی، پھر ان کو حکم دیا کہ
غابت الشمس، ثم أمره	وہ اقامت کہیں) حضرت بلالؓ نے
فاقام العشاء حين غاب	ظہر کی اقامت کی پھر آپ نے حضرت
الشفق ثم أمره فاقام	بلالؓ کو حکم دیا کہ (وہ عصر کی اقامت
الفجر حين طلع الفجر	کہیں) تو حضرت بلالؓ نے عصر کی
فلما ان كان اليوم الثاني	اقامت کی ایسے وقت جبکہ آفتاب
أمره فأبرد بالظهر،	بلند اور سفید چمکدار تھا۔ پھر آپ نے
فأبرد بها فأنعم ان يبرد	حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ مغرب



بہا و صلی العصر والشمس  
مرتفعة اخرها فوق الذی  
کان۔ و صلی المغرب قبل ان  
یغیب الشفق، و صلی العشاء  
بعد ما ذهب ثلث الیل و صلی  
الفجر فاسفر بہا شر قال  
این السائل عن وقت الصلوة؟  
فقال الرجل انا یا رسول اللہ  
قال وقت الصلوة کربین  
ما را یتیم (صحیح مسلم باب اوقات  
الصلوات الخمس / ۲۲۸)

کی اقامت کہیں) تو حضرت بلالؓ  
نے مغرب کی اقامت کی ایسے  
وقت جبکہ آفتاب غروب ہو گیا،  
پھر آپؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا  
رکھ وہ عشاء کی اقامت کہیں) تو  
حضرت بلالؓ نے عشاء کی اقامت  
کی جس وقت شفق غائب ہو گئی  
پھر آپؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ  
وہ اقامت کہیں) تو حضرت بلالؓ  
نے فجر کی اقامت کی جس وقت  
فجر طلوع ہو گیا۔ پھر جب دوسرا دن  
ہوا تو آپؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم  
دیا کہ وہ ظہر کو ٹھنڈا کریں تو انہوں  
نے ظہر کو ٹھنڈا کیا یہاں تک کہ گرمی  
کی شدت کو توڑ دیا اور آپؐ نے عصر  
پڑھی اور سورج بلند تھا جو نماز آپؐ  
نے اس سے پہلے پڑھی تھی اس سے  
اس کو مؤخر کیا پھر آپؐ نے مغرب پڑھی  
اس سے قبل کہ شفق غائب ہوا و جب  
تہائی رات جاتی رہی تو آپؐ نے

عشاء پڑھی اور آپ نے فجر پڑھی اور  
 فجر کو اسفار میں پڑھا۔ پھر رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سائل  
 کہاں ہے (جو نماز کے وقت کے بارے  
 میں سوال کر رہا تھا) اس شخص نے کہا  
 اے اللہ کے رسول میں یہاں ہوں۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا تمہاری نمازوں کے اوقات ان  
 دونوں دن کے اوقات کے جو تم نے  
 دیکھے درمیان میں ہیں۔

”قارئین کرام منجملہ اور باتوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے  
 دن عصر کو ”مُرْتَفِعَةٌ بَيَضَاءُ نَقِيَّةٌ“ یعنی آفتاب بلند سفید خوب  
 چمکدار تھا یعنی ایک مثل پر پڑھی اور دوسرے دن عصر کو ”مُرْتَفِعَةٌ  
 بلند تھا۔ دو مثل پر پڑھا۔ اگرچہ مندرجہ بالا حدیث میں ایک مثل یاد و مثل  
 کے الفاظ نہیں ہیں مگر مندرجہ ذیل حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ جس  
 کی وضاحت ابن عباس رضی اللہ عنہ کر رہے ہیں:-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
أقمتني جبريل عند البيت	بیت اللہ کے پاس دو مرتبہ حضرت
مرتين فصلي بي الظهر حين	جبریل علیہ السلام نے میری امامت
زالت الشمس وكانت قدر	کی۔ جب سورج ڈھل گیا اور (سُنا)



الشراك و صلی بی العصر حین  
 صار ظل کل شیء مثله، و صلی  
 بی المغرب حین افطر الصائم  
 و صلی بی العشاء حین غاب شفق  
 و صلی بی الفجر حین حرم  
 الطعام والشراب علی الصائم  
 فلما کان الغد صلی بی الظهر  
 حین کان ظلک مثله و صلی  
 بی العصر حین کان ظلّه مثلیه  
 و صلی بی المغرب حین افطر  
 الصائم و صلی بی العشاء الی  
 ثلث اللیل و صلی بی الفجر  
 فاسفر شوال التفت الی فقال  
 یا محمد هذا وقت الانبیاء  
 من قبلك والوقت ما بین  
 هذین الوقتین۔ (رواه ابوداؤد  
 و الترمذی، التطبیقات للالبانی علی  
 مشکوٰۃ ۱/ ۱۸۵ قال الترمذی حدیث  
 حسن صحیح و صحیح الحاکم و الذہبی و النووی  
 و غیرهم و اسنادہ حسن لذاتہ صحیح لغیرہ)

جوتی کے تسمیہ کے برابر ہو گیا حضرت  
 جبریلؑ نے مجھے ظہر کی نماز پڑھائی اور  
 جب ہر چیز کا (سایہ) اس کے مثل  
 ہو گیا تو مجھے عصر کی نماز پڑھائی اور  
 جب روزے دار روزہ افطار کرتا  
 ہے اس وقت حضرت جبریلؑ نے مجھے  
 مغرب کی نماز پڑھائی اور جب شفق  
 غائب ہو گئی تو مجھے عشاء کی نماز پڑھائی  
 اور جب روزے دار پر کھانا اور  
 پینا حرام ہو گیا تو مجھے فجر کی نماز پڑھائی  
 پھر دوسرا دن ہوا تو جس وقت اس  
 کا سایہ اس کے مثل (ہونے کے  
 قریب ہوا) تو حضرت جبریلؑ علیہ السلام  
 نے مجھے ظہر کی نماز پڑھائی اور اس کا  
 (سایہ) جس وقت دو مثل ہوا تو حضرت  
 جبریلؑ علیہ السلام نے مجھے عصر کی نماز  
 پڑھائی اور جس وقت روزے دار  
 روزہ افطار کر لیتا ہے (اس وقت)  
 حضرت جبریلؑ نے مجھے مغرب کی نماز  
 پڑھائی اور جس وقت رات تنہائی ہو گئی

تو حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے  
عشاء کی نماز پڑھائی اور حضرت  
جبریل علیہ السلام نے مجھے فجر کی نماز  
پڑھائی اور فجر کو اسفار میں پڑھایا،  
پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے  
میری طرف منہ کیا اور فرمایا اے محمد  
(صلی اللہ علیہ وسلم) یہ انبیاء علیہم  
السلام کے اوقات نماز ہیں جو میں  
نے آپ کو بتا دیے ہیں ان دونوں  
وقتوں کے درمیان (تمہاری نمازوں  
کے بھی) اوقات ہیں۔

قارئین کرام مندرجہ بالا حدیث اوقات نماز کے سلسلہ میں واضح ہے۔  
منجملہ اور باتوں کے اس حدیث سے اس بات کی وضاحت ہوئی کہ نماز عصر  
کا وقت ایک ”مثل“ سے شروع ہوتا ہے اور دو ”مثل“ تک (یا اس سے  
زیادہ وقت) تک رہتا ہے۔ حضرت حسین بن بشیر بن سلام اپنے والد سے  
روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ :-

دخلت انا و محمد بن علی علی جابر	میں اور محمد بن علی حضرت جابر بن عبد اللہ
بن عبد اللہ الانصاری۔ فقلنا	انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں داخل
له اخبرنا عن صلوة رسول	ہوئے پھر ہم نے کہا کہ آپ ہمیں رسول اللہ
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں بتائیے۔



حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم نكلا اور  
وسلم فصلی الظهر حين زالت  
الشمس وكان الفی قدر الشراك  
ثم صلى العصر حين كان الفی  
قدر الشراك وظل الرجل  
ثم صلى المغرب حين غابت  
الشمس ثم صلى العشاء حين  
الشفق ثم صلى الفجر حين  
طلع الفجر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور  
آپ نے ظہر کی نماز ادا کی جب سورج  
ڈھل گیا اور اس کا سایہ جوتی کے  
تسمہ کے برابر تھا۔ پھر آپ نے عصر کی  
نماز ادا کی جب کسی آدمی کا سایہ  
(اس کے) قدم کے برابر ہو گیا جوتے  
کے تسمے کے سایہ کے برابر سایہ چھوڑ  
کر۔ پھر آپ نے مغرب پڑھی جس وقت  
سورج غروب ہو گیا، پھر آپ نے  
عشاء پڑھی جب شفق غائب ہوئی،  
پھر آپ نے فجر پڑھی جب فجر طلوع  
ہوئی۔

یہ اوقات پہلے دن کی نماز کے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے دوسرے دن کے نماز کے آخری اوقات بتائے :-

ثم صلی من الغد الظهر حين  
كان الظل طول الرجل، ثم  
صلى العصر حين كان ظل  
الرجل مثليه قدر ما يسير  
الراكب سيرا العتق الى ذي

پھر آپ نے دوسرے دن ظہر پڑھی  
جس وقت آدمی کا سایہ (اصلی سایہ  
کے علاوہ) اس کے برابر ہو گیا۔ پھر  
آپ نے عصر ادا کی جب آدمی کا سایہ  
دو مثل ہو گیا (اور ابھی) اتنا دن باقی

الحلیفۃ ثم صلی المغرب حین غابت الشمس، ثم صلی العشاء الی ثلث اللیل او نصف اللیل شک زیدٌ ثم صلی الفجر فاسفر (رواہ النسائی کتاب الصلوة باب آخر وقت المغرب وسندہ صحیح و رواہ صحیح نسائی للالبانی ۱/۱۱۵)

تھا کہ اگر آدمی مدینہ سے اونٹ کا سفر کرتا ہوا درمیانی چال سے چلے تو شام تک وہ ذوالحلیفہ پہنچ سکتا ہے (اور ذوالحلیفہ مدینہ سے چھ میل پر ہے) پھر آپ نے نماز مغرب ادا کی جب سورج ڈوب گیا، پھر نماز عشاء ادا کی جب تہائی رات یا نصف رات ہوئی۔ زید راوی کو شک ہے پھر نماز فجر ادا کی جب روشنی ہو گئی۔

مندرجہ بالا حدیث سے بھی یہ بات وضاحت سے معلوم ہو گئی کہ جب کسی آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو جاتا ہے تو عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور دو مثل یا اس سے بھی زیادہ دیر تک رہتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں :-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان للصلوة اولا و آخرًا وان اول وقت الظهر حين تزول الشمس وان آخر وقتها حين يدخل وقت العصر و ان اول وقت العصر حين

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کے اول اوقات بھی ہوتے ہیں اور آخری اوقات بھی ہوتے ہیں اور بے شک ظہر کا اول وقت (اس وقت ہوتا ہے) جب سورج ڈھلتا ہے اور ظہر کا آخری وقت جب ہوتا



یدخل وقتها وان آخر وقتها ہے جب عصر کا وقت داخل ہوتا ہے  
 حين تضفر الشمس ..... اور بے شک عصر کا اول وقت  
 (رواہ النسائی والترمذی والحاکم وقال (اس وقت ہوتا ہے) جس وقت  
 صحیح الاسناد و صحیح ایضاً ابن السکن) اس کا وقت داخل ہوتا ہے

اور اس کا آخری وقت وہ ہے  
 جس وقت آفتاب زرد ہو جاتا ہے۔  
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز کے اول اوقات اور آخری اوقات  
 بیان کر رہے ہیں۔ اب آپ ذرا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس پورے قول  
 پر نظر ڈالیے جو فیض احمد صاحب نے اپنی دلیل میں نقل کیا ہے۔

انہ سأل ابا هريرة عن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی  
 وقت الصلوة فقال ابو هريرة شخص نے نماز کے اوقات کے بارے  
 انا اخبرك صل الظهر اذا كان میں سوال کیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے  
 ظلك مثلك والعصر اذا كان کہا میں تجھے (اوقات نماز کے بارے)  
 ظلك مثلك والمغرب اذا میں خبر دیتا ہوں۔ تو ظہر پڑھ جب  
 غربت الشمس والعشاء ما تیرا سایہ تیرے سایہ کے برابر ہوا اور  
 بينك وبين ثلث الليل وصل عصر ادا کر جب سایہ تیرے سے دوگنا ہو  
 الصبح بغليس يعني الغلس اور مغرب ادا کر جب سورج غروب  
 (رواہ الموطا امام مالك) ہو جائے اور عشاء ادا کر جب تیرے

اور تنہائی رات کے درمیان میں جو  
 وقت ہوا اور فجر ادا کر اندھیرے میں۔

تارئین کرام ایک مثل میں سے سایہ اصلی نکال دیا جائے تو ظہر کا وقت یقیناً باقی رہتا ہے۔ جب سایہ دو مثل ہو تو سایہ اصلی نکالنے کے بعد عصر کا وقت یقیناً رہتا ہے۔ ابو ہریرہؓ کے قول میں یہ کہاں ہے کہ عصر کا وقت شروع کب ہوتا ہے۔ دو مثل پر پڑھنے سے کون انکار کرتا ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ شروع کب ہوتا ہے اور یہ چیز حضرت ابو ہریرہؓ کے اس قول میں نہیں ہے۔ وقت کب شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے یہ چیز مندرجہ بالا حدیث میں جو حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی مروی ہے ملاحظہ فرمائیے۔ مزید برآں حضرت جابر اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے جو احادیث ہم نے نقل کی ہیں ان میں بڑی وضاحت ہے، کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ کا قول مجمل ہے۔ اس لئے ان کے قول کو ان وضاحت شدہ احادیث پر محمول کیا جائیگا جن میں اوقات کے سلسلہ میں ہر چیز کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

دوسری چیز جو اس اثر میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے اس شخص کو ایک حکم یہ بھی دیا تھا کہ صَلِّ الصُّبْحِ بَغْلَسٍ یعنی صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھ۔ جس کو فیض احمد صاحب حذف کر گئے۔ ان کے نزدیک جب دو مثل پر نماز عصر پڑھنا ضروری ہے غلَس میں نماز صبح پڑھنا بھی ضروری ہوا۔ مگر فیض احمد صاحب اپنی کتاب نماز مدلل کے ص ۳ پر نقل کر آئے ہیں کہ ”إِسْفَار“ میں صبح کی نماز پڑھنا ضروری و افضل ہے۔ لہذا احناف کو اس اثر کی رو سے نماز صبح غلَس میں پڑھنا چاہیئے۔ الغرض نماز عصر کا وقت سایہ کے ایک مثل کے برابر ہوتے ہی



شروع ہو جاتا ہے۔ اگرچہ نماز عصر کا وقت ایک مثل سے لے کر دو مثل یا سورج زرد ہونے سے پہلے پہلے رہتا ہے۔ اس وقت میں نماز عصر ادا کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ البتہ احناف کا نماز عصر صرف دو مثل پر ہی ادا کرنا اور ایک مثل پر ادا نہ کرنا مذہب پرستی کی دلیل ہے اور ان کا یہ عمل خلاف سنت بھی ہے اور ایمان کے منافی بھی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر ہمیشہ ایک مثل پر پڑھا کرتے تھے یا دو مثل پر پڑھا کرتے تھے۔ الحمد للہ یہ چیز بھی احادیث صحیحہ میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:-  
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی العصر و  
الشمس مرتفعة حیث فی ذہب  
الذ اھب الی العوالی فیاتی  
العوالی والشمس مرتفعة  
(صحیح بخاری جزء ۱/ ۴۵ صحیح مسلم)  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز  
عصر ادا کرتے تھے اور آفتاب بلند  
ہوتا (اور) دھوپ خوب تیز ہوتی۔  
جانے والا مدینہ کی بلندی پر جاتا  
(اور وہاں) بلندی پر پہنچ جاتا اور  
سورج بلند ہوتا۔

قارئین کرام ”کان یصلی العصر“ فعل استمراری ہے۔ یہ چیز گرامر کے مطابق نماز عصر جلدی پڑھنے پر دلیل ہے۔

کنا نصلی العصر ثم یمخرج  
الانسان الی عمر و بن عوف  
فیجد هم یصلون العصر  
ہم عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ ہم  
میں سے کوئی عمرو بن عوف کے  
(محلہ) جاتا تھا وہ ان کو اس حال

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

میں پاتا تھا کہ وہ نماز عصر پڑھتے  
ہوتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ :-

صلی لنا رسول اللہ علیہ وسلم  
العصر فلما انصرف اتاه رجل  
من بنی سلمۃ فقال یا رسول  
اللہ انا نرید ان نخرج زوراً  
لنا ونحن نحب ان تمضی ہا  
قال نعم فانطلق وانطلقنا  
معه فوجدنا لجزور لم تنحر  
فتمرت شرقت ثم طبع  
منہا ثم اکلنا قبل ان  
تغیب الشمس (صحیح مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
ہمیں نماز عصر پڑھائی، پھر جب  
آپ نے سلام پھیرا تو ایک شخص  
بنو سلمہ سے آپ کے پاس آیا اس نے  
کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ  
وسلم ہم نے ایک اونٹنی خر کرنے کا  
ارادہ کیا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ  
آپ بھی شریک ہوں۔ آپ نے فرمایا  
اچھا۔ پھر آپ چلے اور ہم بھی آپ  
کے ساتھ چلے۔ ہم نے اونٹنی کو اس  
حال میں پایا کہ وہ خر نہیں کی گئی تھی۔  
پھر وہ خر کی گئی۔ پھر اس کے ٹکڑے  
کئے گئے۔ پھر اس کو پکایا گیا۔ پھر  
ہم نے کھایا اس سے قبل کہ سورج  
غروب ہوتا۔

قارئین کرام یہ حدیث بھی ایک مثل پر ہونے کی دلیل ہے۔ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز عصر ادا کر کے بنو سلمہ جانا۔ جلنے کا وقت،



پھر اونٹنی کو نحر کرنا، نحر کرنے کا وقت، کھال اتارنا بکڑے کرنا اور پکانے کا وقت اور پھر کھانے کا وقت لیکن سورج کا غروب نہ ہونا یہ تمام کام دو مثل سایہ ہو جانے کے بعد غروب آفتاب سے پہلے نہیں ہو سکتے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی العصر والشمس مرتفعہ وبعض العوالی من المدینۃ علی اربعۃ امیال او نحوہ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر ادا کیا کرتے تھے اور سورج بلند ہوتا دھوپ خوب تیز ہوتی، کوئی جانے والا مدینہ کی بلندی پر جاتا پھر ان لوگوں کے پاس ایسے وقت پہنچ جاتا تھا سورج بلند ہوتا اور مدینہ کی بعض عوالی چار میل کے لگ بھگ تھی۔

قارئین کرام مدینہ کی بلندی پر چار میل پیدل جانے کے باوجود بھی سورج بلند اور صاف تھا یہ چیز بھی قابل غور ہے۔ مزید برآں جناب فیض احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ”ائمۃ ثلاثہ“ اور صاحبین کی تحقیق میں ظہر کا وقت ایک مثل ہے۔ (نماز مدلل ص ۱۱) یعنی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور امام محمد اور قاضی ابو یوسف کا کہنا ہے کہ ظہر کا آخری وقت ایک مثل تک رہتا ہے۔ ایک مثل پر عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

جناب قارئین ان ائمۃ رحمۃ اللہ علیہم کی تحقیق احادیث نبوی سے کس قدر مطابق ہے اور یہی ہمارا کہنا ہے۔ الغرض امام ابو حنیفہ کے دو شاگردوں کا متفق علیہ فیصلہ ہے کہ نماز عصر کا وقت ایک مثل سے شروع

ہوتا ہے اور یہ حنفی مذہب کے لئے ان کے گھر کی گواہی ہے اور امام ابو حنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے۔ (ہدایہ)  
غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب لکھتے ہیں :-

”کہ اذان میں ترجیع نہیں ہے“ (نماز مدلل ص ۵)

جواب | قارئین کرام جناب فیض احمد صاحب کا یہ کہنا کہ اذان میں ترجیع نہیں ہے محض گمان اور قیاس پر مبنی ہے۔ جناب فیض احمد صاحب کا یہ کہنا کہ ترجیع والی اذان حضرت ابو محمد ورہ رضی اللہ عنہ کے لئے ہی مخصوص ہے۔ محض یہ بھی قیاس ہے۔ ”جناب فیض احمد صاحب کا کہنا کہ توحید اور رسالت کا عقیدہ راسخ کرنے کے لئے انکو ترجیع کا حکم دیا گیا“ محض گمان ہے۔ ان کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں جیسا کہ اخاف کا طریقہ ہے کہ جب ان کو کسی سنت پر عمل نہیں کرنا ہوتا تو قیاس آرائیاں کر کے اس سنت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ کچھ اسی قسم کا روئے اس حدیث کے ساتھ بھی کیا جا رہا ہے۔

آئیے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جس کو ابو محمد ورہ رضی اللہ عنہ روایت کر رہے ہیں مطالعہ کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مجیر بزکتنے ہیں کہ :-

کان یتیمانی جرابی محدورة	انہوں نے حضرت ابو محمد ورہ رضی
حين جہزہ الی الشام قال	اللہ عنہ کی گود میں پرورش پائی،
فقلت لابی محدورة یا عترانی	جس وقت شام کے لئے انہوں نے
خارج الی الشام واخشی ان	ان کا سامان سفر تیار کیا۔ وہ کہتے



اسئل عن تاذینک۔

ہیں میں نے حضرت ابو محمدؑ سے  
کہا اے چچا میں شام کی طرف جا رہا  
ہوں اور مجھے ڈر ہے کہ مجھ سے  
آپ کی اذان کے بارے میں سوال  
کیا جائے گا۔

یعنی مجھے وہ ترجیح والی اذان بتائیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
آپ کو سکھائی تھی۔ اگر یہ اذان مخصوص ابو محمدؑ اور رضی اللہ عنہ کے لئے ہوتی  
تو کیا وہ یہ اذان عبد اللہ کو سکھاتے؟

ان ابا محمدؑ قال له نعم  
خرجت في نفر فكتا ببعض  
طريق حنين فقفل رسول  
الله صلي الله عليه وسلم  
من حنين فلقينا رسول الله  
صلي الله عليه وسلم ببعض  
الطريق فاذن مؤذن رسول  
الله صلي الله عليه وسلم  
فسمعنا صوت المؤذن ونحن  
متنكبون ، فصرخا نحببه  
ونستهزئ به فسمع رسول  
الله صلي الله عليه وسلم

حضرت ابو محمدؑ رضی اللہ عنہ نے  
کہا اچھا (سکھاتا ہوں) ابو محمدؑ  
کہتے ہیں کہ میں لوگوں میں نکلا اور  
ہم حنین کے بعض راستے میں تھے ،  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین  
سے واپس آرہے تھے۔ پھر راستہ  
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ہم سے ملاقات کی۔ پھر رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن  
نے نماز کے لئے اذان دی۔ پھر  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے  
ہم نے مؤذن کی اذان سنی۔ اس حال

الصوت فارسل الينا ان  
 وقفنا بين يديه قال رسول  
 الله صلى الله عليه وسلم اياكم  
 الذي سمعت صوتہ تدارقع  
 فاشار القوم كلهم الى و  
 صدقوا فارسل كلهم و  
 حسبني فقال ثم فاذن  
 بالصلوة فقامت ثم دعاني  
 حين قضيت التاذين فاعطاني  
 صرة فيها من فضة ثم وضع  
 يده على ناصيته ابي محذورة  
 ثم مرها على وجهه مرتين  
 ثم مرتين على يديه ثم على  
 كبده ثم بلغت يد رسول  
 الله صلى الله عليه وسلم  
 سررة ابي محذورة ثم قال  
 رسول الله صلى الله عليه و  
 سلم بارك الله فيك فقلت  
 يا رسول الله مرفي بالتاذين  
 بمكة ، فقال قد امرتك به

میں کہ ہم کو دتے پھاندتے چلے جا رہے  
 تھے۔ پھر ہم چیخ چیخ کر اذان دینے  
 لگے اور ہم ہنس بھی رہے تھے۔ رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری آواز  
 سنی۔ آپ نے ہمیں طلب کیا ہم آپ  
 کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم  
 میں سے وہ کون ہے جس کی آواز  
 میں نے سنی ہے؟ وہ یقیناً بلند  
 آواز تھی۔ تمام لوگوں نے میری طرف  
 اشارہ کیا اور انہوں نے سچ کہا۔  
 پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 تمام لوگوں کو واپس بھیج دیا اور مجھے  
 روک لیا۔ پھر آپ نے فرمایا کھڑے  
 ہو جاؤ اور نماز کے لئے اذان دو۔  
 پھر میں کھڑا ہوا (اور میں نے اذان  
 دی) جس وقت میں نے اذان پوری  
 کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں کچھ چاندی  
 تھی۔ پھر آپ نے اپنا دست (مبارک)



وذهب كل شيء كان لرسول  
الله صلى الله عليه وسلم  
من كراهية وعاد محبة  
رسول الله صلى الله عليه  
وسلم (رواه النسائي وابوداؤد و  
ابن ماجه وسنده حسن وصحيح الحديث،  
رواه ايضا احمد وابوداؤد والدارقطني  
والحاكم والطبراني والشافعي والبيهقي  
وقال الترمذي حديث حسن صحيح تلخيص  
ابن ۲۰۰/۱) الحديث ثابت في غير  
صحيح البخاري لكن في رواية المصنف  
زيادة وسنده صحيح ورجالها ثقات  
مجمع الزوائد

میری پیشانی پر رکھا پھر آپ نے  
اپنا دست (مبارک) دو مرتبہ میرے  
چہرہ پر پھیرا، پھر دو مرتبہ اپنا دست  
(مبارک) ہاتھوں پر (پھیرا) پھر  
دو مرتبہ جگر پر پھیرا۔ پھر رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ  
تمہیں برکت عطا فرمائے میں نے کہا  
اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم  
آپ مجھے حکم دیجئے کہ میں مکہ میں اذان  
(ترجیع دوں، رسول اللہ صلی اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں  
حکم دیتا ہوں کہ تم مکہ میں اذان دو  
پھر میرے اندر سے ہر وہ چیز جو  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
بارے میں ناشائستہ تھی وہ سب  
جاتی رہی اور محبت رسول صلی اللہ  
علیہ وسلم لوٹ آئی۔

فقد مات علي عتاب بن أسيد  
عامل رسول الله صلى الله عليه  
وسلم بمكة فاذا نت محه  
پھر میں عتاب بن اسید عامل رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ  
میں پہنچا تو میں نے حکم رسول اللہ

بالصلوة عن امر رسول الله صلى الله عليه وسلم کے مطابق ان  
 صلى الله عليه وسلم (رداء الناس) کے ساتھ نماز کی اذان دی۔  
 وابوداؤد وابن ماجہ وصحیح ابن حبان  
 والبیہقی وسندہ حسن

قارئین کرام جو توجیہ جناب فیض احمد صاحب نے اس حدیث کی کی  
 ہے وہ محض قیاس آرائی اور سنت کو چھوڑنے کا بہانہ ہے۔ ورنہ مندرجہ  
 بالا حدیث میں ان کی توجیہ کہیں نہیں ملتی۔ آپ کے سامنے عبارت اور  
 ترجمہ موجود ہے۔ آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ جو مطلب جناب فیض احمد  
 صاحب نے نکالا ہے کیا وہ صحیح ہے؟ ظاہر ہے کہ وہ صحیح نہیں ہے۔ اگر یہ  
 اذان خاص ہوتی تو جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت ابو محذورہؓ  
 سے کہا تھا کہ ترجیع والی اذان مجھے سکھا دیجئے تو ان کو کہنا چاہیے تھا کہ  
 یہ اذان تو میرے لئے خاص ہے میں تمہیں نہیں سکھا سکتا۔ پھر حضرت  
 ابو محذورہؓ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ کہتے کہ آپ مجھے ترجیع  
 والی اذان کے لئے مکہ شریف میں مقرر کریجئے یا اگر ابو محذورہؓ نے یہ بات  
 کہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنا چاہیے تھا کہ اے ابو محذورہؓ  
 ترجیع والی اذان صرف تمہارے لئے ہی مخصوص ہے۔ بہر حال ترجیع  
 والی اذان نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص کی اور نہ حضرت  
 ابو محذورہؓ نے خاص کی، جناب فیض احمد صاحب بلاوجہ خاص کر کے  
 ایک سنت کو چھوڑنے پر تلے ہوئے ہیں۔

الغرض اذان ترجیع دینا عین سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے



مسلل نہیں تو کبھی کبھی ضرور دینی چاہئے اور اس سنت کو زندہ کرنا چاہئے جس کو لوگ چھوڑ بیٹھے ہیں۔ مگر الحمد للہ جماعت المسلمین اس سنت پر عمل پیرا ہے اور مردہ سنت زندہ کر رہی ہے۔ جناب فیض احمد صاحب سے گزارش ہے کہ وہ ایسے فتوؤں سے گریز کریں جس سے لوگ گمراہ ہو جائیں اور اس حدیث کے مصداق بن جائیں کہ ضَلُّوا فَاَضَلُّوا (صحیح بخاری) یعنی خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ غلط فہمی جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :-

اقامت کے سترہ کلمات ہیں۔

① حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمہ الاقامة سبع عشرة كلمة (نماز مدلل ص ۶۱) سترہ کلمات کی تعلیم دی۔

② حضرت ابو محذورہ کی مرفوع حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اقامت کے سترہ کلمات کی تعلیم دی۔ (نماز مدلل ص ۶۲)

③ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں فرشتہ سے اذان و اقامت سنی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصویب و تائید فرمائی تھی۔ اس مرفوع حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں :-

فاذن مثنی مثنی واقام کہ اذان دو دو کلمے کہی اور اقامت مثنی مثنی (نماز مدلل ص ۶۳) دو دو کلمے کہی۔

④ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں اذان کا ذکر

ہے۔ اس کے بعد ہے :-

ثم قام فقال مثلها الا انه زاد بعد ما قال حتى على الفلاح قد قامت الصلوة (حوالہ مذکور)

یعنی کہ فرشتہ نے اذان کے کلمات کے برابر اقامت کے کلمات کہے۔ لیکن حتیٰ علی الفلاح کے بعد قد قامت الصلوة کا اضافہ کیا۔

⑤ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا فرشتہ والی حدیث ایک اور سند سے یوں مروی ہے :-

أنه رأى الاذان مثني مثني والاقامة مثني مثني قال فأتيت النبي صلى الله عليه وسلم فاخبرته فقال علمت بلائاً (حوالہ مذکور)

کہ حضرت عبداللہ بن زید نے خواب میں اذان کے کلمات دو دو دفعہ اور اقامت کے کلمات دو دو دفعہ سنے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت بلال کو ان کلمات کی تعلیم دو۔

⑥ حضرت اسود تابعی فرماتے ہیں :-

ان بلائاً كان مثني الاذان و مثني الاقامة (نماز ندل ص ۱۷۷)

حضرت بلال اذان اور اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہتے تھے۔

⑦ حضرت ابو جحیفہ فرماتے ہیں :-



ان بلا لا کان یوذن للنبی صلی  
 اللہ علیہ وسلم مثنی مثنی  
 و یقیم مثنی مثنی (حوالہ مذکور)  
 حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اذان  
 (کے کلمات) دو دو دفعہ کہتے تھے  
 اور اقامت کے (کلمات) دو دو  
 دفعہ کہتے تھے۔

⑧ حضرت عبدالعزیز فرماتے ہیں :-

سمعت ابا محمد و رة یوذن  
 مثنی مثنی و یقیم مثنی مثنی  
 (حوالہ مذکور)  
 یعنی حضرت ابو محمد و رة اذان دو  
 دو دفعہ اور اقامت دو دو دفعہ  
 کہتے تھے۔

⑨ حضرت سوید فرماتے ہیں :-

سمعت بلا لا یوذن مثنی و  
 یقیم مثنی (نماز مدلل ص ۲۵)  
 یعنی حضرت بلال اذان دو دو  
 دفعہ اور اقامت دو دو دفعہ کہتے  
 تھے۔

⑩ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث ہے :-  
 مثنی الاقامة (حوالہ مذکور) کہ حضرت سلمہ اقامت دو دو دفعہ  
 کہتے تھے۔

⑪ حضرت ابراہیم فرماتے ہیں :-

کان ثوبان یوذن مثنی و  
 یقیم مثنی (حوالہ مذکور)  
 حضرت ثوبان اذان دو دو دفعہ  
 اور اقامت دو دو دفعہ کہتے تھے۔  
جوابات | قارئین کرام اب آپ سلسلہ وار جوابات ملاحظہ فرمائیے :-

حدیث ① اور حدیث ② جو حضرت ابو محمد ذرہؓ سے مروی ہیں جس میں یہ الفاظ مذکور ہیں کہ "اقامت کے الفاظ سترہ" ہیں۔ یہ الفاظ صرف ترجیع والی اذان کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جب اذان کے کلمات ترجیع والے ہوں گے تو اقامت دو دو مرتبہ ہوگی اور اگر اذان کے کلمات ترجیع والی اذان کے نہیں ہوں گے تو اقامت کے الفاظ ایک ایک مرتبہ ہوں گے۔ لہذا حضرت ابو محمد ذرہؓ والی حدیث جو ترجیع کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے وہ حدیث صحیح ہے۔ مگر وہ حدیث احناف کی دلیل نہیں بنتی۔ حضرت ابو محمد ذرہؓ والی حدیث کو دلیل بنانا محض دھوکا اور فریب دینا ہے۔

حدیث ③ جو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، مخدوش ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں۔ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ لم یسمع من عبداللہ بن زید یعنی عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے حضرت عبداللہ بن زید سے کچھ نہیں سنا مزید برآں ابن ابی لیلیٰ ہو محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کان قاضی الکوفۃ ولم یسمع من ابیہ شیئاً الا انہ یروی عن رجل عن ابیہ (رواہ الترمذی ۳۷۲/۱) یعنی ابن ابی لیلیٰ وہ محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ہیں یہ کوفہ کے قاضی تھے انہوں نے اپنے باپ سے کچھ نہیں سنا مگر وہ روایت کرتے ہیں عن رجل عن ابیہ۔ لہذا یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ مزید برآں امام احمد محمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

ومایؤید ایضاً قول الدارقطنی اور اس بات کی تائید امام دارقطنی بعد روایتہ من طریق ابی سعید کے قول سے (بھی) ہوتی ہے ابوسعید



الاشج کے طریق سے روایت کرنے کے  
 بعد اسی سند کو وہاں نکالا ہے (کہتے  
 ہیں) ابن ابی لیلیٰ یہ قاضی محمد بن  
 عبد الرحمن ہیں۔ ضعیف الحدیث ہیں۔  
 خراب حافظہ کے ہیں اور ابن ابی  
 لیلیٰ یعنی عبد الرحمن ان کی سماعت  
 عبد اللہ بن زیدؓ سے ثابت نہیں  
 ہے اور کہتے ہیں اعش اور المسعودی  
 عن عمرو بن مرہ عن ابن ابی لیلیٰ عن معاذ  
 بن جبل (یہ سند بھی) ثابت نہیں ہے  
 اور ثوری اور شعبہ نے عمرو بن مرہ  
 اور حسین بن عبد الرحمن اور ابن ابی  
 لیلیٰ سے جو روایت کیا ہے حقیقت  
 میں وہ مرسل ہے۔

الترمذی ۱/۳۷۲ (۳۷۲/۱)

علاوہ ازیں اکثر ائمہ نے محمد بن ابی لیلیٰ کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے  
 تہذیب التہذیب ۹/۳۰۲ الغرض یہ حدیث بھی کالعدم ہے۔

حدیث (۴) یہ حدیث بھی حضرت عبد اللہ بن زید سے مروی ہے۔  
 مگر ضعیف ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی "المسعودی" ہیں۔  
 ان کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا۔ اب یہ نہیں معلوم ہوتا کہ حافظہ  
 خراب ہونے کے بعد یہ حدیث روایت کی ہے یا حافظہ صحیح کی حالت

میں اور اس راوی کے بارے میں امام دارقطنی کا قول اوپر گزر چکا ہے  
لہذا یہ حدیث ضعیف ہے۔

حدیث (۵) یہ حدیث بھی حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے۔  
مگر یہ حدیث بھی معلول ہے۔ ابوبکر بن عیاش ان کا حافظ آخری عمر میں  
خراب ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں حافظہ بگڑنے کے بعد یہ حدیث روایت کی  
ہے یا حافظہ صحیح ہونے کی حالت میں۔ (تقریب التقریب) امام حاکم اور  
امام بیہقی لکھتے ہیں المر وایات عن عبد اللہ بن زید فی هذا  
الباب کلھا منقطعة (نیل الاوطار ۲/۱۰۷) یعنی عبداللہ بن زید سے  
اس باب میں جتنی بھی روایات ہیں سب منقطع ہیں۔ لہذا یہ حدیث بھی بے کار  
ہے۔

حدیث (۶) یہ حدیث حضرت سلمہ بن اکوع سے مروی ہے اور  
یہ اثر بھی ضعیف ہے۔ اس اثر کی سند میں ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع  
الانصاری ابواسحاق المدنی ضعیف ہے۔ (تقریب التقریب) امام ابن  
معین کہتے ہیں یہ ضعیف ہے بلکہ کچھ بھی نہیں ہے۔ ابوحاتم کثیر الوہم لیس  
بالتقوی کہتے ہیں، امام بخاری کثیر الوہم کہتے ہیں، امام نسائی بھی ابراہیم بن  
اسماعیل کو ضعیف کہتے ہیں۔ ابن عدی ضعیف کہتے ہیں، امام حاکم کہتے  
ہیں یہ قوی نہیں ہے، امام ابوداؤد ضعیف و متروک الحدیث کہتے ہیں،  
امام ابن حبان کہتے ہیں کہ ابراہیم بن اسماعیل اسناد کو خلط ملط کر دیا کرتا  
تھا اور مراسیل کو مرفوع کر دیا کرتا تھا۔ (تہذیب التہذیب)

اثر (۷) یہ اثر اسود بن یزید سے مروی ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت



بلالؓ اذان اور اقامت کے الفاظ دو دو مرتبہ کہتے تھے۔ یہ اثر بھی منقطع ہے۔ امام ابن جوزی "التحقیق" میں کہتے ہیں۔ اسود نے بلالؓ کو نہیں پایا۔ (نصب الراية جزء اول / ۲۶۹) لہذا یہ اثر بھی ضعیف ہے۔

اثر (۸) یہ اثر ابو جحیفہؓ سے مروی ہے کہ حضرت بلالؓ اذان اور اقامت کے الفاظ دو دو مرتبہ کہتے تھے۔ یہ اثر بھی منکر ہے۔ زیاد بن عبد اللہ البکائی صدوق ثبت فی المغازی (تقریب) یعنی یہ سچا ہے اور مغازی میں ٹھیک ہے۔ وفی حدیثہ عن غیر ابن اسحاق لین (تقریب) ابن اسحاق کے علاوہ اس کی حدیث میں کمزوری ہوتی ہے۔ اس لئے امام بخاری نے اس سے مفرونا روایت کیا ہے۔ (تقریب التقریب و تہذیب التہذیب) یحییٰ بن معین امام نسائی اور امام ابوداؤد ضعیف کہتے ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں فاحش الخطاء کثیر الوہم لا يجوز الاحتجاج بخبرہ اذا انفرد (تہذیب) یعنی فحش غلطی کرتا ہے اور بہت زیادہ وہمی ہے۔ جب منفرد روایت کرے تو اس سے حجّت (بالکل) جائز نہیں۔ ابن مدینی ضعیف کہتے ہیں اور دوسرے ائمہ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے، دین مناکیرہ، اور اس سے منکر روایات بھی مروی ہیں۔ ان میں سے یہ روایت بھی منکر ہے کہ حضرت بلالؓ دو دو مرتبہ اذان اور اقامت کے الفاظ کہا کرتے تھے (میزان الاعتدال ۲/ ۹۱) لہذا یہ الفاظ منکر ہیں۔ ناقابل احتجاج ہیں۔ یہ الفاظ بھی اس سے منقول ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خندق کو کوئی نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا وغیرہ وغیرہ (میزان الاعتدال)

اثر ⑨ جو عبدالعزیز بن رُفیع سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو محذورہ کو دو دو مرتبہ اذان کے کلمات اور دو دو مرتبہ اقامت کے کلمات کہتے ہوئے سنا ہے۔ مگر یہ اثر بھی منقطع اور ضعیف ہے۔ امام بیہقی نے امام حاکم کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اَنَّ عَبْدَ الْعَزِيزِ لَمْ يُدْرِكْ اَبَا مُحَمَّدٍ وَرَقَةَ (نصب الراية ۱/ ۲۶۹) یعنی عبدالعزیز نے ابو محذورہ کو نہیں پایا۔ لہذا یہ اثر منقطع ہے۔ مزید برآں اس اثر کی سند میں ایک اور علت بھی موجود ہے۔ شریک بن عبد اللہ النخعی الکوفی، القاضی بوانسط، ثم الکوفی، ابو عبد اللہ صدوق یخطئ کثیراً، تغیر حفظہ منذ ولی القضاء بالکوفة (تقریب التقریب) شریک بن عبد اللہ سچے ہیں۔ مگر بہت زیادہ غلطیاں کرتے ہیں۔ جب سے کوفے کے قاضی بنے ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ عبدالحق کہتے ہیں (تہذیب) پھر ان کے پاس منکر روایات بھی ہیں اور یہ روایت بھی منکر ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو محذورہ کو حکم دیا تھا ان یقیمواحدةً واحدةً (رواہ الدارقطنی وحسنہ، فتح الباری ۸۲/۲) یعنی یہ کہ اقامت کے الفاظ ایک ایک مرتبہ کہیں یعنی جب اذان بغیر ترجیع کے ہوگی تو ایسی اذان کے ساتھ اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ کہے جائیں گے اور اگر اذان ترجیع والی ہوگی تو اقامت کے الفاظ دو دو مرتبہ کہے جائیں گے کیونکہ ترجیع والی اذان کے ساتھ اقامت کے الفاظ دو دو مرتبہ مخصوص ہیں۔



نوٹ :- یہ بات یاد رہے کہ امام مسلم نے شریک بن عبداللہ سے متابعت میں روایت لی ہے۔ (تہذیب)

اثر ⑩ یہ اثر سوید بن غفلہ سے مروی ہے۔ سوید کہتے ہیں میں نے حضرت بلالؓ کو دو دو مرتبہ اذان کے کلمات اور دو دو مرتبہ اقامت کے کلمات کہتے ہوئے سنا ہے۔ من رواية سوید بن غفلة ان بلالاً کان یثنی الاذان والاقامة وادعی الحاکم فیہ الا نقطاع۔ (تلخیص ابن حجر، نصب الراية وتیل الادطار) یعنی سوید بن غفلہ کہتے ہیں بلال رضی اللہ عنہ دو دو مرتبہ اذان اور اقامت کہتے تھے۔ امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ اثر منقطع ہے۔ مگر حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ طحاوی کی روایت میں سمعت بلالاً ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوید نے بلالؓ سے سنا ہے۔ (تیل الادطار)

پھر یہ اثر صحیح بخاری و صحیح مسلم کے بھی خلاف ہے کیونکہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ کہتے رہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ کہتے رہیں سوائے قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ کے۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ فرماتے ہیں کہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کے	کان بلال یثنی الاذان و
الفاظ دو دو مرتبہ کہا کرتے تھے اور	یوتر الاقامة الا قوله قد
اقامت کے الفاظ ایک ایک مرتبہ	قامت الصلوة قد قامت
کہا کرتے تھے سوائے قَدْ قَامَتِ	الصلوة (رواہ عبدالرزاق فی مصنفہ

۴۶۲/۱ فتح الباری ۲/۸۲ سندہ الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ کے۔  
(صحیح متصل)

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں :-

أمر بلال أن يشفع الأذان حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا  
ويوتر الإقامة (رواه عبد الرزاق) گیا کہ اذان کے الفاظ دو دو مرتبہ  
فی مصنفہ وسندہ صحیح) کہے اور اقامت کے الفاظ ایک  
ایک مرتبہ کہے۔

الغرض سوید بن غفلہ سے جو اثر مروی ہے۔ وہ صحیح مرفوع احادیث  
کے بھی خلاف ہے۔ لہذا کالعدم ہے۔

اثر ⑪ یہ اثر ابراہیم نخعی سے مروی ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ حضرت  
ثوبانؓ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ اور اقامت کے الفاظ دو دو دفعہ  
کہتے تھے۔ یہ اثر بھی ضعیف ہے۔ حماد بن سلمہ مختلف فیہ ہیں۔ ابن سعد  
کہتے ہیں کہ کان ثقة ماموناً کثیر الحدیث (تہذیب التہذیب)  
حماد ثقہ ہیں۔ مامون کثیر الحدیث ہیں

مزید برآں امام حاکم کہتے ہیں کہ امام مسلم نے حماد بن سلمہ  
کی روایت صحیح مسلم میں ثابت نبائی کے طرق سے لی ہے اور وہ بھی شواہد  
کی بنیاد پر یعنی جب حماد بن سلمہ اکیلے روایت کرتے ہیں تو ان کی روایت  
کو نہیں لیتے۔ علاوہ ازیں محمد بن سنان بن یزید القزازی ضعیف ہے (تقریب  
التقریب) محمد بن خزیمہ بھی مختلف فیہ ہیں۔ (لسان المیزان ۵/۱۵۲)  
طحاوی ثقہ کہتے ہیں اور ابن عساکر ضعیف شمار کرتے ہیں۔ مزید برآں اس



کی احادیث ملتبس بھی ہوتی ہیں۔ لہذا یہ اثر بھی محدود ہے۔  
 قارئین کرام اس سلسلہ کی ایک اور روایت جو ترمذی اور ابوداؤد  
 میں ہے۔ وہ بھی ضعیف اور منقطع ہے۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ  
 عنہ کہتے ہیں :-

کان اذان رسول اللہ صلی اللہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی اذان  
 علیہ وسلم شفعاً شفعاً فی کے کلمات اور اقامت کے کلمات  
 الاذان والاقامة (رواہ الترمذی دود دفعہ ہوتے تھے۔  
 والوداؤد)

محمد بن ابی یلی ضعیف ہیں۔ (تہذیب، تقریب) اور عبدالرحمن ابن  
 ابی یلی نے حضرت عبداللہ بن زید کو نہیں پایا۔ (تہذیب التہذیب) امام  
 ترمذی لکھتے ہیں۔ عبدالرحمن ابن ابی یلی لم یسمع من عبداللہ بن زید۔  
 (الجامع الصیح ترمذی ۳۷۲/۱) یعنی عبدالرحمن ابن ابی یلی نے حضرت عبداللہ  
 بن زید کو نہیں پایا۔ امام حاکم اور امام بیہقی تحریر کرتے ہیں کہ الروایات  
 عن عبداللہ بن زید فی هذا الباب کلها منقطعة (تلخیص ابن حجر و نیل  
 الاوطار) یعنی اس باب میں عبداللہ بن زید سے جتنی بھی روایات ہیں وہ  
 سب منقطع ہیں۔ یہی بات امام ترمذی اور دوسرے ائمہ نے کی ہے۔  
 مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیے :-

اقامت کے الفاظ ایک ایک مرتبہ کہے جائیں | دلائل درج ذیل ہیں۔  
 جو صحیح ترین احادیث سے ثابت ہیں ① حضرت انس  
 رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

امر بلال ان یشفع الا ذات و حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا  
ان یوتر الاقامة (صحیح بخاری و صحیح مسلم)  
گیا کہ وہ اذان کے الفاظ دو مرتبہ  
اور اقامت کے الفاظ ایک ایک  
مرتبہ کہیں سوائے قد قامت الصلوٰۃ  
کے۔

حضرت بلالؓ کو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی دیا تھا۔  
اس کا ثبوت بھی موجود ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
أَمَرَ بِلَالًا (رواہ النسائی وابن حبان والحاکم و تلمیض ابن حجر ۱/۱۹۸)

② کان بلال یثنی الاذان حضرت بلال رضی اللہ عنہ دو مرتبہ  
ویوتر الاقامة الا قوله قد اذان کے (الفاظ) اور ایک ایک  
قامت الصلوٰۃ (رواہ عبد الرزاق مرتبہ اقامت کے (الفاظ) کہا کرتے  
والبووانہ وسندہ صحیح متصل فتح الباری) تھے سوائے قد قامت الصلوٰۃ  
کے۔

③ حضرت عبداللہ بن زید بن عبد ربہ کہتے ہیں :-

لما امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالناقوس لیضرب  
به للناس فی الجمع للصلوٰۃ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ناقوس کا حکم دیا تاکہ بجا کر اس  
کے ذریعہ سے تمام لوگوں کو نماز کے  
لئے جمع کیا جائے (اور ایک روایت  
میں ہے کہ اس کے بجانے سے نصاریٰ  
کی موافقت ہو رہی تھی جس کو آپ  
رجل یممل ناقوسا فی یدہ



فقلت له يا عبد الله اتبع  
 الناقوس قال ما تصنع به؟  
 قال فقلت تدعوا به الى  
 الصلاة قال افلا أدلك؟  
 قال فقلت له بلى قال نقول  
 برا سمجھ رہے تھے اس حال میں کہ میں  
 سو رہا تھا (کیا دیکھتا ہوں کہ ایک  
 آدمی نے میرا چکر لگایا اس کے ہاتھ  
 میں ناقوس ہے۔ میں نے اس سے  
 کہا اے اللہ کے بندے کیا تم ناقوس  
 بیچو گے؟ اس نے کہا تم اس کا کیا  
 کرو گے۔ میں نے کہا ہم اس کے ذریعہ  
 نماز کے لئے بلائیں گے۔ اس نے  
 کہا کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز  
 نہ بتاؤں؟ کہا تم یہ کلمات پڑھو:-

اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر،  
 اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان  
 لا الہ الا اللہ، اشہد ان محمداً رسول اللہ،  
 اشہد ان محمداً رسول اللہ، حتی علی الصلوۃ،  
 حتی علی الصلوۃ، حتی علی الفلاح، حتی علی  
 الفلاح، اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ

ثم استأخر غیر بعید ثم  
 قال تقول اذا اقيمت الصلاة  
 پھر اس نے کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد  
 کہا جب اقامت کہی جائے تو تم  
 یہ کلمات کہا کرو۔

اللہ اکبر اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ الا اللہ،

اشهد ان محمداً رسول الله ، حتى على الصلوة ،  
حتى على الفلاح ، قد قامت الصلوة ، قد قامت  
الصلوة ، الله اكبر الله اكبر ، لا اله الا الله ،

فلما اصبحت اتيت رسول  
الله صلى الله عليه وسلم  
فاخبرته بما رايت فقال  
انها لروية حق ان شاء  
الله فقم مع بلال فاق عليه  
ما رايت فليؤذن به قال  
فسمع بذلك عمر بن الخطاب  
وهو في بيته فخرج يجر دأه  
يقول والذي بعثك بالحق  
لقد رايت مثل الذي ارى  
قال رسول الله صلى الله عليه  
وسلم قل لله الحمد ( اخرجه ابن ماجه  
وابن خزيمة وابن حبان والبيهقي وسنن  
صحيح )

پھر جب میں نے صبح کی تو میں رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ جو  
کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا اس  
کی آپ کو خبر دی۔ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انشاء اللہ  
یہ خواب سچا ہے۔ تم بلالؓ کے ساتھ  
کھڑے ہو جاؤ اور جو کچھ تم نے دیکھا  
ہے وہ بلالؓ کو سکھا دو ان کو چاہئے  
کہ ان کلمات سے اذان دیں۔ یہ  
اذان عمر بن الخطاب نے سنی اور وہ  
اپنے گھر میں تھے۔ وہ نکلے اس حال  
میں کہ وہ اپنی چادر کو گھسیٹے چلے  
آ رہے تھے اور کہہ رہے تھے اس  
ہستی کی قسم جس نے آپ کو حق کے  
ساتھ مبعوث کیا ہے میں نے بھی وہی  
دیکھا جو ان کو دکھایا گیا۔ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر



تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

اگرچہ یہ سند بالکل صحیح ہے مگر ہم مزید وضاحت کرتے ہیں :-

قال محمد بن یحییٰ الذہلی  
لیس فی اخبار عبد اللہ بن زید  
اصح من حدیث مسند بن  
اسحاق عن محمد بن ابراہیم  
التیمی یعنی ہذا لان محمدًا  
قد سمع من ابيه عبد الله بن  
زید، وقال ابن خزيمة في  
صحیہ ہذا حدیث صحیح ثابت  
من جهة النقل لان محمدًا  
سمع من ابيه وابن اسحاق  
سمع من التیمی ولس هذا  
مما دلّٰسہ

محمد بن یحییٰ الذہلی کہتے ہیں کہ عبد اللہ  
بن زید کی تمام خبروں میں جو محمد بن  
اسحاق سے مروی ہیں۔ اس سے  
زیادہ صحیح کوئی حدیث نہیں ہے محمد  
بن ابراہیم التیمی سے یعنی (یہ حدیث  
اس لئے زیادہ صحیح ہے) کہ محمد بن عبد اللہ بن  
زید نے خود اپنے والد سے سنا ہے اور ابن  
خزیمہ نے اپنی صحیح میں کہا ہے۔ یہ  
حدیث صحیح اور ثابت ہے اور مختلف  
طرق سے مروی ہے۔ اس لئے کہ محمد  
بن عبد اللہ بن زید نے خود اپنے والد  
سے سنا ہے اور ابن اسحاق نے  
تیمی سے سنا ہے اور (ابن اسحاق)  
کی تدلیس کا وہ خدشہ جو انہوں نے  
کی ہے دور ہو گیا۔

قد صحح هذه الطريقة  
البخاری فیما حکاہ الترمذی  
فی العلل عنه۔  
اور اس سند کو جیسا کہ امام ترمذی  
نے اپنی علل میں بیان کیا ہے کہ  
امام بخاری نے بھی صحیح کہا ہے۔

مزید ملاحظہ فرمائیے :-

واخرج الطريق الثانية منه  
الحاكم وقال هذه امثل  
الروايات في قصة عبد الله  
بن زيد لان سعيد بن المسيب  
قد سمع من عبد الله بن زيد  
ورواه يونس ومعمرو وشعيب  
وابن اسحاق عن الزهري  
ومتابعة هؤلاء لمحمد بن  
اسحاق عن الزهري ترفع احتمال  
التدليس الذي تحتمل  
عن عنة ابن اسحاق (بلوغ الاماني

اور دوسری سند کو امام حاکم نے ان  
سے نکالا ہے اور کہا ہے کہ عبد اللہ  
بن زید کی تمام مرویات میں اس سے  
بہتر سند نہیں ہے۔ اس لئے کہ سعید  
بن مسیب نے خود عبد اللہ بن زید سے  
سنا ہے، اس حدیث کو یونس و عمر  
و شعیب نے بھی روایت کیا ہے۔  
اس طرح ان حضرات نے محمد بن اسحاق  
کی متابعت کی ہے اور ابن اسحاق  
کی عنعنہ نے جس تدلیس کو جنم دیا تھا  
اس تدلیس کو دور کر دیا۔

(۱۶/۳)

الغرض اقامت کے الفاظ دو درجہ مرتبہ کے جائیں یہ تمام احادیث  
ضعیف و منقطع ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا ازالہ | کہا جاتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ  
عنه والی احادیث اگرچہ بہت زیادہ صحیح ہیں لیکن اوائل اسلام شروع  
زمانے کی ہیں۔ حضرت ابو محمد ذرہ والی حدیث فتح مکہ کے موقع کی ہے۔  
اس میں دو درجہ مرتبہ اقامت کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور جو چیز بعد میں  
واقع ہوئی ہے اس پر عمل ہونا چاہیے اور جو احادیث پہلے کی ہیں انہیں



منسوخ سمجھنا چاہیے۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ نہ پہلی والی احادیث منسوخ ہیں اور نہ تاویل کر کے انہیں رد کیا جاسکتا ہے۔ حضرت ابو محذورہؓ والی حدیث میں جو دو درجہ اقامت کے الفاظ آئے ہیں وہ ترجیح والی اذان کے ساتھ مخصوص ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے جو ایک ایک مرتبہ اقامت کے الفاظ منزل من اللہ آئے ہیں ان کا اطلاق ترجیح والی اذان کے علاوہ ہوتا ہے۔ لہذا نسخ و منسوخ کا شاخسانہ کالعدم ہے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ بعض احادیث صحیح میں افراد اقامت کا امر و ذکر ہے یعنی اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ کہے جائیں۔ (نماز مدلل ص ۶۵)

جواب | قارئین کرام افراد اقامت کی احادیث صحیح ہیں یہ بات جناب فیض احمد صاحب نے بھی تسلیم کر لی ہے۔  
غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :-

افراد بیان جواز پر محمول ہے اور تنہیہ اقامت والی احادیث افضل و اولویت پر محمول ہیں۔ (نماز مدلل ص ۶۵)

جواب | قارئین کرام یہ تفریق محض خود ساختہ ہے۔ کسی حدیث میں افضل اور جواز کا ثبوت نہیں ہے۔ لہذا مسترد ہے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :-

” اقامت کا جواب “ اذان کے جواب کی طرح اقامت کا جواب

بھی مسنون ہے اور جواب میں اقامت کے کلمات دہرانے چاہئیں لیکن

قَدْ قَامَتْ الصَّلَاةُ كے جواب میں ”اقامہا اللہ وادامہا“ کہنا چاہیے (نماز مدلل ص ۶۵)

**جواب** | مندرجہ بالا حدیث کی سند میں کئی علتیں ہیں۔ ① اس حدیث کی سند کا ایک راوی..... ”رَجُلٌ“ مجہول ہے۔ مزید برآں اس حدیث کی سند میں شہر بن حوشب کا انفراد بھی ہے۔ شہر بن حوشب جب منفرد روایت کرتے ہیں تو ان کی روایت کو ضعیف پر محمول کیا جاتا ہے (تہذیب التہذیب)

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :-

فاخر جہ ابوداؤد من حدیث  
ابی امامۃ ان بلا لاً اخذ فی  
الاقامۃ فلما بلغ قد قامت  
الصلاۃ قال النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم اقامہا اللہ وادامہا  
وہو ضعیف والزیادۃ فیہ  
لا اصل لہا (تلخیص ابن حجر ۲۱۱/۱)

کہ ابوامامہ والی حدیث کو ابوداؤد  
نے نکالا ہے۔ بے شک جب حضرت  
بلال اقامت کہنے لگتے اور قدامت  
الصلاۃ پر پہنچتے تو نبی صلی اللہ علیہ  
وسلم ”اقامہا اللہ وادامہا“  
کہتے (ابن حجر کہتے ہیں) یہ (حدیث)  
ضعیف ہے اور جو الفاظ زیادہ  
ہیں ان کی تو اصل ہی نہیں ہے۔

البانی صاحب لکھتے ہیں :- واسنادہ ضعیف فیہ مجہول و  
ضعیفان (التعلیقات للابانی علی مشکوٰۃ ۲۱۲/۱) یعنی اس حدیث کی  
سند ضعیف ہے۔ اس میں جہالت ہے اور مزید دو علتیں ہیں۔ لہذا  
یہ حدیث کالعدم ہے۔ مزید برآں اس کا جواب دینا اور مستون ہونا سب



کا اعدا ہو گیا۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :-  
 ”نماز کی نیت فرض ہے“ کتنے ہیں۔ نیت دل کے ارادہ کا نام ہے..... زبان سے نیت کے الفاظ کننا ضروری نہیں، ہاں قلبی نیت کے استحضار کے لئے زبان سے نیت کرنا مستحسن ہے۔ (نماز مدلل ص ۶۷)

جواب | قارئین کرام اگر زبان سے نیت کرنا سنت ہے تو ضروری بھی ہے۔ اگر سنت نہیں تو پھر مستحسن کیسے ہوا۔ پھر تو خلاف سنت ہوا۔ کیونکہ زبان سے نیت کرنا خلاف سنت ہے اور دل سے نیت کرنا عین سنت ہے۔ جناب فیض احمد صاحب کی وہی بات بالکل ٹھیک ہے کہ نیت دل کے ارادہ کا نام ہے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :-  
 عورت سینے کے برابر ہاتھ اٹھائے

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-

① قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صليت فاجل يدك حذوا ذنيك والمرأة تجعل يديها حذاء ثديها (نماز مدلل ص ۷۷)  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو نماز پڑھے تو اپنے دو ہاتھ اپنے کانوں کے برابر کیجئے اور عورت اپنے ہاتھ اپنی چھاتی کے برابر کرے۔

② حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا، حضرت عطاء تابعی، امام زہری

حضرت حماد وغیرہم سے منقول ہے۔

ان المرأة ترفع يديها الى اپنے دونوں ہاتھ چھاتی کے برابر بلند شدیہا (نماز مدلل منٹ) کرے۔

جواب | قارئین کرام پہلی حدیث جو فیض احمد صاحب نے مرفوع نقل کی ہے۔ وہ حدیث باطل ہے۔ ام یحییٰ بنت عبد الجبار بن وائل بن حجر مجہول ہے۔ دیکھئے (طبرانی کبیر ۱۹/۲۲) علامہ ہشتمی لکھتے ہیں ام یحییٰ بنت عبد الجبار ولدہ اعرف ہا (معجم الزوائد ۱۰۳/۲) یعنی ام یحییٰ بنت عبد الجبار کو میں نہیں جانتا۔ لہذا یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا والی حدیث بھی باطل ہے۔ عبد ربہ بن سلیمان بن زیتون مجہول ہے۔ (میزان الاعتدال) اگرچہ ابن حبان نے ثقہ کہا ہے مگر ان کا ثقہ اس حالت میں کہنا کہ دوسرے اممہ مجہول کہہ رہے ہوں تساہل پر محمول سمجھا جائے گا۔ اسماعیل بن عیاش ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور ان کے شہر والوں کی احادیث ان پر خلط ملط ہو گئی تھیں۔ مزید برآں یہ مختلف فیہ بھی ہیں (میزان الاعتدال) لہذا یہ اثر ضعیف ہے۔ اگر ہم اس اثر کو صحیح بھی تسلیم کر لیں تب بھی احناف کو بڑی مشکل پیش آئے گی۔ ہم پورا قول نقل کئے دیتے ہیں۔ پھر آپ حضرات خود ہی دیکھ لیجئے۔

عبد ربہ بن زیتون کہتے ہیں کہ :-

رأيت أقر الدرداء ترفع میں نے ام درداء رضی اللہ عنہا کو کفیرہا حذ ومنکیہا حین دیکھا جب وہ نماز شروع کرتی تو



تفتح الصلوة فاذا قال الامام اپنی ہتھیلیاں اپنے کندھوں کے  
 سمع الله لمن حمده رفعت سامنے کر لیتیں اور جب امام سمع  
 يد يها قالت اللهم ربنا ولك الله من حمده كتنا تورفع يدين كرتي  
 الحمد (رواه ابن ابى شيبة ۲۳۹/۱) (اود) اللهم ربنا ولك الحمد كرتي۔  
 قارئین کرام احناف کو چاہئے کہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے  
 اپنی خواتین کو رکوع کرنے کے بعد رفع یدین کروائیں اود یہ عمل ان کے  
 لئے محال ہے تو حدیث کا کچھ حصہ ماننا اود کچھ حصہ نہ ماننا کیا یہ کسی عالم  
 کے لئے درست ہے؟ اللہ سے ڈریئے اور لوگوں کو گمراہ نہ کیجئے۔

عطاء ابن ابی رباح سے

مثل المرأة كيف ترفع عورت (کی نماز) کے بارے میں  
 يد يها في الصلوة قال حذو سوال کیا گیا کہ عورت نماز میں ہاتھ  
 تد يها (رواه ابن ابى شيبة ۲۳۹/۱) کہاں تک اٹھائے۔ عطاء ابن ابی  
 رباح نے کہا سینے تک۔

یہ تابعی کا قول ہے اور ضعیف ہے۔ کیونکہ اس قول کی سند میں  
 ”شیخ“ مجہول ہے۔

امام زہری کہتے ہیں :-

ترفع يد يها حذو منكيها عورت اپنے ہاتھ اپنے کندھوں  
 (رواه ابن ابى شيبة) تک اٹھائے۔

حماد کا قول ہے :-

انه كان يقول في المرأة اذا حماد عورت کے سلسلہ میں فتویٰ

استفخت الصلوة ترفم دیا کرتے تھے کہ وہ جب نماز شروع  
ید یہا الی شدیہا (حوالہ مذکور) کرے تو اپنے ہاتھوں کو اپنی چھاتیوں  
تک اٹھائے۔

یہ قول بھی ضعیف ہے۔ عیسیٰ بن کثیر مجہول ہے۔ اس راوی کا  
حال مفقود ہے۔ اگر اس قول کو صحیح بھی مان لیں تب بھی یہ تابعی کا قول  
ہے جو ثبت نہیں ہوتا۔ الغرض یہ صرف تابعین کے اقوال ہیں جو کسی طرح  
بھی حجت نہیں بن سکتے۔ پھر میں یہ فلسفہ نہیں سمجھ سکا کہ آخر اتنی دور جا کر  
ہاتھوں کی کیفیت کو تلاش کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی جبکہ ہاتھ اٹھانے  
کا طریقہ (کہ کہاں تک ہاتھ اٹھائے جائیں) صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود  
ہے اور یہ ٹکسالی احادیث ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث  
سے دشمنی کیوں؟ لہذا ہاتھ اٹھانے میں عورت اور مرد کی کوئی تخصیص  
نہیں ہے۔ دونوں کا طریقہ ہاتھ اٹھانے کا ایک ہی ہے اور دونوں ہاتھوں  
کو کندھوں کے سامنے لا کر اس طرح اٹھائیں کہ انگلیاں کان کی نو تک  
یا اس سے بھی اوپر تک پہنچ جائیں۔ یہ طریقہ صحیحین کا ہے۔ یہ طریقہ عین  
سنت نبوی ہے۔ باقی تمام طریقے باطل ہیں۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :-

”ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا“ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ

عنه کہتے ہیں کہ

① قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یضع یدہ علی  
میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو  
دیکھا کہ آپ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ



شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السّرة اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے  
(مصنف ابن ابی شیبہ، نماز مدلل ص ۷۲) رکھتے تھے۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :-  
من سنۃ الصلوٰۃ وضع الیمین ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ  
علی الشمال تحت السّرة (مسند پر رکھنا نماز کی سنت ہے۔  
امام احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، دارقطنی  
اور بیہقی، نماز مدلل ص ۷۲)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :-  
وضع الکف علی الکف فی نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ  
الصلوٰۃ تحت السّرة (ابوداؤد رکھا جائے۔  
بروایۃ الاعرابی، نماز مدلل ص ۷۲)

(۴) حضرت ابو مجلذ تابعی فرماتے ہیں :-  
یضع باطن یمینہ علی طاہر نمازی اپنے دائیں ہاتھ کی تھیلی  
کف شمالہ و يجعلها اسفل اپنے بائیں ہاتھ کی تھیلی کی پشت  
من السّرة (نماز مدلل ص ۷۲) پر رکھے اور دونوں کو ناف سے  
نیچے رکھے۔

(۵) حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں :-  
یضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ نمازی نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے  
تحت السّرة (نماز مدلل ص ۷۲) بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔  
(۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

ثلاث من اخلاق النبوية      تین باتیں اخلاق نبوت میں سے  
تجیل الافطار و تاخیر السحور      ہیں۔ روزہ افطار کرنے میں جلدی  
و وضع الیمینی علی الیسری      کرنا۔ سحری کھانے میں تاخیر کرنا۔  
فی الصلوة تحت السرّة      نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر  
(حوالہ مذکور)      ناف کے نیچے رکھنا۔

### جوابات ملاحظہ فرمائیے

حدیث ① جو مصنف ابن ابی شیبہ سے نقل کی ہے۔ اس میں  
”تحت السرّة“ کے الفاظ نہیں ہیں۔ معلوم نہیں فیض احمد صاحب  
نے یہ الفاظ کہاں سے نقل کئے ہیں۔ جو الفاظ ابن ابی شیبہ میں ہیں وہ  
الفاظ درج ذیل ہیں :- حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-  
رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ      میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و  
وسلم حین کبرّاخذ شمالہ      سلم کو دیکھا جب آپ اللہ اکبر کہتے  
بیمینہ (رواہ ابن ابی شیبہ فی      (تو) اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں  
المصنف ۱/۳۹۰)      ہاتھ کو پکڑ لیتے۔

قارئین کرام مصنف ابن ابی شیبہ سے نوٹ کاپی کر اگر عربی میں ہم  
نے کتاب کے آخر میں لگا دی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیے کہ ”تحت  
السرّة“ کے الفاظ ابن ابی شیبہ میں ہیں یا تحریف کی گئی ہے۔

حدیث ② جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس حدیث  
کی سند میں دو علتیں ہیں (۱) زیاد بن زید السوائی، (۲) الاعسم، الکوفی  
روی عن ابی جحیفۃ و شریح القاضی و عنہ عبد الرحمن بن



اسحاق، الکوفی قال ابو حاتم مجہول روی له ابوداؤد حدیثاً واحداً عن علی ان من السنّة فی الصلوة وضع الکف علی الاکف تحت السّرة (تہذیب التہذیب ۳/۳۶۹) یعنی زیاد بن زید سوائی اعظم کوفی ابو جحیفہ سے اور شریح قاضی سے روایت کرتا ہے اور زیاد بن زید سے عبدالرحمن بن اسحاق کوفی روایت کرتا ہے۔ امام ابو حاتم نے زیاد کو مجہول کہا ہے۔ امام ابوداؤد نے اس سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ جو حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ نماز میں ناف کے نیچے ایک کف کو دوسرے کف پر رکھ دینا سنت میں سے ہے۔

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں۔ زیاد بن زید الا عجم عن شریح مجہول روی عنہ عبدالرحمن بن اسحاق واسطی ضعیف (میزان الاعتدال ۲/۸۹) یعنی زیاد بن زید اعجم شریح سے روایت کرتا ہے۔ مجہول ہے۔ اس سے عبدالرحمن بن اسحاق واسطی روایت کرتا ہے۔ ضعیف ہے۔  
 ② اس حدیث کی سند میں دوسری علت عبدالرحمن بن اسحاق واسطی کوفی کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ وہ متروک الحدیث ہے۔ (تقریب التقریب) عبدالرحمن بن اسحاق کو مندرجہ ذیل ائمہ نے بھی ضعیف کہا ہے :-

- ① امام احمد بن حنبلؒ ضعیف کہتے ہیں۔ (تہذیب)
- ② امام یحییٰ بن معینؒ ضعیف کہتے ہیں۔ (تہذیب)
- ③ امام ابن سعدؒ ضعیف کہتے ہیں۔ (تہذیب)
- ④ امام یعقوب بن سفیانؒ ضعیف کہتے ہیں۔ (تہذیب)

- ⑤ امام ابوداؤد ضعیف کہتے ہیں۔ (تہذیب)
- ⑥ امام نسائی ضعیف کہتے ہیں۔ (تہذیب)
- ④ امام ابن حبان ضعیف کہتے ہیں (تہذیب)
- ⑧ امام بخاری کہتے ہیں، فیہ نظر (تہذیب)
- ⑨ امام ابوزرعه لیس بقوی کہتے ہیں (تہذیب)
- ⑩ امام ابوحاتم ضعیف الحدیث ومنکر الحدیث کہتے ہیں (تہذیب)
- ⑪ ابن خزیمہ کہتے ہیں۔ یہ حجت نہیں ہے۔ (تہذیب)
- ⑫ امام عقیلی ضعیف الحدیث کہتے ہیں۔ (تہذیب)
- ⑬ امام عجلی ضعیف الحدیث کہتے ہیں۔ (تہذیب)
- ⑭ امام ساجی کہتے ہیں اس کے پاس منکر روایات ہیں۔ (تہذیب)
- ⑮ جناب جمال الدین الزلیعی جو کہ حنفی عالم ہیں۔ انہوں نے بھی اس حدیث کو ضعیف مانا ہے دیکھئے (نصب الراية ۱/۳۱۲) لہذا ② بھی حدیث بے سود ہے۔

حدیث ③ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ اس حدیث کی سند میں مندرجہ بالا راوی عبدالرحمن بن اسحاق واسطی، کوئی موجود ہے۔ لہذا ضعیف ہے۔

جناب قارئین اگر کوئی صحیح یا حسن مرفوع حدیث ثابت ہوتی تو الزلیعی ضرور اس حدیث کو اپنی کتاب نصب الراية میں پیش کرتے۔ لہذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ ”تحت السرة“ کے الفاظ ثابت نہیں ہیں اور اس بات سے مصنف ابن ابی شیبہ میں جو الفاظ ”تحت السرة“ بڑھائے ہیں اس



سے وہ فریب اور تحریف بھی واضح ہو جاتی ہے۔

اب آثار ملاحظہ فرمائیے :-

اثر ① جو ابو مجلذ سے مروی ہے یہ ضعیف ہے۔ قال ابو داؤد وروی عن سعید بن جبیر "فوق السّرة" وقال ابو مجلذ "تحت السّرة" وروی عن ابی ہریرۃ ولس بالقوی (رواہ ابو داؤد ۲۰۱/۱) یعنی امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ سعید بن جبیر سے "فوق السّرة" کے الفاظ مروی ہیں اور امام ابو مجلذ کہتے ہیں "تحت السّرة" اور (یہ الفاظ) ابو ہریرہؓ سے روایت کئے ہیں اور یہ قوی نہیں ہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ جریر الضبّی کہتے ہیں :-

رأيت عليّاً رضي الله عنه يمسك في نه حضرت علیؓ کو دیکھا۔ وہ اپنے دائیں شمالہ بيمينہ علی السرخ فوق ہاتھ سے اپنے بائیں ہاتھ کی کلائی کو ناف السّرة (رواہ ابو داؤد و سند حسن) کے اوپر رکھ کر پکڑ لیتے تھے۔

مندرجہ بالا اثر سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ حضرت علیؓ ناف کے اوپر ہاتھ باندھا کرتے تھے۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم في موضع يده اليمنى على في نه رسول الله صلى الله عليه وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے اپنے الیسری علی صدرہ (رواہ ابن ابی خزیمہ فی صحیحہ و صحیح) دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ کر سینے پر رکھ لیا۔

قارئین کرام دلائل آپ کے سامنے ہیں۔ آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کون سے الفاظ صحیح ہیں اور کون سے الفاظ ضعیف ہیں۔ ہم انصاف

سے کہہ سکتے ہیں کہ ”فوق السّرة“ یعنی ناف کے اوپر کے الفاظ صحیح ہیں اور ”تحت السّرة“ یعنی ناف کے نیچے کے الفاظ ضعیف ہیں۔ تحت السّرة کے الفاظوں کو کسی ایک محدث نے بھی صحیح یا حسن نہیں کہا ہے بلکہ ضعیف اور باطل قرار دیا ہے۔ لہذا مردود ہیں۔

اثر (۲) جو حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ اس اثر کے بارے میں جناب فیض احمد صاحب خود ہی تحریر کرتے ہیں کہ یہ تعلیق ہے۔ یعنی معلق ہے اس کی سند کا ہی معلوم نہیں۔ لہذا یہ اثر بھی ضعیف ہے۔ کیونکہ محدثین کا فیصلہ ہے کہ ”تحت السّرة“ کے الفاظ ثابت نہیں ہیں لم یثبت من النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئ (نیل الاوطار ۲/۲۵) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (تحت السّرة) کے سلسلہ میں کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔

الغرض بعض روایات میں ”فوق السّرة“ اور بعض روایات میں ”تحت السّرة“ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ہم اس متنازع مسئلہ کو چھوڑ کر ایک متفق علیہ مسئلہ پر کیوں نہ آئیں جو صحیح بخاری میں موجود ہے۔ صحیح بخاری جس کے بارے میں متفق علیہ فیصلہ ہے کہ روئے زمین پر قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ سچی اور معتبر کتاب ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہاتھ باندھنے کا طریقہ بیان کر رہے ہیں :-

كان الناس يومرون ان يضع  
لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ آدمی نماز  
الرجل الی الی الی ذراعہ  
میں سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ کی



البسری فی الصلوٰۃ (صحیح بخاری ذراعہ پر رکھ لے۔

کتاب الصلوٰۃ)

نوٹ :- ”ذراعہ“ بیچ کی انگلی سے لے کر کہنی تک کے فاصلہ کو کہتے ہیں۔ (المنجد)

مندرجہ بالا حدیث جناب فیض احمد صاحب نے بھی ص ۱ پر اپنی دلیل میں نقل کی ہے۔ وہ بھی اس حدیث پر متفق ہیں اور ہم بھی متفق ہیں بلکہ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے۔ لہذا صحیح بخاری میں ہمیں ہاتھ باندھنے کا طریقہ مل جاتا ہے اب باقی تمام ضعیف احادیث کو چھوڑ دیا جائے گا اور صحیح بخاری کی حدیث پر عمل کیا جائے گا کیونکہ صحیح بخاری کے الفاظ بالکل واضح اور صاف ہیں۔ اب ہاتھ باندھنے کا مسئلہ کھل کر سامنے آگیا اور اختلاف ختم ہو گیا اور اختلاف کا ختم ہونا ہی بہتر ہے۔

نوٹ :- ”تحقیق صلوٰۃ بجواب نماز مدلل“ کے بقیہ صفحات جو سابقہ اشاعت میں شائع نہیں کئے گئے تھے۔ اس اشاعت میں شائع کئے جا رہے ہیں۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر کرتے ہیں :-  
 امام اور منفرد نے قرأت پڑھنی ہے۔ اس لئے وہ ثناء کے بعد قرأت  
 سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھیں۔  
 ① ارشاد ربّانی ہے :-

فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ  
 بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ  
 (نماز مدلل ص ۷۷)  
 پس جب آپ قرآن مجید پڑھنے لگیں  
 تو مردود شیطان سے اللہ تعالیٰ کی  
 پناہ مانگ لیں۔

② حضرت ابو سعید خدریؓ کی مرفوع حدیث ہے :-  
 كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ  
 كَثَرَ..... ثُمَّ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ  
 السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ  
 الرَّجِيْمِ (نماز مدلل ص ۷۷)  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات  
 کو نماز کے لئے کھڑے ہوتے تکبیر کہتے  
 .... پھر اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ  
 مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھتے۔

③ مسند احمد میں بھی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ہے۔

④ حضرت جبیر بن مطعمؓ کی مرفوع حدیث ہے :-  
 نَأْيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ دَخَلَ فِي  
 الصَّلَاةِ قَالَ..... اللَّهُمَّ  
 إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ  
 الرَّجِيْمِ (نماز مدلل ص ۷۷)  
 حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں میں نے  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ  
 جب آپ نے نماز شروع کی.....  
 تو آپ نے پڑھا اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ  
 بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔



ق۔ تَعَوُّذُ کے مختلف الفاظ احادیث میں مروی ہیں سب درست ہیں۔

**جواب** اب آپ جوابات ملاحظہ فرمائیے :-

① یہ تو صحیح ہے امام اور منفرد نے قرأت کرنی ہوتی ہے مگر ”اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ“ نماز میں یا قرأت میں پڑھنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں یعنی ان الفاظ کے ساتھ اور اس شکل میں، مزید برآں ”فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ“ نہیں پڑھا بلکہ ”اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهِ وَنَفْخِهِ وَنَفْثِهِ“ پڑھا۔ جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

② حضرت ابوسعید خدریؓ والی حدیث جناب فیض احمد صاحب نے پوری نقل نہیں کی بلکہ وہ الفاظ جن پر احناف کا عمل نہیں ہے حذف کر گئے۔ ایسے ہم پوری حدیث نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں :-

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ ثُمَّ يَقُولُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ ثُمَّ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا ثَلَاثًا أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهِ وَنَفْخِهِ وَنَفْثِهِ	جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز کے لئے قیام فرماتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر یہ دعا پڑھتے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ..... یعنی اے اللہ تو پاک ہے اور تو اپنی تعریف کے ساتھ (تمام عیوب سے منزہ بے داغ ہے) تیرا نام (نام) بابرکت ہے۔ تیری شان ارفع و اعلیٰ ہے۔ تیرے سوا کوئی الہ نہیں۔ اللہ کے علاوہ کوئی الہ نہیں۔
---	--

ونفثه ثم يقرأ (رواه ابوداؤد  
 كتاب الصلوة باب من رأى الاستفتاح  
 بسمائك اللهم بحدك (۲۰۶/۱) (وسندہ  
 صحیح التعلیقات للالبانی علی مشکوٰۃ ۲۵۸  
 تلخیص ابن حجر ۲۲۹/۱ والحدیث حدیث  
 صحیح التعلیقات علی الترمذی احمد محمد شاكر  
 ۱۱/۲) (وعلی بن علی الرفاعی، الشکری  
 ثقة وثقه ابن معین والوزرعة ودکیع  
 وقال شعبۃ: اذ هو بنا الی سیدنا وابن  
 سیدنا علی بن علی الرفاعی (تہذیب التہذیب  
 ۳۶۶/۲)

قارئین کرام ہم نے پوری حدیث نقل کر دی ہے جو بالکل صحیح ہے جس  
 کی تصحیح ہم نے اوپر نقل کر دی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ احناف مندرجہ بالا  
 پوری حدیث پر عمل نہیں کرتے بلکہ ”وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ“ تک پڑھتے ہیں جب  
 یہ حدیث صحیح ہے اور جناب فیض احمد صاحب نے اپنی دلیل میں نقل بھی کی  
 ہے تو پھر کیا امر مانع ہے۔

فیض احمد صاحب کا یہ کہنا کہ ”تَعُوذُ“ کے تمام الفاظ درست ہیں یعنی  
 اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھنا بھی درست ہے اور اَعُوذُ  
 بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزَةٍ وَنَفْخِهِ وَ  
 نَفْثِهِ يَا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھنا بھی



ٹھیک ہے۔ تو جواباً عرض ہے کہ

(۱) اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ اور  
(۲) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ کے الفاظ صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

(۳) اَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَذِهِ وَنَفْخِهِ وَنَفْثِهِ کے الفاظ صحیح حدیث سے ثابت ہیں۔ جو چیز ثابت ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔ مزید برآں جناب فیض احمد صاحب ایسی بات کہہ رہے ہیں جو احناف کو منظور نہیں، کیونکہ (۱) پری احناف کا عمل ہے (۲) اور (۳) پر احناف عمل نہیں کرتے۔ یہ کہنا کہ ”تَعُوذُ“ کے تمام الفاظ درست ہیں محض قولاً ہے عملاً نہیں۔ مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیے :-

(۳) حضرت ابو امامہ باہلی فرماتے ہیں :-

كَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ كَبَّرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَذِهِ وَنَفْخِهِ وَنَفْثِهِ (رواه احمد)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز کے لئے قیام فرماتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے پھر تین مرتبہ لا الہ الا اللہ کہتے پھر تین مرتبہ سبحان اللہ و بحمدہ کہتے پھر اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَذِهِ وَنَفْخِهِ وَنَفْثِهِ کہتے۔

یہ حدیث مسند احمد میں ہے اور ضعیف ہے۔ اس حدیث کی روایت میں ”عَنْ رَجُلٍ“ یعنی آدمی سے، یہ آدمی کون ہے اس کا نام کیلے نہیں معلوم لہذا مجہول ہے۔ اس لئے یہ حدیث باطل ہے۔ علاوہ بریں مسند احمد کی اس روایت میں بھی صرف اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ نہیں ہے بلکہ مِنْ هَمْزَةٍ وَنَفْخَةٍ وَنَفْثَةٍ ہے۔

④ حضرت جبر بن مطعم رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی ضعیف ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت جبر بن مطعم فرماتے ہیں :-

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي التَّطَوُّعِ اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا ثَلَاثَ مَرَارٍ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا ثَلَاثَ مَرَارٍ وَسُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ثَلَاثَ مَرَارٍ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمْزَةٍ وَنَفْثَةٍ وَنَفْخَةٍ

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نفل نماز میں یہ کلمات پڑھ رہے تھے۔ تین مرتبہ اللہ اکبر کبیرا، تین مرتبہ الحمد للہ کثیرا اور تین مرتبہ سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا اور اللہم اِنی اَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمْزَةٍ وَنَفْثَةٍ وَنَفْخَةٍ

رواہ ابن ماجہ ۲۶۵/۱ د

رواہ احمد و فتح ربانی ۳/۱۷۹

یہ حدیث بھی باطل ہے۔ ”عَنْ رَجُلٍ“ مجہول ہے یعنی راوی کا نام معلوم نہیں کہ یہ کون شخص ہے۔ مگر امام ابوداؤد نے اس کا نام لیا ہے عن



”عاصم العنزی“۔ اس کا پورا نام عاصم بن عمیر العنزی ہے۔ ابن حبان نے اس راوی کو ثقہ کہا ہے (تہذیب) وقال البزار اختلفوا فی اسم العنزی الذی رواہ وهو غیر معروف (تہذیب) یعنی امام بزارؒ کہتے ہیں عنزی کے نام میں اختلاف ہے جس نے اس سے روایت کیا ہے اور یہ غیر معروف ہے۔ وقال البخاری لا یصح (تہذیب) یعنی امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ اس کی حدیث صحیح نہیں ہوتی۔ البانی صاحب بھی لکھتے ہیں اسنادہا ضعیف (التعلیقات للالبانی علی مشکوٰۃ ۱/۲۵۹) یعنی دونوں روایتیں ضعیف ہیں۔ مزید برآں ابن ماجہ نے کتاب اقامۃ الصلوٰۃ ۱/۲۶۵ پر، ابن حبان نے کتاب الصلوٰۃ ۳/۱۳۵ پر، مسند ابویعلیٰ نے ۳۹۳/۱۳ پر اسی حدیث کو روایت کیا ہے مگر تمام روایات میں ”عنزی“ موجود ہے۔ لہذا یہ حدیث باطل ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک اور روایت ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مگر وہ بھی ضعیف ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ وَهَمْزِهِ وَنَفْخِهِ وَنَفْثِهِ (رواه ابن ماجہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ میں شیطان مردود سے اس کے خبط سے اس کے تکبر سے، اس کی شر و شاعری سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

علامہ سیثمی لکھتے ہیں :-

فی اسنادہ مقال۔ فان عطاء بن السائب اختلط باخرة عمرة

اس حدیث کی سند میں کلام ہے عطاء بن سائب کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا

وسمع منه محمد بن فضیل بعد      تھا اور محمد بن فضیل نے عطاء بن سائب  
الاختلاط وفي سماع ابي      سے حافظہ خراب ہونے کے بعد سنا،  
عبد الرحمن السلمي من ابن      ابو عبد الرحمن سلمیٰ اور ابن مسعود کے  
مسعود كلام قال شعبة لم      سماع میں (اٹھنے) کلام کیا ہے! امام  
يسمع (مجمع الزوائد)      شعبہ کہتے ہیں کہ ابو عبد الرحمن نے ابن  
مسعود سے نہیں سنا۔

لہذا یہ حدیث منقطع ضعیف ہے۔ الغرض ”أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ“ نماز میں یا قرأت کے شروع میں کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔  
صحیح حدیث میں جو الفاظ آئے ہیں وہ ”أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمْزَةٍ وَنَفْخَةٍ وَتَفْثَةٍ“ کے الفاظ ہیں جو حضرت  
ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
”فَإِذَا قُرِئَتْ الْقُرْآنُ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ“  
اس آیت کی روشنی میں مندرجہ بالا الفاظ تلاوت فرمائے بس یہی الفاظ  
سنت ہیں اور باقی الفاظ خلاف سنت ہیں۔  
غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :-

مقتدی امام کی قرأت کے وقت خاموش رہے امام کی قرأت مقتدی کی  
قرأت ہے۔ (نماز مدلل)

جواب | مندرجہ بالا بیان ہمارے نزدیک صحیح ہے۔ ہمیں اس بات سے  
اتفاق ہے کہ جب امام جہر سے قرأت کر رہا ہو تو مقتدی کو خاموشی سے امام  
کی قرأت سنا چاہیئے اور سورۃ فاتحہ کو امام کے سکوتوں میں پڑھنا چاہیئے کیونکہ



مقتدی کو سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنا لازم ہے۔ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کس طرح پڑھنی چاہیئے اور کس طرح نہیں پڑھنی چاہیئے اس کا مفصل بیان تو صلوٰۃ المسلمین میں ملاحظہ فرمائیے۔ مختصراً ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔ اس کتاب میں صرف ان دلائل کی تردید کریں گے جو فیض احمد صاحب نے دئے ہیں جن کی تردید صلوٰۃ المسلمین میں نہیں ہے۔

غلط فہمی | فیض احمد صاحب رقمطراز ہیں :-

① قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له امام فقرأه الامام له قراءة - (نماز مدلل ص ۸۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔

② من صلى ركعة لم يقدا فيها بآم القرآن فلم يصلي الا وراء الامام - (نماز مدلل ص ۸۷)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں جس شخص نے ایک رکعت پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس نے نماز نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے یعنی امام کے پیچھے نماز بدون فاتحہ درست ہے۔

③ اذا صلى احدكم خلف الامام فحسبه قراءة الامام واذا صلى وحده فليقرأ وكان ابن عمر رضي الله عنه لا يقرأ خلف الامام -

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے اور جب اکیلے نماز پڑھے تو ضرور قرأت پڑھے اور خود ابن عمرؓ امام کے پیچھے

- (نماز مدلل ص ۹۰) قرآن نہیں پڑھتے تھے۔
- ④ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ صحابی کا ارشاد ہے :-  
لا قراءة مع الامام في شيء امام کے ساتھ کسی بھی نماز میں کسی قسم کی قرأت نہیں ہے۔ (نماز مدلل ص ۹۱)
- ⑤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے :-  
لا يقرأ خلف الامام في شيء کسی بھی نماز میں امام کے پیچھے قرآن نہ من الصلوات (نماز مدلل ص ۹۱) پڑھا جائے۔
- ⑥ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قرأت خلف الامام کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :-  
سيكفيك قوأة الامام۔ کہ امام کی قرأت تیرے لئے ضرور کافی رہے گی۔ (نماز مدلل ص ۹۱)
- ⑦ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا۔  
اقرأ والامام بين يدي قال امام آگے ہو تو کیا میں اس کے پیچھے قرآن لا (نماز مدلل ص ۹۱) پڑھ سکتا ہوں آپ نے فرمایا نہیں۔
- ⑧ حضرت موسیٰ بن عقبہؓ تابعی فرماتے ہیں :-  
ان ابا بكر وعمر وعثمان حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ امام کے ساتھ قرآن پڑھنے سے منع کرتے تھے۔ (نماز مدلل ص ۹۲)
- ⑨ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے :-



من قرأ مع الإمام فليس على  
الفطرة . (حوالہ مذکور) جس شخص نے امام کے ساتھ پڑھا وہ فطرت  
(سنت) پر نہیں ہے۔

⑩ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے :-

وددت ان الذي يقرأ خلف  
الإمام في فيه حجر (حوالہ مذکور) جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھتا ہے  
مجھے پسند ہے کہ اس کے منہ پر پتھر ہو۔

⑪ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے :-

ليت الذي يقرأ خلف الإمام  
ملئ فوه تراباً (حوالہ مذکور) جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھتا ہے۔  
کاش کہ اس کا منہ مٹی سے بھر جائے۔

⑫ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

وددت ان الذي يقرأ خلف  
الإمام في فيه جمرة (حوالہ مذکور) جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھتا ہے  
مجھے پسند ہے کہ اس کے منہ میں انگارہ  
ہو۔

جواب | قارئین کرام اب آپ سلسلہ وار جوابات ملاحظہ فرمائیے :-

حدیث ① ضعیف ہے۔

”من كان له إمام فقرأ له قراءة“ یہ الفاظ متعدد صحابہ  
کرام سے مروی ہیں مگر تمام روایات ضعیف ہیں۔ امام شوکانی لکھتے ہیں :-

وقد روى مسنداً من طرق  
كلها ضعاف والصحيح انه  
(یہ حدیث) مختلف طرق سے روایت  
کی گئی ہے مگر سب کی سب ضعیف ہیں  
اور صحیح (بات یہ ہے) کہ یہ مرسل ہے۔

تفسیر درج ذیل ہے :-

(۱) عن جابر المجعفی عن ابی الزبیر عن جابر رضی اللہ عنہ۔  
(رواہ ابن ماجہ ۱/۲۷۷) جابر جعفی کذاب ہے (تہذیب التہذیب) لہذا یہ  
حدیث جھوٹی ہے۔

امام دارقطنی کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ابو حنیفہ والحسن  
بن عمارہ و ہما ضعیفان (رواہ الدارقطنی ۱/۳۲۳) یعنی ابو حنیفہ اور حسن  
بن عمارہ دونوں ضعیف ہیں۔ علاوہ ازیں امام زیلعی لکھتے ہیں :-

وقد رواہ سفیان الثوری و ابوالاحوص وشعبة و  
اسرائیل وشريك و ابو خالد  
الدالانی، سفیان بن عیینہ، جریر بن  
عبد الحمید اور دوسرے ائمہ نے موسیٰ  
بن ابی عائشہ سے اور موسیٰ نے عبد اللہ  
بن شداد سے اور عبد اللہ بن شداد نے  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل  
روایت کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔  
وهو الصواب (نصب الرایۃ ۲/۹)

امام بیہقی "المعروفۃ" میں کہتے ہیں :-

وقد روی السفیانان هذا  
الحديث و ابو عوانہ وشعبة  
وجماعة من الحفاظ عن موسى  
ابن ابی عائشہ فلم یسندوه  
یقیناً اس حدیث کو سفیان ثوری،  
سفیان بن عیینہ، ابو عوانہ، شعبہ نے  
اور حفاظ کی ایک جماعت نے موسیٰ  
ابن ابی عائشہ سے روایت کیا ہے



عن جابر، ورواه عبد الله بن المبارك ايضا عن ابى حنيفة مرسلًا وقد رواه جابر الجعفی وهو متروک وليث من ابى سليم وهو ضعيف عن ابى الزبير عن جابر مرفوعًا ولو يتابعهما عليه الامن هو اضعف منهما۔  
(نصب الراية)

مزید امام بیہقی لکھتے ہیں :-

اخبرنا ابو عبد الله المحافظ قال سمعت سلمة بن محمد الفقيه يقول سالت ابا موسى الرازی عن حدیث : مَنْ كَانَ لَهُ اِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ فَقَالَ لَوْ يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(نصب الراية - ۹/۲)

لہذا حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی روایت ضعیف ہے۔

لیکن حضرت جابرؓ سے انہوں نے مرفوع نہیں کیا اور اسی طرح عبد اللہ ابن المبارک نے ابو حنیفہؒ سے مرسلًا روایت کیا ہے۔ جابر جعفی جو کہ متروک ہے، لیث ابن ابی سلیم جو کہ ضعیف ہے ابو زبیر اور حضرت جابر سے مرفوعًا روایت کیا ہے اور اس (حدیث) پر ان دونوں کی متابعت کسی نے نہیں کی مگر اس نے جو ان دونوں سے زیادہ ضعیف ہے۔

ابو عبد اللہ حافظ نے ہمیں خبر دی کہتے ہیں میں نے سلمہ بن محمد فقیہ سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے ابو موسیٰ رازی سے اس حدیث کے بارے میں معلوم کیا مَنْ كَانَ لَهُ اِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ کیسی ہے؟ انہوں نے کہا (اس قول کو) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف (منسوب) کرنا صحیح نہیں ہے۔

② عن سهل بن العباس سهل بن عباس ترمذی سے روایت ہے

الترمذی ثنا اسماعیل بن علیة  
عن ایوب عن ابی الزبیر عن  
جابر قال قال رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم من کان .....  
.... (رواہ الدارقطنی ونصب الراية

ہم سے بیان کیا اسماعیل بن علیہ نے  
انہوں نے ایوب سے، ابوزبیر سے،  
جابرؓ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا .....  
.....

(۱۰/۱)

قال الدارقطنی هذا حدیث  
منکر وسهل بن العباس  
متروک لیس بثقة، وقال  
الطبرانی لو یرفعہ احد عن  
ابن علیة الا سهل بن العباس  
(نصب الراية)

امام دارقطنی کہتے ہیں یہ حدیث منکر ہے۔  
سہل بن عباس متروک ثقہ نہیں ہے  
اور طبرانی کہتے ہیں ابن علیہ سے صرف  
سہل بن عباس نے ہی اس حدیث کو  
مرفوع کہا ہے (اور وہ متروک ہے)۔

③ من طریق مالک عن  
وہب بن کیسان عن جابر بن  
عبد اللہ مرفوعاً سواء قال  
الدارقطنی هذا باطل لا یصح  
عن مالک ولا عن وہب بن  
کیسان وقیہ عاصم بن عاصم  
لا یعرف (نصب الراية) (القرأة  
خلف الامام للامام البخاری

امام مالک کے طریق سے پھر وہب بن  
کیسان سے (اور پھر) حضرت جابر بن  
عبد اللہ سے (یہ حدیث) مرفوعاً اورایت  
کی گئی ہے۔ امام دارقطنی کہتے ہیں: یہ  
(طریق بھی) باطل ہے (یہ حدیث)  
مالک سے اور نہ ہی وہب بن کیسان  
سے (ثابت) ہے اور اس سند میں عاصم  
بن عاصم مجہول ہے۔



ص ۱۸ و ص ۲۰)

(۴) عن جابر بن عبد الله عن  
النبي صلى الله عليه وسلم من  
كان له امام..... ولكن في  
اسناده ضعف (رواه الامام  
احمد في مسنده ونصب الراية)

⑤ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔  
عن النبی صلی اللہ علیہ و  
سلو قال من کان له امام...  
..... قال الدارقطنی محمد  
بن الفضل متروک (رواہ  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "مَنْ  
كَانَ لَهُ إِمَامٌ..... امام  
دارقطنی کہتے ہیں (اس حدیث کی سند  
میں) محمد بن فضل متروک ہے۔

محمد بن الفضل بن عطیہ  
بن عمر..... کذبوہ

محمد بن فضل بن عطیہ بن عمر کو ائمہ نے  
کذاب کہا ہے۔

(تقریب التقریب)

لہذا یہ سند بھی جھوٹی ہے۔

⑥ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له امام فقرأه الامام له قراءة (رواه الطبراني رسول الله صلى الله عليه وسلم فرماتے ہیں جس کا امام ہو، تو امام کی قرات اس کی قرات ہے۔

فی الاوسط ۱۱۱/۲ ونصب الراية)

یہ حدیث بھی جھوٹی ہے۔ ابو ہارون عبدی کذاب ہے۔ یہ حدیث ایک اور سند سے بھی آئی ہے۔ اس میں اسمعیل بن عمرو بن نجیع ضعیف ہے (نصب الراية) اسمعیل کی متابعت نصر بن عبد اللہ نے کی ہے اور نصر بن عبد اللہ الازدی مجہول ہے (تقریب التقریب و میزان)

⑤ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ قال الدارقطنی لا یصح هذا عن سہیل بن ابی صالح تفرد بہ محمد بن عباد الرازی و هو ضعیف (نصب الراية) یعنی امام دارقطنی کہتے ہیں: سہیل بن ابی صالح سے یہ (حدیث) صحیح نہیں ہے کیونکہ محمد بن عباد رازی نے تفرد کیا ہے اور وہ ضعیف ہے۔

نوٹ: "نصب الراية" کا حوالہ ہم اس لئے دے رہے ہیں کہ یہ احناف کی اپنی کتاب ہے۔

⑧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ کہتے ہیں:-

عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال یکفیک قراءة الامام حافت او جهر (رواہ الدارقطنی  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کی قرأت تمہیں کافی ہے۔ قرأت پوشیدہ ہو یا وہ بلند آواز سے کر رہا ہو۔

۱/ ۳۳۰) و (نصب الراية) (القراءة)

خلف الامام للامام البخاری)

امام دارقطنی کہتے ہیں:-

قال ابو موسی قلت لاحمد ابن ابو موسی کہتے ہیں میں نے احمد بن حنبل سے



حنبل فی حدیث ابن عباس      ابن عباس کی اس حدیث کے بارے میں  
 هذا فقال حدیث منکر۔      معلوم کیا (کہ کیسی ہے؟) امام احمد نے  
 (نصب الراية ۱۱/۲)      کہا یہ حدیث منکر ہے۔

⑨ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له امام فقرأه  
 وسلم من كان له امام فقرأه      رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں  
 الامام له قراءة (رواه ابن حبان)      جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی  
 في كتاب الضعفاء ونصب الراية)      قرأت ہے۔

واعلنه بغنيم (نصب الراية)      غنیم بن (سالم) کی وجہ سے اس حدیث  
 کو معلول کہا ہے۔

قال ابن حبان روى العجائب      ابن حبان کہتے ہیں یہ عجائبات اور  
 والموضوعات (میزان)      موضوعات روایت کرتا ہے۔  
 قلت الظاهر ان هذا غنيم      میں کہتا ہوں یعنی امام ذہبی کہتے ہیں  
 بن سالم احد المشهورين      غنیم بن سالم مشہور جھوٹ بولنے والوں  
 بالكذب (میزان)      میں سے ایک ہے۔

الغرض "مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَ لَهُ الْقُرْآنَ" کے  
 الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہیں۔ لہذا کالعدم ہے۔  
 علاوہ ازیں اگر ہم اس حدیث کو صحیح بھی تسلیم کر لیں پھر بھی یہ حدیث امام کے  
 سکتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے خلاف نہیں ہے۔ جب امام قرأت کر رہا  
 ہو تو مقتدی کو خاموش رہتے ہوئے امام کی قرأت سننا چاہئے اس طرح امام

کی قرأت مقتدی کی قرأت ہو جائے گی اور ”اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ (اعواف) یعنی جب قرآن مجید پڑھا جائے تو (قرآن مجید) کو غور سے سنو اور خاموش رہو، کی بھی خلاف ورزی نہیں ہوگی۔ مختصر اذاعت ”صلوة المسلمین“ میں ملاحظہ فرمائیے۔

قارئین کرام اب ہم ان آثار کی طرف آتے ہیں جو فیض احمد صاحب نے پیش کئے ہیں جن سے مذہب حنفیہ کو مضبوط کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اثر ① جو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ قول ہے حدیث نبوی نہیں ہے اور صحیح حدیث میں سورہ فاتحہ پڑھنے کی صراحت موجود ہے اس لئے بھی کالعدم ہے۔ پھر ایک مرفوع حدیث حضرت جابرؓ ہی سے مروی ہے اور ضعیف ہے۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من صلی صلاتھا لَعَوِیْقَرًا ۖ فِیْهَا بِاَمِّ الْقُرْآنِ فَهٰی خَرَجَ الْاَوْرَاءُ الْاِمَام (کنز العمال وضعفہ ۲۸۸/۸)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے جس نے کوئی نماز پڑھی (اور) اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی وہ (نماز) نامکمل ہے سوائے امام کے پیچھے۔

یہ حدیث ضعیف ہے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجزئ صلاۃ لا یقرأ فیہا بفاتحۃ الكتاب الا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز جائز نہیں ہے جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے سوائے اس کے کہ وہ



یکون وراء الامام (کنز امام کے پیچھے ہو۔  
العمال وضعفه ۲۸۸/۸)  
لہذا یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

اثر ② جو حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ ٹھیک کہہ رہے ہیں کہ جب امام بلند آواز سے قرأت کر رہا ہو اس وقت مقتدی کو کچھ نہیں پڑھنا چاہئے گویا اس وقت امام کی قرأت مقتدی کی ہی قرأت ہے۔ مگر ابن عمرؓ سکرات میں سورہ فاتحہ پڑھنے کو منع نہیں کر رہے ہیں اور ابن عمرؓ اس اصول شرعیہ کی خود بھی پابندی کرتے تھے۔ درج ذیل اثر اس بات کی مزید تائید کرے گا۔

یحییٰ البکاء سے مروی ہے :-

سئل ابن عمر عن القراءة خلف  
الامام فقال ما كانوا يرون  
بأسان يقرأ بفاتحة الكتب  
في نفسه (القراءة خلف الامام  
للإمام البخاری ۳۲/۱ وفيه  
یحییٰ البکاء وقال ابن سعد  
كان ثقة ان شاء الله تعالى،  
تهذيب التهذيب) (سندہ

(حسن)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

صلینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 علیہ وسلم فقال هل تقرؤن  
 القرآن معی اذا كنتم معی فی  
 الصلوة قالوا نعم قال فلا  
 تفعلوا الا بامر القرآن (کنز  
 العمال ۸/۲۹۲) (سندہ حسن)

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 ساتھ نماز پڑھی، آپ نے فرمایا جب تم  
 میرے ساتھ نماز میں ہوتے ہو تو تم میرے  
 ساتھ ساتھ قرآن پڑھتے ہو؟ صحابہ  
 کرام نے عرض کی جی ہاں۔ آپ نے فرمایا  
 ایسا نہ کیا کرو سوائے ام القرآن کے۔

لہذا حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے سکناات میں سورہ فاتحہ پڑھنے کی کسی  
 حال میں بھی ممانعت نہیں کی۔ کیونکہ وہ خود اس حدیث کے راوی ہیں۔

اثر (۳) جو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بالکل  
 ٹھیک کہہ رہے ہیں ہم بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ امام کے ساتھ ساتھ نہ  
 پڑھا جائے بلکہ سکناات میں سورہ فاتحہ کو پڑھا جائے۔

اثر (۴) جو حضرت عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت جابر رضی اللہ  
 عنہم سے مروی ہے۔ یہ حضرات بھی امام کے پیچھے سکناات میں سورہ فاتحہ  
 پڑھنے سے نہیں روک رہے ہیں۔ حضرت زید بن شریک سے روایت ہے۔  
 انه سأل عمر عن القراءة خلف  
 الامام فقال اقرأ بفاتحة  
 الكتاب قلت وان كنت  
 انت قال وان كنت انا قلت  
 وان جهرت قال وان جهرت  
 رکن العمال ۸/۲۸۵ ورواہ

انہوں نے حضرت عمرؓ سے امام کے  
 پیچھے قرأت کے بارے میں معلوم کیا،  
 حضرت عمرؓ نے کہا سورہ فاتحہ پڑھ لیا  
 کرو، میں نے کہا اگر آپ (امامت)  
 کر رہے ہوں، انہوں نے کہا اگر میں  
 (امامت) کر رہا ہوں؟ اور اگر آپ



ثقات وسندہ صحیح (عبدالرزاق) ۱۳۱/۲ و فیہ جواب ثقہ ابن معین و یعقوب و ابن حبان) بلند آواز سے قرأت کر رہے ہوں حضرت عمرؓ نے کہا اگر میں بلند آواز سے قرأت کر رہا ہوں۔

حضرت عمارت بن مسعود اور یزید القیمی دونوں کہتے ہیں :-  
امرونا عمر ابن الخطاب ان نقرأ ہمیں عمرؓ الخطاب نے حکم دیا کہ ہم خلف الامام (کنز العمال) امام کے پیچھے (سورۃ فاتحہ) کی قرأت ۲۸۵/۸ و عبدالرزاق ۱۳۱/۲ د کر لیا کریں۔  
سندہ حسن لغیرہ)

مندرجہ بالا حضرت عمرؓ کے قول سے معلوم ہوا کہ وہ (سورۃ فاتحہ) امام کے پیچھے پڑھنے سے منع نہیں فرما رہے بلکہ امام کے ساتھ ساتھ جس سے امام کو خلجان ہو جائے منع فرما رہے ہیں۔

اثر ⑤ جو حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ جس میں یہی چیز ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود کہہ رہے ہیں کہ جب امام (بلند آواز) سے قرأت کر رہے ہوں تجھے اس وقت امام کی قرأت کافی ہے۔ لیکن سکات میں پڑھنے سے منع نہیں فرما رہے ہیں۔

ابو داؤد کہتے ہیں :-

جاء رجل الى عبد الله فقال يا ابا عبد الرحمن اقرأ خلف الامام؟ قال انصت للقرآن فان في الصلوة شغلاً وسيكفيك  
ایک شخص عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آیا پھر اس نے کہا اے ابو عبدالرحمن میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں؟ حضرت عبداللہ نے کہا قرآن (کی قرأت کے

ذلك الامام (عبدالرزاق ۱۳۸/۲) احتسرام میں تم خاموش رہو کیونکہ نماز  
ورواه ابن ابی شیبہ والبیہقی کتاب میں خلل ہوتا ہے۔ اس موقع پر امام کی  
القرأة وسندہ حسن) (قرأت) تمہیں کافی ہو جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اپنے بیان سے ان کا مطلب  
واضح ہے۔ لہذا ان کے قول سے غلط مطلب نہ نکالا جائے جو صحیح حدیث کے  
خلاف ہو۔ یہی بات حضرت سالم بن عبداللہ کہتے ہیں :-

يكفيك قراءة الامام فيها يجهر نماز میں جب کہ امام بلند آواز سے قرأت  
فی الصلوٰۃ (عبدالرزاق ۱۳۹/۲) کر رہا ہو، امام کی قرأت تمہیں کافی  
وسندہ صحیح) ہو جائے گی۔

یہی بات عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں۔

ينصت للإمام فيها يجهره نماز میں جب امام بلند آواز سے قرأت  
فی الصلوٰۃ ولا يقرأ معه۔ کر رہا ہو تو (بلند آواز کی وجہ سے) امام  
(عبدالرزاق ۱۳۹/۲ وسندہ صحیح) کے لئے خاموش رہا جائے اور امام کے  
ساتھ ساتھ نہ پڑھا جائے۔

اثر ⑥ جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت  
عبداللہ بن عباس کا مقصد بھی بالکل واضح ہے یعنی اگر کوئی امام کے آگے  
آگے قرأت کر رہا ہے تو غلط کر رہا ہے اس وقت پڑھنے سے رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ لہذا کوئی نقصان نہیں۔ حضرت ابن عباس  
رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

لا بد ان يقرأ بفاتحة الكتاب امام بلند آواز سے قرأت کر رہا ہو یا



خلف (الامام) جہرا ولم بلند آواز سے قرأت نہ کر رہا ہو، امام  
یجہر (عبدالرزاق ۱۳۰/۲ و سندہ کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی قرأت کے بغیر  
صحیح درواہ البیہقی فی کتاب القراءۃ) کوئی چارہ کار نہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مطلب بالکل صاف ہے اور  
سورۃ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کے سلسلہ میں وہ اپنے آپ کو بالکل بے بس  
سمجھتے ہیں۔

اثر ④ جو موسیٰ بن عقبہ سے مروی ہے۔ اس اثر میں بھی امام کے ساتھ  
ساتھ پڑھنے کی نفی ہے۔ سکات میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کی نفی نہیں۔

اثر ⑤ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ضعیف ہے۔ امام  
دارقطنی کہتے ہیں لا یصح (رواہ الدارقطنی ۳۳۲/۱ و کنز العمال وضعفہ  
۲۸۶/۸) یعنی یہ اثر ضعیف ہے صحیح نہیں ہے۔

اثر ⑥ جو حضرت عمر بن الخطاب سے منسوب ہے۔ منقطع ہے۔ اس کی  
کوئی سند نہیں۔ دیکھئے (القراءۃ خلف الامام للامام البخاری) یہ اثر مصنف  
عبدالرزاق میں بھی ہے (۱۳۸/۲) مگر منقطع ہے۔ اگر ہم اس اثر کو صحیح بھی تسلیم  
کر لیں تو مطلب وہی ہوگا جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے یعنی جب امام بلند آواز  
سے قرأت کر رہا ہو اور مقتدی اس حالت میں پڑھیں کہ امام کو خلیجان ہو تو صحابہ  
کرام ایسی حالت میں امام کے پیچھے پڑھنے کو برا سمجھتے تھے۔ اسی بنیاد پر انہوں  
نے یہ جملے کہے ہیں کہ اس کے منہ میں آگ ہو، پتھر ہو، مٹی ہو وغیرہ وغیرہ۔

اثر ⑦ جو حضرت عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے۔ ضعیف ہے۔  
(القراءۃ خلف الامام للامام البخاری)

اثر ⑪ جو حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے ضعیف ہے (حوالہ مذکور)۔

حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عائشہؓ، امام حسن البصری اور دوسرے ائمہ تو خود امام کے پیچھے سکتے ہیں پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔ درج ذیل آثار ملاحظہ فرمائیے :-

(۱) حضرت ابو مریم کہتے ہیں :-

سمعت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یقرأ خلف الامام (القرآن خلف الامام للامام البخاریؒ) میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا وہ امام کے پیچھے (سورہ فاتحہ) کی قرأت کر رہے تھے۔

(۲) حضرت ابو وائل کہتے ہیں :-

عن ابن مسعود انصت للامام (حوالہ مذکور) ابن مسعودؓ کہتے ہیں امام کے لئے خاموش رہو۔

(۳) حضرت عبداللہ بن المبارک کہتے ہیں :-

دل ان هذا فی الجہر وانہا یقرأ خلف الامام سکت الامام (حوالہ مذکور) بے شک وہ امام کے پیچھے اس وقت پڑھتے تھے جب امام سکت کرتا۔ یہ چیز جہر پر دلالت کرتی ہے۔

(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

اقرأ خلف الامام قلت وان قرأت قال نعم وان قرأت وكذلك قال ابی بن کعب تو پڑھا امام کے پیچھے میں نے کہا اگر آپ قرأت کر رہے ہوں؟ حضرت عمرؓ نے کہا ہاں اگر میں قرأت کر رہا ہوں اور اسی



وحذیفہ بن الیمان وعبادة  
بن الصامت رضی اللہ عنہم  
ویدکر عن علی ابن طالب و  
عبد اللہ عمرو وابی سعید  
الخدری وعدة من اصحاب  
النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
نحو ذلك (القرأة خلف الامام  
للإمام البخاری ص ۲۸ واسنادہم  
لابأس بہم)

(۵) امام قاسم بن محمد کہتے ہیں :-  
كان رجال ائمة يقرؤن  
خلف الامام (حوالہ مذکور)  
متعدد ائمہ امام کے پیچھے قرأت کرتے  
تھے۔

(۶) امام حسن البصری، سعید بن جبیر اور میمون بن مہران کہتے ہیں :-  
وما لا احصى من التابعين  
واهل العلم ان يقرأ خلف  
الامام وان جهر و كانت  
عائشة رضی اللہ عنہا تأمر  
بالقرأة خلف الامام (حوالہ  
مذکور)  
تابعین میں سے اور اہل علم میں سے  
اتنے ہیں کہ جو امام کے پیچھے (سورہ فاتحہ)  
کی قرأت کرتے تھے جن کا شمار نہیں ہے  
اگرچہ امام بلند آواز سے قرأت کرتا تھا  
اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا  
امام کے پیچھے قرأت کا حکم دیا کرتی تھیں۔  
مختصراً ہم نے نقل کر دیا ہے ورنہ دلائل اور بھی بہت ہیں۔ الغرض امام

کے پیچھے سورہ فاتحہ سکتے ہیں پڑھنے کی نہ کسی نے مخالفت کی اور نہ ممانعت۔  
جو کچھ فیض احمد صاحب کہہ رہے ہیں اگر وہ مان لیا جائے تو درج ذیل حدیث  
کا انکار لازم آئے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

لا تقروا وابشیء من القرآن      جب میں بلند آواز سے قرأت کروں تو  
اذا جهرت الا بامر القرآن      تم قرآن (مجید) میں سے کچھ نہ پڑھو  
فانه لا صلوة لمن لم يقرأ بها      سوائے سورہ فاتحہ کے کیونکہ جو شخص  
(رواہ ابوداؤد والدارقطنی جز ۱ ص ۲۱۹)      سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں  
مصحح ابوداؤد والترمذی والدارقطنی      ہوتی۔

وابن حبان والحاکم والبیہقی تلخیص ابن  
حجر جز اول ص ۲۳)

الغرض حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت عبادہ  
بن صامتؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ  
اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کی قرأت  
کرنے کا حکم دے دیا کرتے تھے۔ یہ حکم عین احادیث صحیحہ کے  
موافق ہے۔

غلط فہمی | فیض احمد صاحب رقمطراز ہیں :-

① حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-

قال صلی بنا رسول اللہ صلی      حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں رسول  
اللہ علیہ وسلم فلما قرأ      اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز  
غیر المغضوب علیہم و      پڑھائی جب غیر المغضوب علیہم



لا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ وَخَفِيَ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھا تو فرمایا آمین اور  
نبھا صوتہ (نماز مدلل ص ۹۶) اس میں اپنی آواز کو پوشیدہ کیا۔

② حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-

انہ حفظ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکتین  
سکتہ اذا کبر وسکتہ اذا فراغ من قرأۃ غیر المفضوب  
علیہم ولا الضَّالِّینَ (نماز مدلل ص ۹۷)  
حضرت سمرہ بن جندبؓ نے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سکتے یاد کئے  
ہیں ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
تکبیر تحریمہ فرماتے۔ دوسرا جب آپ  
غیر المفضوب علیہم ولا الضَّالِّینَ کی قرأت  
سے فارغ ہوتے۔

اس قوی مرفوع حدیث میں دو سکتوں کا ذکر ہے۔ پہلا سکتہ ثناء و دعاء کے  
لئے تھا اور دوسرا سکتہ آمین کے لئے۔

③ حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

لم یکن عمرؓ وعلیؓ یمجھران  
بسم اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
ولا بآمین (نماز مدلل)  
حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بسم اللہ  
الرحمن الرحیم اور آمین میں جہر نہیں  
کرتے تھے۔

④ خلیفہ راشد حضرت عمرؓ بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے :-

اربع یخفھن الامام التحوذو  
بسم اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
وامین واللہم ربنا ولك  
الحمد (حوالہ مذکور)  
امام کو چار چیزیں آہستہ کنی چاہئیں  
اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور بسم  
اللہ الرحمن الرحیم اور آمین اور اللھم  
ربنا ولك الحمد۔

⑤ حضرت ابو داؤد فرماتے ہیں :-

کان علیؑ و ابن مسعود لا یجہران  
بسم اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
ولا بالتعوذ ولا بالتامین -  
(حوالہ مذکور)

حضرت علیؑ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ  
بسم اللہ الرحمن الرحیم اور تعوذ اور آمین  
جر سے نہیں کہتے تھے (بلکہ آہستہ  
کہتے تھے)۔

⑥ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

یخفی الامام ثلاثاً التعوذ و  
بسم اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
و آمین (حوالہ مذکور)

امام کو تین چیزیں آہستہ کہنی چاہئیں  
اعوذ باللہ الخ آمین۔

⑦ حضرت ابراہیم نخعی تابعی فرماتے ہیں :-

اربع یمخفھن الامام التعوذ و  
بسم اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
وسبحانک اللہم و بحمدک  
و آمین۔ (نماز مدلل ص ۹۸)

امام نماز میں چار چیزیں آہستہ کہتا ہے۔  
اعوذ باللہ الخ اور بسم اللہ الخ اور سبحانک  
اللہم الخ اور آمین۔

⑧ اذکان اکثر الصحابة  
والتابعین علی ذلک (نماز مدلل)  
کیونکہ اکثر صحابہؓ و تابعین اسی اخفاء  
پر عمل پیرا تھے۔

جواب | قارئین کرام اب آپ سلسلہ وار جوابات ملاحظہ فرمائیے :-

① جو حدیث حضرت داؤد بن جریر سے مروی ہے جس میں ”اخفی برہا  
صوتہ“ کے الفاظ فیض احمد صاحب نے نقل کئے ہیں اور ان کو صحیح بتایا  
ہے۔ مگر فیض احمد صاحب نے ”اخفی برہا صوتہ“ کی جرح جو امام



زبطی نے نقل کی ہے اُسے حذف کر گئے۔ حذف شدہ جرح درج ذیل ہے۔  
امام دارقطنی کہتے ہیں :-

هكذا قال شعبة واخفى  
بها صوته ويقال انه و  
هم فيه لان سفیان الثوري  
ومحمد بن سلمة بن كهيل  
وهما رواه عن سلمة فقالوا  
ورفع بها صوته وهو الصواب  
(نصب الراية جلد ۱/ ۳۶۹)

اسی طرح شعبہ نے "اخفی بہا صوتہ"  
کے الفاظ کہے ہیں اور کہا گیا ہے کہ  
شعبہ کو اس سلسلہ میں وہم ہوا ہے۔  
اس لئے کہ سفیان ثوری، محمد بن سلمہ  
بن کھیل اور ان دونوں کے علاوہ  
دوسرے ائمہ نے سلمہ سے "رفع بہا  
صوتہ" کے (الفاظ) روایت کئے  
ہیں اور یہی صحیح ہیں۔

صاحب "التتبیح" نے شعبہ کی حدیث پر طعن کیا ہے (نصب الراية)  
کہتے ہیں :-

وقد اجمع الحفاظ البخاری  
وروی من اوجه فجهر بها  
وتأنيص ابن حجر جزء اول  
م ۲۳ ونصب الراية ۱/ ۳۶۹

ائمہ حفاظ کا اتفاق ہے یعنی امام  
بخاری ان کے علاوہ اور ائمہ کا کہ  
شعبہ نے "اخفی بہا صوتہ" کے الفاظ  
روایت کر کے خطا کی ہے کیونکہ مختلف  
طرق سے "جہر" کے الفاظ روایت  
ہوئے ہیں۔

جناب فیض احمد صاحب کا یہ کہنا کہ محدث حاکم فرماتے ہیں: اس کی سند  
صحیح ہے۔ صحیح الاسناد (نماز مدلل ونصب الراية ۱/ ۳۶۹) اس میں الفاظ

کا دھوکا دیا ہے۔ امام زلیعی نصب الرایۃ میں خود نقل کرتے ہیں اخراجہ الحاکم فی کتاب القراءة ولفظه ”خفض بها صوته“ (جس کے معنی ہیں آواز بہت زیادہ بلند نہ کرنا) وقال صحیح الاسناد ولو یخرجاه (نصب الرایۃ) یعنی امام حاکم نے اپنی کتاب ”القرات“ میں اس حدیث کو ان لفظوں کے ساتھ ”خفض بها صوته“ نکالا ہے اور صحیح کہا ہے یعنی آپ نے نہ بہت بلند آواز سے (آمین) کی اور نہ بالکل خفیہ آواز سے (آمین) کی۔ فیض احمد صاحب تائثر یہ دے رہے ہیں کہ ”خفی بها صوته“ کے الفاظوں کے ساتھ حدیث کی سند کو امام حاکم نے صحیح کہا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ”خفی بها صوته“ والی حدیث کو تو کسی نے صحیح ہی نہیں کہا۔ مزید برآں اگر آمین پوشیدہ تھی تو سنی کیسے گئی؟ باقی تفسیر ہماری کتاب ”صلوۃ المسلمین“ میں ملاحظہ فرمائیے۔

② جو حدیث حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے۔ حضرت سمرہ بن جندبؓ سے دوسری جگہ اس کی وضاحت موجود ہے۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

انہ کان یسکت سکتین اذا	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو سکتے
استفتح و اذا فرغ من القراءة	فرماتے تھے، ایک اس وقت جب آپ
کلھا (رواہ ابوداؤد و الترمذی و صحیح	نماز شروع کرتے، دوسرا اس وقت
احمد محمد شاكر فی تعلیقاتہ علی الترمذی)	جب آپ پوری قرأت سے فارغ
وفی راویۃ ابی داؤد ”سکتۃ اذا کبر	ہوتے یعنی جب آپ سورہ فاتحہ اور
الامام حتی یقرأ و سکتۃ اذا فرغ من	دوسری سورہ سے فراغت حاصل کر کے



فاتحہ الکتاب وسورة عند الركعة رکع فرماتے تو رکع سے قبل سکتے  
 باب ماجاء في سكتين في الصلاة فرماتے تھے۔  
 ۲۰۱/۲ (سنن صحیح)

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ دو سکتے سورة فاتحہ کے لئے ہوتے  
 تھے (آمین) کے لئے نہیں۔ مزید وضاحت "صلوة المسلمين" ص ۲۲۵ تا  
 ۲۵۲ پر ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کی مزید وضاحت  
 کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

للامام سكتان فاغتنموا امام کے دو سکتے ہوتے ہیں۔ تم ان  
 القراءة فيهما بفاتحة الكتاب دونوں میں سورة فاتحہ کی قرات کو  
 (جزء القراءة للبغاري ۹۲/۱ سنن) لوٹ لو۔

(حسن)

لہذا معلوم ہوا کہ یہ دو سکتے سورة فاتحہ کے لئے دئے جاتے ہیں (آمین)  
 کے لئے نہیں۔ فیض احمد صاحب کا اس حدیث سے (آمین) خفیہ کی  
 دلیل لینا صحیح کورات کہنے کے مترادف ہے۔ مزید برآں حضرت عمر بن  
 جندب رضی اللہ عنہ آمین بالجہر کے قائل ہیں اور اسی بات کا حکم دے رہے  
 ہیں۔ حضرت عمر بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

قال النبي صلى الله عليه وسلم اذا قال الامام (غير المغضوب عليهم ولا الضالين)  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب  
 امام (غیر المغضوب علیہم ولا الضالین)  
 کہے تو تم (آمین) کہو اللہ تعالیٰ تم  
 فقرلوا آمین یحببکم اللہ (رواہ) سے محبت کرے گا۔

الطبرانی فی الكبير ۲۱۳/۴ و  
 فیہ سعید بن بشیر وقد ثقه  
 شعبۃ ودحیو قال ابوحاتم  
 بحلہ الصدق (میزان) وقال  
 ابوالبرار هو عندنا صالح لیس بہ باس  
 تہذیب وسندہ حسن

حضرت سمرہ بن جندب کی اس حدیث کی متابعت حضرت ابو موسیٰ الاشجری  
 رضی اللہ عنہ نے کی ہے جو مصنف عبد الرزاق ۹۸/۲ اور صحیح مسلم کتاب  
 الصلوٰۃ باب فی التشدد فی الصلوٰۃ میں موجود ہے۔ الغرض جناب فیض احمد  
 صاحب کا حدیث سمرہ سے غلط استدلال کرنا واضح ہے اور نماز مدلل کے  
 ص ۹۷ پر حدیث کو صحیح کہنا غلط ہے۔

قارئین کرام صرف دو حدیثیں جناب فیض احمد صاحب پیش کر سکے جو  
 کالعدم ہو گئیں۔ اب آئیے آثار کی طرف جو حقیقت میں تو دلائل نہیں ہیں  
 مگر ہم پھر بھی ان کے جوابات دیتے ہیں تاکہ عوام کو دھوکا نہ ہو۔

اثر ۳ جو حضرت ابو دائل سے مروی ہے اور اثر ۴ ۵ ۶  
 ۷ اور ۸ سب ضعیف ہیں۔ امام شوکانی فرماتے ہیں کہ ابو عمر کہتے ہیں:  
 من وجوہ لیست بالقائمۃ انہ  
 قال یحییٰ الامام اربعاً التعوذ  
 وبسم اللہ الرحمن الرحیم  
 وامن وربنا لک الحمد و  
 کہ امام چار باتوں کو پوسشیدہ  
 کرے یعنی التعوذ، بسم اللہ الرحمن  
 الرحیم، آمین اور ربنا لک الحمد مگر  
 یہ باتیں ثابت نہیں ہوتیں اگرچہ (مختلف)



روی علقمة والاسود عن عبد الله بن مسعود قال ثلاث يخفهن للامام الاستعاذة وبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَاٰمِیْن (نیل الاوطار جزء ۲ ص ۴)

طُرُق سے یہ (چار) باتیں روایت کی گئی ہیں۔ علقمة اور اسود نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ امام تین باتوں کو خفیہ کرے الاستعاذۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم اور آمین (مگر یہ باتیں ثابت نہیں ہوتی ہیں)۔

مزید برآں ابوداؤد والی روایت میں ایک راوی ہے "ابوسعید البقال" اس کا نام سعید بن مرزبان الغنسی ہے۔ ضعیف ہے۔ (تقریب) مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیے۔

- ① امام یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں ہے۔ یہ احادیث نہیں لکھتا تھا۔
- ② امام عمرو بن علی ضعیف الحدیث و متروک الحدیث کہتے ہیں۔
- ③ امام ابو زرہ ثقیں الحدیث کہتے ہیں بچا ہے جھوٹا نہیں ہے۔
- ④ امام بخاری منکر الحدیث کہتے ہیں۔
- ⑤ امام ابو حاتم کہتے ہیں یہ حجت نہیں ہے۔
- ⑥ امام نسائی ضعیف کہتے ہیں۔
- ⑦ امام مرہ کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں ہے۔
- ⑧ ابن عدی جملہ ضعفاء میں شمار کرتے ہیں۔
- ⑨ امام دارقطنی متروک کہتے ہیں۔
- ⑩ امام ساجی صدوق فیہ ضعف کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں۔

⑪ امام غلی ضعیف کہتے ہیں۔

⑫ ابن حبان کثیر الوہم فاحش الخطا کہتے ہیں۔

⑬ امام ابن عیینہ ضعیف کہتے ہیں۔

ہم نے یہ تمام جرح (تہذیب التہذیب) سے نقل کی ہے۔  
 علاوہ ازیں یہ آثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صحیح احادیث کے  
 بھی خلاف ہیں جو آمین بالجہر کے سلسلہ میں روایت کی گئی ہیں۔ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی آمین بالجہر کہتے تھے اور آمین بالجہر کا حکم دیا کرتے  
 تھے (رواہ ابوداؤد والترمذی، ابن ماجہ مسند امام احمد)  
غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :-

بعض احادیث میں آمین بالجہر کا ذکر ہے۔ محققین نے مذکورہ بالا دلائل  
 اور احادیث و آثار کے قرینہ سے مختلف توجہات لکھی ہیں۔  
 بعض اوقات لوگوں کی تعلیم کے لئے جہر کیا گیا تاکہ ان کو معلوم ہو جائے  
 کہ اس مقام پر آمین کی جاتی ہے۔ درج ذیل احادیث سے اس توجہ کی  
 تائید ہوتی ہے۔

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-

قال آمین حتی یسمع من آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمین فرماتے  
 یلیہ من الصف الاول یہاں تک کہ پہلی صف میں جو لوگ آپ  
 کے قریب ہوتے وہ سنتے۔ (نماز مدلل ص ۹۹)

② حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-

فقال آمین ما اراہ الا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (جہر)



لیعلمنا ( نماز مدلل )  
آمین فرمایا میرے خیال میں آپ ہمیں تعلیم  
دینا چاہتے تھے ( اس لئے جہر کیا )

جواب | پہلی بات تو یہ کہ احادیث میں ”آمین“ بالجہر ثابت ہے۔ جس کو  
فیض احمد صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں اور تسلیم کرنا پڑے گا کیونکہ آمین بالجہر کی  
احادیث صحیح روایات سے مروی ہیں۔ جن کو ائمہ نے صحیح کہا ہے۔ دوسری بات  
یہ کہ محققین کے وہ دلائل جو فیض احمد صاحب نے دئے تھے وہ تو سارے کالعدم  
ہو گئے اور ان دلائل کی توجیہات بھی ختم ہو گئیں۔ اب اُن کا ذکر کیا حیثیت  
رکھتا ہے۔

یہ تو صحیح ہے کہ بعض اوقات اکادکا حدیث میں کسی صحابی نے وہ چیز جو  
خفیہ طور پر ثابت تھی جہر کر کے تعلیم دی ہے یعنی ان احادیث میں جن میں رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خفیہ ہونا ثابت تھا مگر آمین کا خفیہ ہونا آپ سے  
ثابت نہیں آئیں بالجہر کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تعلیم دی ہے۔  
اس سلسلہ میں یہ کہنا کہ یہ تعلیم تھا بڑی زیادتی ہے۔ مثلاً اَنْ عَمْرٍو الْخَطَا  
كَانَ يَجْهَرُ بِهِمْ وَلَاءُ الْكَلِمَاتِ يَقُولُ ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ  
وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ“ (صحیح مسلم ۱/۲۹۹)  
یعنی حضرت عمرؓ (تعلیماً) ان کلمات کو جہر سے پڑھ کر بتایا کرتے تھے لیکن سبحانک  
اللہم..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام خفیہ آواز سے ہی پڑھا  
کرتے تھے اور یہ چیز صحیح احادیث سے ثابت شدہ ہے۔ اچھا یہ بتائیے  
حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی نماز میں سورہ فاتحہ بلند  
آواز سے پڑھ کر لوگوں کو تعلیم دی (صحیح بخاری) کیا احناف بلند آواز سے یا

میری آواز سے سورہ فاتحہ پڑھنے کو تیار ہیں؟ جناب فیض احمد صاحب آپ  
احناف کی حمایت میں ایسی بات کہہ جاتے ہیں جو احناف کو منظور نہیں ہوتی۔  
الغرض آمین بالجہر تعلیم تھا اس چیز سے لوگوں کو دھوکا نہ دیکھے۔ مزید برآں  
”لِيُعَلِّمَنَا“ کے الفاظ صحیح سند سے ثابت ہیں یا نہیں یہ چیز بھی قابل غور ہے۔  
حضرت وائل رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں:-

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال (غیر المفضوب علیہم ولا الضالین) کتے تو  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب  
غیر المفضوب علیہم ولا الضالین کتے تو  
آمین کتے۔

آمین (عبدالرزاق ۹۵/۲ وسندہ صحیح)  
حضرت وائلؓ کتے ہیں:-

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ (ولا الضالین)  
فقال آمین یمد بہا صوتہ  
(مصنف ابن ابی شیبہ ۳۱۵/۲ و  
مصنف عبدالرزاق ۹۵/۲ التعلیق  
للابانی علی مشکوٰۃ ۱/۲۶۷ وسندہ صحیح)

حضرت وائل رضی اللہ عنہ کتے ہیں:-

صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما قرأ فاتحۃ  
الکتاب جہر بآمین ....  
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے سورہ فاتحہ  
پڑھی (تو) بلند آواز سے آمین کی۔



(کنز العمال ۱۲۱/۸ صحیح ما قبلہ)

حدیث ① جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بے حد ضعیف ہے۔ ابو عبد اللہ الدوسی اور بشر بن رافع ضعیف ہیں۔ وضاحت درج ذیل ہے :-

(۱) علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ ابو عبد اللہ الدوسی عن ابی ہریرۃ لا یعرف ما حدث عنہ سوی بشر بن رافع (میزان) یعنی ابو عبد اللہ الدوسی جو حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتا ہے مجہول ہے۔ اس سے بشر بن رافع کے سوا کوئی اور روایت نہیں کرتا۔

(۲) ابو احمد الحاکم اس راوی کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کا نام معلوم نہیں (تہذیب)۔

(۳) ابن القطان مجہول کہتے ہیں (تہذیب)۔

(۴) ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔ ابن حبان کا ثقہ کتنا غیر مفسر ہے۔

راوی بشر بن رافع الحارثی، ابوالاساط النجرانی کے بارے میں ضعیف ہونے کے دلائل :-

- ① عبد اللہ بن احمد ضعیف کہتے ہیں۔
- ② امام بخاری کہتے ہیں، اس کی حدیث کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔
- ③ امام ترمذی ضعیف کہتے ہیں۔
- ④ امام نسائی ضعیف کہتے ہیں۔
- ⑤ امام ابوحاتم ضعیف الحدیث و منکر الحدیث کہتے ہیں۔
- ⑥ امام حاکم لیس بالقوی کہتے ہیں۔

- ④ یعقوب بن سفیان لیں الحدیث کہتے ہیں۔
- ⑤ امام عقیلی کہتے ہیں اس کے پاس منکر روایات ہیں۔
- ⑥ امام دارقطنی منکر الحدیث کہتے ہیں۔ رحمہ اللہ علیہم
- ⑦ ابن عبد البر ضعیف و منکر الحدیث کہتے ہیں (فی الکنی)
- ابن عبد البر نے کتاب الانصاف میں کہا ہے۔ اس راوی کی احادیث میں نکارت ہے۔ تمام محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کی وہ احادیث جو اس نے روایت کی ہیں چھوڑ دی جائیں اور احتجاج موقوف کر دیا جائے اور پھر کسی عالم نے اس میں اختلاف نہیں کیا۔ امام ابن حبان بھی کہتے ہیں کہ یہ بعض باتیں متعمداً غلط کرتا تھا (تہذیب) مزید برآں ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ موضوعات روایت کرتا تھا۔ علامہ ہبشی ابو عبد اللہ کو مجہول اور امام احمد بشر بن رافع کو ضعیف کہتے ہیں (مجمع الزوائد)
- بحث درایتاً حدیث کے پہلے حصہ میں ہے ”حتی یسمع من یلبہ من الصف الاول“ یعنی یہاں تک کہ پہلی صف میں جو حضرات قریب ہوتے وہ سنتے اور حدیث کا اگلا حصہ اس کے خلاف ہے ”فیرتج بہا المسجد“ یعنی مسجد (آمین) کی آواز سے گونج اٹھتی متضاد ہے۔ لہذا یہ حدیث درایتاً بھی ضعیف ہے۔
- ایک اور زاویہ سے بحث | قارئین کرام اگر ہم اس حدیث کو صحیح بھی تسلیم کر لیں تب بھی یہ حدیث ہماری تائید میں ہے اور جناب فیض احمد صاحب کے رد میں۔ کیونکہ جناب فیض احمد صاحب نے حدیث کا وہ حصہ جو ان کے مذہب کے خلاف تھا حذف کر گئے۔ وہ حصہ یہ ہے ”فیرتج بہا المسجد“ یعنی



آئین کی آواز سے مسجد گونج اٹھتی۔ حدیث کے اس حصہ میں آئین کا بلند آواز سے کننا ثابت ہو رہا ہے۔ لہذا فیض احمد صاحب اس عبارت کو حذف کر گئے۔  
 حدیث (۲) جو حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جرج اوپر ملاحظہ فرمائیے، یعنی ص ۲ پر۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ رکوع میں جلتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں ہے۔ ارشاد ربانی ہے :-

قد افلح المؤمنون الذین یلایب اہل ایمان کامیاب ہوئے جو  
 ہم فی صلوٰتہم خاشعون اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔  
 (المؤمنون نماز مدلل)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-  
 فنجبتون متواضعون لا یلتفتون عاجزی تواضع کرنے والے نہ دائیں بائیں  
 یمیناً ولا شمالاً ولا یرفعون التفات کرتے ہیں اور نہ نماز میں اپنے  
 اید یہم فی الصلوٰۃ (نماز مدلل) ہاتھ اٹھاتے ہیں۔

جواب | مطلب یہ ہے کہ عاجزی و انکساری کا تقاضا یہ ہے جب نمازی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو خضوع و خشوع کرتے ہوئے نماز ادا کرے، کسی قسم کی لغو حرکت نہ کرے، نماز حسن و خوبصورتی اور دلکشی کا مرقع ہو، نہ بار بار ہاتھوں کو حرکت دی جائے نہ نماز میں ہاتھوں کا غلط استعمال کیا جائے، کبھی کبھار ہے ہیں تو کبھی میل اتار رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ مگر ابن عباسؓ کے فعل سے رفع یدین عند الركوع وعند الرفع نہ کرنے کی دلیل لینا مضحکہ خیز ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نماز میں جلتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کی

نفی نہیں کر رہے ہیں بلکہ وہ ہاتھ جو بے جا اٹھتے ہیں ان کی نفی کر رہے ہیں۔  
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تو خود رفع یدین کرنے کے قائل ہیں اور  
خود رفع یدین کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ  
علیہ کہتے ہیں :-

رأیت اباسعید الخدری و	میں نے حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت
ابن عمرو ابن عباس و ابن	ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت
الزبیر یزفون یدیهو	ابن الزبیرؓ کو (نماز) میں رفع یدین
فھو من حدیث الزھری	کرتے ہوئے دیکھا۔ امام زہری کی حدیث
(رواہ ابن ابی شیبہ ۲۳۵/۱ وسندہ	کے مثل یعنی رکوع میں جلتے وقت اور
صحیح)	رکوعات اٹھتے وقت رفع یدین کرتے
	تھے۔

نوٹ: حدیث زہریؓ ابن عمرؓ والی حدیث ہے جو صحیح بخاری و صحیح  
مسلم میں ہے جس میں رفع یدین کی صریحاً وضاحت موجود ہے۔  
طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں :-

رایت عبد اللہ بن عمرو و	میں نے عبد اللہ بن عمرو، عبد اللہ بن عباس
عبد اللہ ابن عباس و عبد اللہ	اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو نماز
بن الزبیر یزفون یدیهو	میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا۔
فی الصلوۃ ذکر العمال ۹۶/۸	
وسندہ صحیح)	

حسن بن مسلم کہتے ہیں۔ میں نے طاؤس سے سنا اور ان سے نماز میں رفع



یدین کے بارے میں سوال کیا جا رہا تھا۔ حضرت طاؤسؓ کہتے ہیں :-

رایت عبد اللہ و عبد اللہ  
و عبد اللہ یرفعون ایدیہم  
فی الصلوٰۃ ، لعبد اللہ بن عمر  
و عبد اللہ بن عباس و  
عبد اللہ بن الزبیر (عبدالرزاق  
۶۹/۲ و سندہ صحیح متصل)

میں نے عبد اللہ، عبد اللہ، عبد اللہ کو  
نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا یعنی  
عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس اور  
عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم۔

یہ وہ حقائق ہیں جن سے کسی کو انکار کی مجال نہیں۔  
حضرت ابو جبرہؓ کہتے ہیں :-

سأیت ابن عباس یرفع یدیہ  
اذا اتم الصلوٰۃ و اذا رکع  
و اذا رفع رأسه من الركوع  
(رواہ ابن ابی شیبہ ۲۶۶/۱ و سندہ  
صحیح متصل)

میں نے حضرت ابن عباسؓ کو رفع یدین  
کرتے ہوئے دیکھا جب وہ نماز شروع  
کرتے (تو رفع یدین کرتے) اور جب  
رکوع کرتے (تو رفع یدین کرتے) اور جب  
رکوع سے سر اٹھاتے (رفع یدین کرتے)

لہذا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سنت کے مطابق نماز میں  
رفع یدین کر کے نماز ادا کرتے تھے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب کہتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی  
مرفوع حدیث ہے :-

قال خرج علينا رسول الله  
صلى الله عليه وسلم فقال  
حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے

مالی اراکھ رافعی ایدیکم  
 کانہا اذنا بخیل شمس  
 اسکنوا فی الصلوۃ  
 (نماز مدلل ص ۱)

ہاں باہر تشریف لائے تو فرمایا کیا بات  
 ہے۔ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنے  
 ہاتھ اٹھائے ہوئے ہو گویا کہ وہ ہاتھ  
 سرکش گھوڑوں کی دم ہیں۔ نماز میں  
 سکون اختیار کرو (رفع یدین نہ کرو)

یہ صحیح مرفوع قولی حدیث اس بات پر نص ہے کہ نماز کے دوران رفع  
 یدین ممنوع ہے اس کے مقابلے میں سکون واجب و لازم ہے۔ فی الصلوۃ  
 کا لفظ تکبیر تحریمہ سے سلام تک شامل ہے۔ تکبیر تحریمہ تو نماز کا آغاز ہے۔  
 پھر اس میں رفع یدین متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ بالاجماع وہ اس  
 ممانعت سے خارج اور مستثنیٰ ہے اس کے بعد رکوع وغیرہ ہر مقام کی رفع  
 یدین کو یہ ممانعت شامل ہے۔ (نماز مدلل)

جواب | حضرت جابرؓ کی مندرجہ بالا حدیث سے رفع یدین نہ کرنے کی دلیل  
 لینا مضحکہ خیز ہے کیونکہ اس حدیث میں نہ تو رکوع میں جانے کا ذکر ہے اور نہ  
 رکوع سے اٹھنے کا یعنی جب رکوع میں جلتے تو رفع یدین نہ کرتے اور جب  
 رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہیں کرتے ایسے الفاظ ہونے چاہئے تھے۔  
 دعویٰ خاص کے لئے دلیل بھی خاص دینی چاہئے۔ جناب فیض احمد صاحب  
 دلیل تو عام پیش کر رہے ہیں اور دعویٰ خاص کر رہے ہیں۔ مزید برآں صحیح مسلم  
 کی مندرجہ بالا حدیث میں "عند السلام" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں جو آپ  
 نے اسی موقع پر فرمائے تھے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیے :-

حضرت جابرؓ بن سرہ کہتے ہیں :-



کنا اذا صلينا مع رسول الله  
 صلى الله عليه وسلم قلنا  
 السلام عليكم ورحمة الله  
 السلام عليكم ورحمة الله  
 واشارة بيده الى الجانبين،  
 فقال رسول الله صلى الله  
 عليه وسلم علام يومنون  
 بايد يكمن كانها اذ ناب  
 خيل شمس؟ انما يكفى  
 احدكم ان يضع يده على  
 فخذة ثم يسلم على اخيه  
 من على يمينه وشماله۔  
 (صحیح مسلم)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ  
 نماز پڑھ رہے تھے۔ ہم (سلام پھیرتے  
 وقت) اپنے دائیں اور اپنے بائیں طرف  
 ہاتھوں سے اشارہ کرتے، یعنی السلام  
 علیکم ورحمة اللہ، السلام وعلیکم و  
 رحمة اللہ کے ساتھ اشارہ کرتے۔ رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم سلام  
 پھیرتے وقت نماز میں اپنے ہاتھوں  
 سے اشارہ کرتے ہو گویا کہ وہ سرکش  
 گھوڑوں کی دمیں ہیں۔ تم میں سے کسی  
 کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنا ہاتھ  
 اپنی ران پر رکھ لے، پھر وہ اپنے بھائی  
 کی طرف جو دائیں بائیں ہوں سلام  
 پھیر دے۔

قارئین کرام مندرجہ بالا حدیث سے نماز میں دونوں طرف سلام پھیرتے  
 وقت ہاتھوں سے اشارہ کرنے کی ممانعت ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ  
 عنہم شروع زمانہ میں ایسا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصلاح  
 فرماتے رہتے تھے۔ اس طرح آپ نے رفع یدین عند السلام سے روک کر صرف  
 رانوں پر ہاتھ رکھنے کو کافی بتایا۔ لہذا نماز میں دونوں طرف ہاتھوں سے اشارہ  
 کرنا یا ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرنے سے منع فرمایا نہ کہ رفع یدین عند الركوع و عند

الرفع سے۔ اس حدیث سے رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہ کرنے کی دلیل لینا علم متانت کے خلاف ہے۔ علاوہ ازیں فیض احمد صاحب نے جو صحیح مسلم کا متن نقل کیا ہے اس میں اور جو ہم نے نقل کیا ہے اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ ہم ان دونوں متنوں کو یکجا کر کے ترجمہ کرتے ہیں تاکہ حدیث کے دونوں متن آسانی سے سمجھ میں آجائیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں نماز پڑھا کرتے تھے (ہم نماز میں سلام پھیرتے وقت) اپنے دائیں اور بائیں طرف ہاتھوں سے اشارہ کرتے یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے سے گزرے (اور آپ نے ہمیں ایسا کرتے ہوئے دیکھا) آپ نے فرمایا کیا بات ہے کہ میں تمہیں اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنے ہاتھوں کو اس طرح اٹھاتے ہو گویا کہ وہ سرکش گھوڑوں کی دھمکی ہیں، تم اس طرح اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر اشارہ کرتے ہو؟ جیسے سرکش گھوڑوں کی دھمکی ہوتی ہے نماز میں سکون اختیار کرو۔ صرف تم میں سے کسی کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنا ہاتھ اپنی ران پر رکھ لے۔ پھر اپنے بھائی کی طرف جو دائیں اور بائیں ہوں سلام پھیر دے (صحیح مسلم)۔

قارئین کرام مندرجہ بالا حدیث ایک ہی ہے اور روایت کرنے والے بھی ایک ہی ہیں یعنی حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ۔ لیکن فیض احمد صاحب نے ”سلام“ کے الفاظ حذف کر دیے کیونکہ سلام کے الفاظ نقل کرنے سے ان کا مقصد حل نہیں ہوتا تھا لہذا حذف کر گئے محدث کا مطلب کیا تھا اور کیا کر گئے۔



(۱) اب اگر یہ صحیح قولی مرفوع حدیث ہے تو عند السلام ہاتھ نہ اٹھانے کی ہے۔

(۲) اس حدیث سے رفع یدین ممنوع نہیں ہوا۔

(۳) ”فی الصلوٰۃ کالفظ تکبیر تحریمہ سے سلام تک کو شامل ہے۔“ جناب فیض احمد صاحب اس حدیث سے تو تمام رفع یدین کی نفی ہوتی ہے اگر آپ یہ کہیں کہ تکبیر تحریمہ کا رفع یدین مستثنیٰ ہے کیونکہ آپ کے خیال میں تکبیر تحریمہ کا رفع یدین متواتر احادیث سے ثابت ہے۔

تو جواباً عرض ہے کہ رفع یدین عند الركوع وعند الرفع صحیح ترین اور متواتر احادیث سے ثابت ہے تو پھر یہ رفع یدین بھی مستثنیٰ ہوا۔

غلط فہمی | فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-

قال الا اصابى بكم صلوٰۃ	حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے اپنے
رسول الله صلى الله عليه	تلامذہ کو نماز کی عملی تعلیم دیتے ہوئے
وسلم فصلى فلم يرفع يديه	فرمایا کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی
الا في اول مرة (ترمذی، ابو	اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں
داود و نماز مدلل مل)	پھر آپ نے نماز پڑھی اور صرف پہلی
	دفعہ (تکبیر تحریمہ) میں رفع یدین کیا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے (نماز مدلل)

جواب | قارئین کرام امام ترمذی خود لکھتے ہیں :- لو ثبتت حدیث ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یرفع یدیه الا فی

اول مرتبہ (رواہ الترمذی ۲/۲۸) یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی حدیث ثابت نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک بار رفع یدین کرتے تھے۔ اب ہم امام ترمذی کی کونسی بات تسلیم کریں۔ امام ترمذی کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ حدیث سنداً تو حسن ہے اور متناً ضعیف۔ بقول ائمہ کے امام ترمذی کی حسن تقریباً ضعیف ہی نکلتی ہے۔

امام ابوداؤد اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں :-

قال عبد الله ابن مسعود  
الا اصابي بكم صلوٰة رسول  
الله عليه وسلم قال فصلي  
فليرفع يديه الا مرة  
حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھی صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔

مندرجہ بالا الفاظ نقل کرنے کے بعد امام ابوداؤد خود فرماتے ہیں :-

هذا مختصراً من حدیث  
طویل ولیس هو بصحیح  
علی هذا اللفظ (رواہ ابوداؤد  
یہ طویل حدیث کا ایک ٹکڑا ہے اور  
یہ ان الفاظ کے ساتھ صحیح نہیں۔)

(۱۹۹/۱)

الغرض یہ حدیث معلول ہے۔ اگر ہم اس حدیث کو صحیح بھی تسلیم کر لیں تب بھی یہ رفع یدین کرنے کے خلاف نہیں۔ اسی حدیث میں بھی عند الركوع وعند الرفع رفع یدین کرنے کی کوئی ممانعت نہیں۔ بلکہ جو حضرات تکبیر تحریمہ کے بعد بار بار رفع یدین کرتے ہیں یعنی جس طرح ایک فرقہ تکبیر تحریمہ کے بعد بار بار



رفع یدین کرتا ہے اس کی نفی ہے۔

غلط نفی | جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :-

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر لا فتاح  
کی تکبیر (تکبیر تحریمیہ) کہتے تو اپنے کانوں  
الصلوة رفع یدیه الی قریب  
من اذنیہ ثم لا یعود (رواہ  
ابوداؤد، طحاوی و دارقطنی، مصنف  
ابن ابی شیبہ، نماز مدلل ص ۱۲)

جواب | قارئین کرام یہ حدیث بھی کئی طرح سے ضعیف ہے۔ یزید ابن ابی  
زیاد بد حافظہ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہیں۔ ان کا حافظہ آخری عمر میں خراب  
ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں حافظہ صحیح ہونے کی حالت میں بیان کیا ہے یا حافظہ خراب  
ہونے کے بعد۔ محدثین کے نزدیک ایسی حدیث معلول ہوتی ہے۔ مزید برآں  
”شاسفیان عن یزید نحو حدیث شریک لم یقل ثم لا یعود“  
(رواہ ابوداؤد) یعنی امام سفیان کہتے ہیں۔ شریک کی حدیث میں یزید ابن ابی  
زیاد نے ”ثم لا یعود“ کے الفاظ نہیں کہے۔

قال سفیان قال لنا بالكوفة بعد ”ثم لا یعود“ (رواہ  
ابوداؤد) یعنی سفیان کہتے ہیں یزید ابن ابی زیاد نے ایک مدت کے بعد کوفہ  
میں ”ثم لا یعود“ کے الفاظ بیان کئے یعنی یزید ابن ابی زیاد ”ثم لا یعود“  
کبھی بیان کرتے اور کبھی بیان نہ کرتے۔ میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ یزید ابن

ابی زیاد کا آخری عمر میں حافظ خراب ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہ "ثم لا يعود" کا اضافہ غلطی سے کر دیا کرتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں :-

وروی هذا الحديث هشيم  
و خالد و ابن ادریس عن  
یزید لم یذکر و اثر لا  
یعود (رواہ ابوداؤد)

یہ حدیث ہشیم، خالد اور ابن ادریس  
نے یزید ابن ابی زیاد سے روایت کی  
ہے لیکن "ثم لا یعود" بیان نہیں کیا۔

لہذا امام ابوداؤد نے اس بات کی خود ہی وضاحت کر دی ہے کہ "ثم لا یعود" کے الفاظ نہیں ہیں پھر کیونکر یہ الفاظ قابل احتجاج ہو سکتے ہیں۔  
مسند حمیدی میں ہے: امام سفیان کہتے ہیں کہ یزید ابن ابی زیاد کا (آخری عمر) میں حافظ خراب ہو گیا تھا جس کی وجہ سے "ثم لا یعود" کے الفاظ ان سے زیادہ ہو گئے (رواہ الحمیدی)

ابن عبدالبر نیل الاوطار میں فرماتے ہیں :-

کل من روی عنہ ترک الرقع  
فی الركوع والرفع منہ روی  
عنہ فعلہ الا ابن مسعود  
قال محمد بن نصر المروزی  
اجمع علماء الامصار علی  
مشروعیہ ذلک الا اهل  
الکوفۃ (نیل الاوطار)

رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے  
وقت رفع یدین چھوڑنا ابن مسعود نے  
روایت کیا ہے اور کسی نے نہیں۔ محمد  
بن نصر مروزی کہتے ہیں کہ تمام شہروں  
کے علماء کا رفع یدین کرنے پر اجماع ہے  
سوائے اہل کوفہ کے۔



امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ”لا یصح ثم لا یعود“ (نیل الاوطار)  
یعنی ”ثم لا یعود“ کے الفاظ صحیح نہیں ہیں۔

حضرت براء بن عازبؓ والی حدیث جو ابوداؤد میں ہے اس کو امام بخاری  
امام احمد، امام یحییٰ، امام دارمی اور امام حمیدی نے ضعیف کہا ہے، یحییٰ بن  
محمد بن یحییٰ کہتے ہیں: میں نے سنا احمد بن حنبل سے وہ کہتے ہیں، ہذا حدیث  
واکۃ یعنی یہ حدیث بے کار ہے اور کہتے ہیں ایک عرصہ تک یزید ”ثم لا  
یعود“ کے الفاظ بیان نہیں کرتے تھے بعد میں بیان کرنے لگے (نیل الاوطار)  
مطلب یہ ہے کہ کوفہ کے لوگوں نے ”ثم لا یعود“ کا اضافہ یزید سے کروایا  
اور پھر یزید حافظہ خراب ہونے کے سبب سے بیان کرنے لگے۔

امام بیہقی کہتے ہیں: عبدالرحمن ابن ابی لیلے کے سلسلہ میں بھی اختلاف  
ہے۔

امام البزار کہتے ہیں کہ حدیث میں ”ثم لا یعود“ کے الفاظ نہیں تھے۔  
(نیل الاوطار)

علامہ ابن حزم لکھتے ہیں:-

ان صح قولہ لا یعود دل علی  
انہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل  
ذلك لبیان الجوانز  
(نیل الاوطار)  
”لا یعود“ کے الفاظ اگر صحیح ثابت ہو  
جائیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا  
کیا ہے تو بیان جواز کے لئے بطور  
دلیل کافی ہو جاتا۔

علامہ ابن حزم ”ان صح“ کے الفاظ استعمال کر کے ”ثم لا یعود“ کے  
الفاظ کو غلط ثابت کر رہے ہیں۔ شبہ کا اظہار کر رہے ہیں۔

امام شوكانی لکھتے ہیں :-

واحتجوا ايضا بما روى عن  
عبد الله بن مسعود عن طريق  
عاصم بن كليب عن عبد  
الرحمن ابن الاسود عن علقمة  
عند احمد وابي داود و  
الترمذی انه قال لاصلين  
لكم صلاة رسول الله صلى  
الله عليه وسلم فصلی فلم  
يرفع يديه الا مرة واحدة  
ورواه ابن عدي والدارقطني  
والبيهقي من حديث محمد  
بن جابر عن حماد عن ابراهيم  
عن علقمة عنه بلفظ  
صليت مع النبي صلى الله  
عليه وسلم وابي بكر وعمر  
فلم يرفعوا ايديهم الا  
عند الاستفتاح وهذا  
الحديث حسن الترمذی  
وصحی ابن حزم ولكن

احمد، ابوداؤد اور ترمذی کی وہ (حدیث)  
جو انہوں نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت  
کی ہے بطریق عاصم بن کلب بن عبد الرحمن  
بن اسود اور علقمة (ایک جماعت نے  
اس حدیث سے) حجت لی ہے جس میں  
عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں: میں تمہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز  
پڑھ کر دکھاؤں؟ پھر انہوں نے نماز  
پڑھی مگر ایک دفعہ رفع یدین کیا ابن  
عدی، دارقطنی اور امام بیہقی نے محمد  
بن جابر، حماد، ابراہیم اور علقمة سے  
ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے  
کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے  
ساتھ، ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ساتھ نماز  
پڑھی۔ بس وہ شروع نماز میں رفع یدین  
کرتے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے  
حسن اور ابن حزم نے صحیح کہا ہے۔  
لیکن ان کی تحسین و تصحیح ابن مبارک  
کے قول سے متعارض ہے۔ عبد اللہ بن



عارض هذا التحسين والتصحيح مبارك كتنے ہیں میرے نزدیک یہ حدیث  
قول ابن المبارك لم يثبت ثابت نہیں۔

عندی (نیل الاوطار)

قارئین کرام امام ترمذی کی حسن تقریباً ضعیف ہی ہوتی ہے اور ابن حزم  
کی تصحیح بھی اتنی پائے کی نہیں ہوتی۔ ابن حزم کسی حدیث کو صحیح کہہ دیتے تھے پھر  
اس سے رجوع کر لیتے تھے۔ تفسیر کتب واحادیث میں دیکھئے۔ عبداللہ بن مبارک  
کا قول (لَمْ يَثْبُتْ عِنْدِي) کی تائید درج ذیل ائمہ سے بھی ہوتی ہے۔  
وقول ابن ابی حاتم هذا ابن ابی حاتم کا قول ہے (ابن مسعود  
حدیث خطا) (نیل الاوطار) والی حدیث صحیح نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل اور ان کے استاد یحییٰ بن آدم ضعیف کہتے ہیں اور  
امام ابو داؤد لیس بھی کہتے ہیں۔ امام دارقطنی (انہ لم یثبت) یعنی  
حدیث ابن مسعود میں "شعلا یعود" کے الفاظ ثابت نہیں۔  
ابن حبان کہتے ہیں :-

هذا احسن خبر روى اهل الكوفة في نفي رفع اليدين  
الکوفہ فی نفی رفع الیدین  
اہل کوفہ نے نماز میں ترک رفع یدین  
کے سلسلہ میں عند الکرع وعند الرفع  
فی الصلوۃ عند الکرع و  
جواب بہترین خبر روایت کی ہے (وہ ابن  
مسعود کی حدیث ہے) اور حقیقت  
عند الرفع منه، وهو فی  
یہ ہے کہ وہ بھی بہت زیادہ ضعیف  
الحقیقہ اضعف شیء یعول  
ہے جو اس کو معلول بنا رہی ہے بلکہ  
علیہ لأن له عللا تبطله  
علتیں ہیں جو اس کو باطل بنا رہی ہیں۔  
(نیل الاوطار جزء ۲ ص ۱۷)

مزید برآں امام ابن حجرؒ فرماتے ہیں :-

وهؤلاء الاثمة انما طعنوا  
كلهم في طريق عاصم بن كليب  
اما طريق محمد بن جابر  
فذكرها ابن الجوزي في  
الموضوعات، وقال عن احمد  
محمد بن جابر لاشئ ولا يحدث  
عنه الا من هو شر منه (نيل  
الاوطار جزء ۳ ص ۱۴)

اور تمام ائمہ نے عاصم بن کلب کی  
روایت میں طعن کیا ہے اور وہی محمد  
بن جابر کی روایت تو ابن جوزی نے  
موضوعات میں شمار کیا ہے اور امام  
احمد کے طریق سے کہا ہے کہ محمد بن جابر  
کچھ نہیں ہے اس سے شریر خبیث ہی  
روایت کرتا ہے۔

محمد بن جابر کے بارے میں مزید جرح ملاحظہ فرمائیے۔

امام یحییٰ بن معین کہتے ہیں :-

كان اعمى واختلط عليه حديثه  
وكان كوفياً فانتقل الى اليمامة  
وهو ضعيف (تهذيب)

(محمد بن جابر) نابینا ہو گئے تھے ان کے  
اوپر احادیث خلط ملط ہو گئی تھیں اور  
وہ کوفی ہیں۔ پھر وہ یمامہ کی طرف  
منقل ہو گئے اور وہ ضعیف ہیں۔

امام عمرو بن علی کہتے ہیں :-

صدوق كثير الوهم متروك  
الحديث (تهذيب)

سچے، بہت دہمی، متروک الحدیث  
ہیں۔

امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں : ان پر احادیث مخلوط ہو گئی تھیں (تهذيب)  
امام البزرعہ کہتے ہیں : محمد بن جابر اہل علم کے نزدیک ساقط الحدیث



ہے (تہذیب)

عن حماد فیہ اضطراب محمد بن جابر اور حماد کی روایت مضطرب  
(تہذیب) ہوتی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

لیس بالقوی یتکلمون فیہ ائمہ نے (محمد بن جابر) پر کلام کیا ہے  
وروی منا کثیر (تہذیب) کیونکہ اس نے منکر روایات بیان  
کی ہیں اور یہ قوی نہیں ہے۔

امام نسائی ضعیف کہتے ہیں (تہذیب)۔

امام ابن ہدی ضعیف کہتے ہیں (تہذیب)۔

امام یعقوب بن سفیان اور عجلی ضعیف کہتے ہیں (تہذیب)۔

امام دارقطنی کہتے ہیں۔ وہ اور اس کا بھائی تقریباً ضعیف ہیں (تہذیب)۔

ہم نے طوالت کے خوف سے چند مزید اقوال چھوڑ دئے ہیں۔ مزید برآں  
اسی قسم کے اقوال میزان الاعتدال میں بھی مذکور ہیں۔ ”ثم لا یعود“ کی  
مزید تردید ملاحظہ فرمائیے :-

واحتجوا ایضاً بما روی عن ابن امام بیہقی نے خلافت میں ابن عمرؓ  
عمر عند البیہقی فی الخلافت کی حدیث ان الفاظ سے روایت کی  
بلفظ، کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیه اذا  
اقتتح الصلوۃ ثم لا یعود۔ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
شروع نماز میں رفع یدین کرتے پھر نہیں  
کرتے۔ بعض لوگوں نے اس حدیث سے  
حجت لی ہے۔ (نیل الاوطار)

حافظ ابن حجر اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں :-

وہ مغلوب موضوع (ذیل الاطاب) یہ (حدیث) مغلوب جھوٹی ہے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :-

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-

قال صلیت مع رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر  
وعمر فلم یرفعوا یدیہم  
الا عند استفتاح الصلوۃ  
(نماز مدلل ص ۱۰۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں میں  
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور  
حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے ساتھ  
نماز پڑھی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وسلم اور شیخین صرف نماز کے شروع  
میں (تکبیر تحریمہ) میں رفع یدین کرتے  
تھے۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم اذا دخل فی الصلوۃ رفع  
یدیہ مدًّا (نماز مدلل ص ۱۰۲) فرماتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز  
میں داخل ہوتے تو اچھی طرح رفع یدین  
فرماتے۔

اس حدیث میں صرف تحریمہ والی رفع یدین کا ذکر ہے۔ رکوع کی رفع یدین  
کا ذکر نہیں ہے اسی لئے امام ابوداؤد نے باب من لم یدکر الرفع عند الركوع  
میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔

جواب | حدیث ① جو حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے ضعیف ہے  
محمد بن جابر بہت زیادہ ضعیف ہے۔ جرح گذشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیے۔



حدیث (۲) جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بھی ضعیف ہے۔ اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن عبد اللہ بن الضحاک ضعیف ہے (تقریب التقریب) مزید برآں اس راوی کو امام ابو زرہ اور دوسرے ائمہ نے بھی ضعیف کہا ہے (میزان الاعتدال) لہذا یہ بھی ضعیف ہے۔ علاوہ ازیں عدم ذکر سے عدم شے لازم نہیں آتا۔ دوسری صحیح احادیث متواترہ میں رفع یدین عند الركوع وعند الرفع ثابت ہے دیکھئے صحیح بخاری و صحیح مسلم۔ غلط فہمی فیض احمد صاحب لکھتے ہیں :-

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-

ترفع الایدی فی سبعة مواطن  
اذا قام الى الصلوة و اذا راى  
البیت و علی الصفا و المروة  
و فی جمع و عرفات و عند الجمار  
(نماز مدلل ص ۱۰۳)

سات مقامات پر ہاتھ اٹھائے جاتے  
ہیں (رفع یدین کیا جاتا ہے) جب نماز  
کے لئے کھڑا ہو اور جب بیت اللہ کو  
دیکھے، کوہ صفا پر اور کوہ مروہ پر،  
مزدلفہ میں، عرفات میں جمرات کے

پاس۔

اگر نماز میں تکبیر تحریمیہ کے علاوہ رکوع میں رفع یدین ہوتی تو ضرور اسے بھی ذکر کیا جاتا۔

جواب | حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایت کردہ یہ حدیث صحیح احادیث سے متعارض ہے۔ ضعیف بھی ہے۔ عطاء بن السائب، ابو عمر، الکوفی، جن کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں حافظہ خراب ہونے کے بعد اس قول کو روایت کیا ہے یا حافظہ صحیح کی حالت میں۔ مگر الحمد للہ اس کی

وضاحت موجود ہے۔

وكان عطاء تغیر باخوة وفي عطاء کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا  
روایہ جریر و ابن فضیل و تھا۔ جریر اور ابن فضیل کی روایت  
طبقہ ضعیفہ۔ (حافظہ خراب ہونے کے بعد کی ہے)

(تہذیب التہذیب ۲۰۷/۷) (لہذا ایسی حدیث کا درجہ ضعیف ہے۔  
اور یہ روایت جو فیض احمد صاحب نے ص ۱۰۳ پر نقل کی ہے اس میں  
”ابن فضیل“ موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیے :-

حدثنا ابن فضیل عن عطاء عن سعید بن جبیر عن ابن

عباس (رواہ ابن ابی شیبہ ونصب الراية ۳۹۱/۱)

لہذا یہ بیان ضعیف ہے۔

اس سلسلہ کی اور بھی روایات مروی ہیں وہ بھی درج ذیل ہیں :-

① عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال لا ترفع الایدی  
الا فی سبعة مواطن تکبیرة الافتتاح وتکبیرة القنوت وتکبیرات  
العیدین و ذکر الاربعة فی الحج (نصب الراية)

امام زیلعی کہتے ہیں (اور یہ احناف کے گھر کے آدمی ہیں یعنی گھر کی گواہی  
ہے) قلت غریب بهذا اللفظ یعنی میں کہتا ہوں یہ حدیث اس متن کے ساتھ  
غریب ہے یعنی ضعیف ہے۔

② عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ترفع  
الایدی الا فی سبعة مواطن ..... (نصب الراية ورواہ الطبرانی فی الاوسط)  
قارئین کرام یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ اس حدیث میں دو غلطیاں ہیں



(۱) محمد بن عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ ضعیف ہے اور (۲) روایت منقطع ہے۔  
علت (۱) کی وضاحت ملاحظہ فرمائیے :-

محمد بن عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ کو

- ① یحییٰ بن سعید ضعیف کہتے ہیں۔
  - ② احمد بن حنبلؒ بد حافظہ اور مضطرب الحدیث کہتے ہیں۔
  - ③ امام مرۃ ابن ابی لیلیٰ کو ضعیف کہتے ہیں اور کہتے ہیں عطاء کی روایت ابن ابی لیلیٰ سے بے حد ضعیف ہوتی ہے۔
  - ④ شعبہ کہتے ہیں یہ مقلوب ہے۔
  - ⑤ عجلی جائز الحدیث کہتے ہیں۔
  - ⑥ ابو زرہ لیس بالقوی کہتے ہیں۔
  - ⑦ نسائی لیس بالقوی کہتے ہیں۔
  - ⑧ ابن حبان فاحش الخطاء ردی الحفظ کہتے ہیں۔ کہتے ہیں اس کی روایات میں بہت زیادہ نکارت ہوتی ہے۔
  - ⑨ دارقطنی ردی الحفظ و کثیر الاعم کہتے ہیں۔
  - ⑩ ابن المدینی بد حافظہ اور واہی الحدیث کہتے ہیں۔
- اگرچہ سچے ہیں اور کسی نے ان کو ثقہ بھی کہا ہے۔ لیکن ثقہ کے ساتھ ساتھ یقین الحدیث بھی کہا ہے اور کہنے والے صرف یعقوب بن سفیان ہیں۔ مندرجہ بالا تمام اقوال تہذیب التہذیب میں دیکھیے۔
- علت (۲) کی وضاحت ملاحظہ فرمائیے :-
- امام شعبہ کہتے ہیں :-

لو یسمع المحکو من مقسم الا حکم نے مقسم سے نہیں سنا مگر چار  
 اربعة احادیث لیس هذا احادیث اور یہ حدیث اس میں شامل  
 منها فهو مرسل و غیر محفوظ نہیں ہے۔ یہ مرسل ہے۔ غیر محفوظ ہے  
 لان اصحاب نافع خالفوا۔ اس لئے کہ نافع کے ساتھیوں کی انہوں  
 (نصب الراية ۱/ ۲۹۰) نے مخالفت کی ہے۔

لہذا حدیث ضعیف ہے۔

③ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا ترفع الایدی  
 الا فی سبعة مواطن فی افتتاح الصلوة ..... (حوالہ مذکور)

یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ منقطع ہے۔ علت مندرجہ بالا ہے۔

④ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ترفع الایدی  
 فی سبعة مواطن افتتاح الصلوة ..... (حوالہ مذکور) اس  
 روایت میں بھی محمد بن عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ ہے۔ لہذا ضعیف ہے۔

⑤ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ..... (حوالہ مذکور)  
 محمد بن عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ موجود ہے۔ امام بیہقی بھی محمد بن عبدالرحمن ابن  
 ابی لیلیٰ کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں (نصب الراية)  
 بہر حال یہ تمام روایات ضعیف ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر کسی روایت میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے تو  
 کوئی مضائقہ نہیں دوسری روایات جو صحیح ترین ہیں ان میں مل جاتا ہے  
 اور ویسے بھی عدم ذکر سے عدم شے لازم نہیں آتا۔  
غلط فہمی جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :-



① حضرت عبادتالبی سے روایت ہے :-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتم الصلوۃ  
 رفع یدیه فی اول الصلوۃ ثم  
 لیرفعہما فی شیء حتی  
 یفرغ (نماز مدلل ص ۱۰۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز  
 شروع کرتے تو ابتداء نماز میں رفع یدین  
 فرماتے پھر نماز سے فارغ ہونے تک  
 کسی جگہ بھی رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔

یہ حدیث مرسل جید ہے۔

② حضرت اسودتالبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

رأیت عمر رضی اللہ عنہ یرفع  
 یدیه فی اول تکبیرۃ ثم لا  
 یعود (نماز مدلل ص ۱۰۳)

میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ آپ نماز  
 کی پہلی تکبیر (تکبیر تحریمہ) میں رفع یدین  
 کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

اس کی سند صحیح ہے۔ حافظ ابن حجرؒ شافعی فرماتے ہیں : رجالہ ثقات  
 (الدرایۃ) محدث المادینی یہ حدیث، محدث ابن ابی شیبہ کی سند سے  
 نقل کر کے لکھتے ہیں : صحیح علی شرط مسلم۔ الجواہر النقی علی سنن البیہقی  
 ②۵ علامہ عینی فرماتے ہیں :- اسناد صحیح، طحاوی فرماتے ہیں :- حدیث  
 صحیح (نماز مدلل ص ۱۰۴)

جواب | اثر ① جو عباد بن زبیر سے مروی ہے۔ شاذ ہونے کی وجہ سے  
 ضعیف ہے۔ مرسل جید کیسے ہوگی؟ مرسل روایت صحیح مرفوع حدیث کے  
 خلاف ہو اس میں تعارض ہو تو وہ مردود ہوتی ہے۔ متعارض نہ بھی ہو تب  
 بھی قابل احتجاج نہیں ہے۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ مرسل صحیح ہے

تب بھی اس میں یہ کہاں ہے کہ رکوع میں جلتے وقت رفع یدین نہیں کیا اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کیا۔ لہذا یہ بھی قابل احتجاج نہیں۔  
 اثر ② جو اسود تابعی سے مروی ہے۔ یہ بھی شاذ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام حاکم نے (کہا ہے) یہ متعارض ہے۔

بان هذه رواية شاذة لا يقوم بها حجة (نصب الراية) اس سے حجت ثابت نہیں ہوتی۔  
 (۴۰۵/۱)

الغرض ضعیف ہے ① جناب فیض احمد صاحب کا ”اسنادہ صحیح“ کہنا کالعدم ہو گیا۔ ② ”رجالہ ثقات“ کہنے سے حدیث صحیح نہیں ہوتی ہے۔ ③ محدث المادنی کا صحیح کہنا مناسب نہیں۔ ④ علامہ عینی کی تصحیح بھی کالعدم ⑤ طحاوی جانب دار ہیں لہذا ایسے امام کی تصحیح قابل اعتبار نہیں۔ مزید برآں ”ثم لا يعود“ کی نفی ائمہ نے بڑے وثوق سے کر دی ہے کہ یہ الفاظ ثابت نہیں ہیں دیکھئے سابقہ اوراق۔  
غلط فہمی جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :-

① ان علیاً کان یرفع یدیه حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی پہلی  
 فی اول تکبیرۃ من الصلوۃ تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے اس کے  
 ثم لا یرفع بعد (نماز بدل) بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔  
 ② حضرت مجاہد تابعی فرماتے ہیں :-

صلیبت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرۃ میں نے حضرت ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نماز کی پہلی تکبیر میں رفع یدین



الاولیٰ من الصلوٰۃ (نماز مدلل) کرتے تھے۔

اس کی سند صحیح ہے۔

③ حضرت ابراہیم غنی تابعی فرماتے ہیں :-

کان عبد اللہ بن مسعود لا یرفع یدہ فی شیء من الصلوٰۃ الا فی الافتتاح

حضرت عبد اللہ بن مسعود صرف نماز کے آغاز (تکبیر تحریمہ) میں رفع یدین کرتے تھے۔

(نماز مدلل)

مرسل جید ہے (طحاوی)

④ حضرت ابواسحق تابعی فرماتے ہیں :-

کان اصحاب عبد اللہ بن مسعود واصحاب علی لا یرفعون ایدہم الا فی افتتاح الصلوٰۃ

حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت علیؓ کے تلامذہ صرف نماز کے آغاز میں رفع یدین کرتے تھے۔

(نماز مدلل)

اس کی سند صحیح ہے۔

جواب | اثر ① جو حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ اس اثر کو مصنف ابن ابی شیبہ نے ۲۶۷/۱ پر روایت کیا ہے۔ اس اثر کی سند میں ابوبکر بن عبد اللہ بن قطف النہشلی ہے۔ جب یہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے تو وہ روایت شاذ ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار پاتی ہے۔ اسی بنیاد پر ابن حبان نے اس راوی پر کلام کیا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں :-

شیخ صالح غلب علیہ النقشف (ابوبکر النہشلی) ان پر بد حافظہ کا غلبہ

حتی صار یهو ولا یعلو و  
 یخطیء ولا یفهم فبطل  
 الاحتجاج به ..... وأن  
 اعتبر معتبر بها وافق الثقات  
 لم یجرح فی فعله (میزان الاعتدال  
 ۴/۲۹۶)

ہے، یہاں تک کہ ان کو وہم ہونے لگا  
 اور وہ نہیں جانتے تھے (کہ کیا بیان کر  
 رہے ہیں) غلطیاں کرتے تھے اور غلطیاں  
 محسوس نہیں کرتے تھے۔ اسی بنیاد پر ان کے  
 حجت لینا باطل ہے..... اگر کوئی ان  
 پر اعتبار کرنے والا اعتبار کرے تو اس  
 وقت کرے جب وہ ثقہ کی موافقت  
 کریں تو وہ اچھے ہیں ثقہ ہیں اور پھر ان  
 کے فعل میں کوئی قباحت نہیں۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں :-

وقال ابن سعد وهو نهشلي  
 من الفسهم وكان مرجئاً و  
 كان عابداً لآناسكا وله احاد  
 ومنهم من يستضعفه -  
 ابن سعد کہتے ہیں وہ اپنے تئیں نہشلی  
 (اچھے) ہیں وہ مرجئی، عابد عامل تھے،  
 ان کی کچھ احادیث ہیں ان میں سے  
 بعض کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

(تہذیب التہذیب ۱۲/۲۵)

لہذا اسی بنیاد پر یہ اثر بھی ضعیف ہے۔ پھر یہ کوئی مرفوع حدیث نہیں  
 ہے۔ اثر ہے صحیح مرفوع احادیث سے متعارض ہے۔

اثر ② جو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس اثر کو مصنف ابن  
 ابی شیبہ نے ۲۶۹/۱ پر روایت کیا ہے۔ اس اثر کی سند میں حصین بن  
 عبدالرحمن اسلمی ہیں۔ ان کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں



کس حالت میں اس اثر کو روایت کیا ہے۔ پھر حضرت ابن عمرؓ سے مرفوعاً رفع یدین صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین عند الركوع وعند الرفع کرتے تھے۔ لہذا یہ اثر بھی ضعیف ہے۔  
 اثر (۳) جو ابراہیم نخعی سے مروی ہے۔ یہ اثر بھی ضعیف ہے کیونکہ ابراہیم نخعی کی روایات مغیرہ بن مقسم سے ضعیف ہوتی ہیں (تہذیب التہذیب) لہذا مرسل جید کنا غلط ہے۔

اثر (۴) جو ابوالفتح سے مروی ہے، یہ اصل میں ابواسحاق السیسی ہیں۔ ان کا نام عمرو بن عبد اللہ ہے۔ آخری عمر میں ان کا حافظہ بھی خراب ہو گیا تھا۔ (تقریب التقریب) حافظہ خراب ہونے کے بعد یہ اثر روایت کیا ہے یا حافظہ جب ٹھیک تھا۔ اس شبہ کی بنیاد پر یہ اثر بھی ضعیف ہے۔ مزید برآں جن حضرات نے ان کو صحیح کہا ہے بے شک ان کو سہوا ہوا ہے۔  
 الغرض قارئین کرام آپ نے ان تمام مرسل روایات کا حشر دیکھ لیا۔ یہ تمام ضعیف ہیں۔ صحیح مرفوع احادیث کے خلاف ہیں۔ کسی صحابی کا قول اور فعل جبکہ وہ صحیح حدیث کے خلاف ہو قابل احتجاج نہیں ہوتا۔ یہ امر تمام ائمہ کے نزدیک مسلم ہے تو پھر اقوال تابعین کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔  
غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

بعض صحیح احادیث میں رکوع میں جلتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر ہے (نماز مدلل)

جواب | ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ صحیح احادیث میں رفع یدین کا ذکر ہے جس کو جناب فیض احمد صاحب تسلیم کر رہے ہیں اور یہ بات مان رہے ہیں کہ رفع یدین کرنا

صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :-

بعض محققین نے مذکورہ بالا صحیح احادیث و آثار کی روشنی میں اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ رفع یدین کا عمل ابتدائی دور کا واقعہ ہے جو بعد میں متروک ہو گیا (نماز مدلل ص ۱۰۶)

جواب | قارئین کرام مندرجہ بالا تحریر حقیقت پر مبنی نہیں۔ ہم سابقہ صفحات میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ کوئی مرفوع صحیح حدیث رفع یدین نہ کرنے کے سلسلہ میں ثابت نہیں۔ بلکہ صحیح ترین احادیث میں رفع یدین کرنے کا واضح ثبوت موجود ہے۔ مزید برآں موقوف اور مرسل احادیث اس وقت کام آتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز صحیح طور پر ثابت ہو جائے۔ پھر مزید تقویت کے لئے ان آثار کو پیش کیا جاتا ہے اور اگر موقوف مرسل حدیث صحیح احادیث کے خلاف ہوں تو انہیں تسلیم نہیں کیا جاتا کجا کہ وہ آثار ضعیف اور مخدوش ہوں۔

”رفع یدین کا عمل ابتدائی دور کا واقعہ ہے اور بعد میں متروک ہو گیا“  
جناب فیض احمد صاحب کی یہ عبارت خود ساختہ ہے جو مذہب پرستی کی غماز ہے۔ ورنہ کسی صحیح حدیث سے اس کا ترک ثابت کریں۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

سجدہ میں رفع یدین کا ثبوت (نماز مدلل ص ۱۰۶)

جواب | قارئین کرام مندرجہ بالا عبارت جو فیض احمد صاحب نے نقل کی ہے اس سلسلہ میں جتنی بھی احادیث ہیں وہ تمام کی تمام ضعیف، منقطع



اور شاذ ہیں۔ لہذا قابل عمل نہیں۔ کیا احناف سجدوں میں رفع یدین کرنے کو تیار ہیں؟ نہیں ہیں تو پھر ان احادیث کو پیش کرنے کا کیا مطلب ہے؟ جماعت المسلمین نے اس سلسلہ میں ایک پمفلٹ تحریر کیا ہے۔ قارئین سے درخواست ہے اس کا مطالعہ فرمائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدوں میں رفع یدین کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ رضی اللہ عنہم کی احادیث میں نفعی موجود ہے (صحیح بخاری و صحیح مسلم، ابوداؤد و دارقطنی) میں ملاحظہ فرمائیے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :-

نماز میں ہر تکبیر میں رفع یدین کا ثبوت موجود ہے (نماز مدلل ص ۱۰۹)  
جواب | جناب فیض احمد صاحب نے اس سلسلہ میں جتنی بھی احادیث پیش کی ہیں وہ تمام کی تمام ضعیف ہیں۔ وضاحت درج ذیل ہے۔

(۱) ”یرفع یدیه فی کل تکبیرۃ من الصلوٰۃ“ (مسند احمد) اس حدیث کی سند میں حجاج بن ارطاة ضعیف ہیں “ (تہذیب و تقریب)

(۲) ایک اور روایت داؤد بن جریر سے مروی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:-  
 ”یرفع یدیه مع التکبیر“ (رواہ احمد ۴/۳۱۶) اس حدیث کی سند میں عبدالرحمن بن عامر الجعفی ہے۔ اس راوی کی ائمہ نے نہ توثیق کی اور نہ تصدیق۔ لہذا یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ اگر ہم صحیح بھی مان لیں تو ”التکبیر“ معرفہ ہے اور اس سے مراد تکبیر تحریمہ ہے۔

(۳) ایک اور روایت ہے جس میں یہ الفاظ ہیں ”یرفع یدیه مع

التکبیرۃ (رواہ احمد) "المسعودی" اس روایت میں ضعیف ہیں (تقریب التقریب) اگر صحیح بھی تسلیم کر لیں تو "مع التکبیر" سے مراد تکبیر تحریمہ ہی ہے اور ابو داؤد میں بھی یہ الفاظ آئے ہیں "یرفع یدیه مع التکبیرۃ" المسعودی اس سند میں بھی موجود ہے۔

(۴) ایک اور روایت ابن ماجہ میں ہے "یرفع یدیه مع کل تکبیرۃ فی الصلوۃ المکتوبۃ" علامہ ہاشمی نقل کرتے ہیں :-

هذا اسناد فيه رخدة بن قضاة وهو ضعيف وعبد الله لم يسمع من ابيه (مجمع الزوائد) یعنی اس روایت میں رقدہ بن قضاہ ضعیف ہے اور عبد اللہ نے اپنے والد سے نہیں سنا۔ لہذا یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

غلط فہمی | جس طرح ان مختلف مقامات کی رفع یدین صحیح احادیث سے ثابت ہونے کے باوجود ائمہ اربعہ کے ہاں دوسری صحیح احادیث کے قرینہ سے ابتدائی دور پر محمول ہے اور متروک و منسوخ ہے (نماز مدلل ص ۱۹) جواب | قارئین کرام مختلف مقامات کی رفع یدین کا نقشہ تو آپ نے دیکھ ہی لیا کہ وہ کس حد تک صحیح ہے سوائے تیسری رکعت کے شروع کا رفع یدین جو صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر عمل کرتے تھے اور اہل حق آج بھی اس پر عمل پیرا ہیں۔ سجدوں میں رفع یدین کرنا اور ہر تکبیر پر رفع یدین کرنا، یہ احادیث اس لئے متروک العمل ہیں کہ یہ شذوذ، منقطع، ضعیف اور باطل اسناد سے مروی ہونے کی وجہ سے



محدثین نے ان احادیث کو باطل قرار دے کر کالعدم کر دیا جس کا ثبوت ہم اوپر دے چکے ہیں۔ آپ انصاف سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ احادیث قابل عمل نہیں اگر یہ احادیث صحیح ہوتیں تو صحابہ کرام اور بعد میں آنے والے اس پر عمل کرتے جس طرح عند الركوع وعند الرفع پر عمل مسلسل چلا آ رہا ہے ان احادیث پر بھی عمل ہوتا۔ الغرض یہ توجیہ بھی بے کار ہے۔

غلط فہمی | اسی طرح رکوع والی رفع یدین بھی صحیح احادیث سے ثابت ہونے کے باوجود حنفیہ و مالکیہ محققین علماء اور محدثین و فقہاء کے ہاں مذکورہ بالا صحیح احادیث و آثار کی وجہ سے متردک ہے (نماز مدلل ص ۱۰۹)

جواب | قارئین کرام ہم بھی تو یہی کہہ رہے ہیں کہ رکوع میں جلتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے ہم نے کیا غلط کہا۔ اس کے دلائل ہم سابقہ صفحات میں دے آئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود احناف ان صحیح احادیث پر عمل نہیں کرتے اور تاویلات کر کے صحیح احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں۔

ربا معاملہ ”مالکیہ“ کا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”موطا“ میں رفع یدین کرنے کی حدیث نقل فرماتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں :-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وسلو کان اذا افتتح الصلوة	جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے
رفع یدیه حذو منکبیه	اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کندھوں
واذا رفع رأسه من الركوع	کے سامنے لے آتے اور جب رکوع

رفعہما كذلك ایضاً۔ سے سر اٹھاتے اور جب رکوع میں جاتے  
(موطا امام مالک) تو رفع یدین کرتے۔

لہذا امام مالک بھی رفع یدین کرتے تھے اور تمام محققین بھی رفع یدین کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے: ”اذا صح الحدیث فهو مذہبی“ یعنی جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہ میرا مذہب ہے اور صحیح احادیث میں رفع یدین موجود ہے اب احناف کو امام صاحب کی بات مانتے ہوئے صحیح حدیث پر عمل کرنا چاہیے۔ مگر احناف کے دور حاضر کے عالم جناب یوسف لدھیانوی صاحب نے لوگوں کو عجیب و غریب دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ وہ اپنی کتاب ”اختلاف امت اور صراطِ مستقیم“ کے ص ۹۵ اور ص ۹۶ پر دو حدیث نقل کرتے ہیں اور حضرت ابن عمرؓ سے رفع یدین نہ کرنا ثابت کرتے ہیں۔ یوسف لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں :-

### حدیث ابن عمرؓ

قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیه حتی یجاذی بہما وقال بعضهم حذو منکبہہ و اذا اسراد ان یرکع و بعد ما یرفع رأسہ من الركوع لا یرفعہما وقال بعضهم ولا یرفع	ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز شروع کرتے تب تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے۔ اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے اٹھتے تو ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اور سجدوں کے درمیان بھی نہیں اٹھاتے تھے۔
--	---



بین السجدتين والمعنى  
واحد (اختلاف امت اور مراد

مستقیم ص ۹۵)

پہلا قریب تو یہ ہے کہ ”وَلَا يَرْفَعُهَا“ کو ”لَا يَرْفَعُهَا“ کر دیا  
یعنی واؤ حذف کر دیا، واؤ حذف کرنے سے فائدہ یہ ہوا کہ ولا یرفعہما  
کا تعلق سابقہ عبارت سے مل گیا اور اگلی عبارت سے کٹ گیا اگر واؤ  
عبارت میں موجود رہتا تو جو ترجمہ جناب یوسف لدھیانوی صاحب نے  
کیا ہے وہ نہ ہوتا بلکہ اگلی عبارت ”وَلَا يَرْفَعُهَا“ سے تعلق ہوتا اور  
اسی وجہ سے دوسرا قریب یہ دیا کہ ”والمعنى واحد“ کا ترجمہ جناب  
یوسف صاحب نے کیا ہی نہیں۔ اس جملہ کا ترجمہ کرنے سے ان کا قریب  
کھل کر سامنے آجاتا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی حدیث کی عبارت اس  
طرح سے ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں :-

قال رأيت رسول الله صلى	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الله عليه وسلم اذا افتتح	کو دیکھا جب آپ نماز شروع کرتے
الصلاة رفع يديه حتى	تورفع یدین کرتے یہاں تک کہ دونوں
يماذی بهما وقال بعضهم	ہاتھوں کو سامنے لے آتے اور بعض نے
حذ ومنكبيه واذا اراد	کہا ہے کہ اپنے کندھوں کے سامنے
ان يركع وبعد ما يرفع	لے آتے اور جب رکوع کا ابادہ
رأسه من الركوع ولا	کرتے (تورفع یدین کرتے) اور بعد
يرفعهما وقال بعضهم	اس کے کہ جب آپ رکوع سے سر

ولا يرفع بين السجدين  
والمعنى واحد۔

اٹھاتے (تورفع یدین کرتے) اور بعض  
نے کہا ہے کہ وَلَا يَرْفَعُهُمَا اور وَلَا  
يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ کے ایک  
ہی معنی ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم سجدوں میں رفع یدین نہیں  
کرتے تھے۔

نوٹ : خط کشیدہ الفاظ قابل غور ہیں۔  
مزید برآں حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما اور کتب احادیث میں بھی مروی  
ہے ملاحظہ فرمائیے :-

اخبرنا سفيان بن عيينة عن  
النزهري عن سالم عن ابيه  
قال رأيت رسول الله صلى الله  
عليه وسلم اذا افتتح الصلاة  
رفع يديه حتى يجاذى منكبيه  
وقبل ان يركع واذا رفع من  
الركوع ولا يرفعهما بين  
السجدين۔  
(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

ہمیں سفیان بن عیینہ نے خبر دی، زہری  
سے پھر سالم سے پھر ابن عمر سے ابن عمر  
کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نماز شروع  
کرتے تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ  
اپنے (دونوں ہاتھوں کو) اپنے دونوں  
کندھوں کے سامنے لے آتے اور اس  
سے قبل کہ آپ رکوع کرتے (رفع  
یدین کرتے) اور جب رکوع سے سر  
اٹھاتے (تورفع یدین کرتے) اور دونوں  
سجدوں کے درمیان رفع یدین نہ کرتے۔



صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی سند وہی ہے جو یوسف صاحب نے نقل کی ہے۔ ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیے :-

اخبرنا سفيان بن عيينة

عن الزهري عن سالم عن

ابيه قال رأيت النبي صلى

الله عليه وسلم يرفع

يديه اذا افتتح الصلوة

واذا ركع وبعد ما يرفع

ولا يرفع يديه بين

السجدتين۔

(رواه ابن ابی شیبہ ۲۳۲/۱)

صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیث جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں کوئی عبارت الجہی ہوئی نہیں صاف ہے بہ نسبت ابو عوانہ کے، اس میں یہ عبارت وقال بعضهم یعنی یہ الفاظ کہے یا یہ الفاظ کہے، نہیں ہے۔ پھر مندرجہ بالا حدیث بھی ابن عمرؓ سے ہی ہے جو اپنے مصنف تک متواتر ہے۔ جب یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے تو پھر ابو عوانہ کا حوالہ دینا اس کا کیا مطلب ہے؟ ضرور کسی فریب کا ارادہ ہے اور الحمد للہ وہ فریب پکڑا گیا۔ لہذا حدیث کی عبارت سے واؤ حذف کر کے اپنے مذہب کو تقویت دینے والی حرکت سے جناب یوسف صاحب کو توبہ کرنی چاہیے کیونکہ متن حدیث میں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ

ترجمہ وہی ہے

و سلم کے الفاظ میں ہیرا پھیری کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ اس جرم سے توبہ کر لیں اس سے پہلے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو ہوں۔

یوسف لڑھیا نوی صاحب نے دوسری روایت جو مسند حمیدی سے پیش کی ہے اب ذرا وہ ملاحظہ فرمائیے :-

حدثنا الحمیدی (قال حدثنا  
سفيان) قال حدثنا الزهري  
قال اخبرني سالم بن عبدالله  
عن ابيه قال رأيت رسول  
الله صلى الله عليه وسلم اذا  
افتتح الصلاة رفع يديه  
حذو منكبيه واذا اسراد  
ان يركع وبعد ما يرفع  
رأسه فلا يرفع ولا بين  
السجدتين (اختلاف امت اور

حمیدی سفيان سے وہ زہری سے وہ  
سالم بن عبدالله سے وہ اپنے والد  
سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز  
شروع کرتے دونوں ہاتھ کندھوں تک  
اٹھاتے۔ اور جب رکوع کا ارادہ کرتے  
اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین  
نہیں کرتے تھے اور نہ دونوں سجدوں  
کے درمیان۔

مراط مستقیم ص ۹۶ جزء ۲)

قارئین کرام مندرجہ بالا عبارت میں جو قوسین میں یعنی (حدثنا سفيان) یہ مندر  
حمیدی جو ہندوستان سے تھپی ہے اس میں (حدثنا سفيان) نہیں ہے بلکہ حدثنا  
الحمیدی قال حدثنا الزهري یعنی حمیدی سفيان سے روایت کرتے ہیں  
اور سفيان زہری سے، حمیدی زہری سے روایت نہیں کرتے۔ یعنی درمیان سے  
سفيان غائب ہیں اور یوسف صاحب نے قوسین میں (حدثنا سفيان) خود لکھا ہے۔



لہذا یہ سند منقطع ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ وہ صحیح بات کی پیروی کرنے والوں کی غیب سے مدد فرما دیتا ہے اور دھوکا و فریب دینے والوں کی عقل خراب کر دیتا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ جس مقام پر احناف نے ”فلا“ بڑھایا ہے وہاں سفیان بن عیینہ نہیں ہیں اور جہاں ”فلا“ نہیں ہے وہاں سفیان بن عیینہ موجود ہیں۔ ”فلا“ ہندوستان سے چھپنے والی سند حمیدی میں بڑھایا گیا ہے۔ سند حمیدی جو مدینہ منورہ سے چھپی ہے اس میں ”فلا“ کے الفاظ نہیں ہیں۔ عبارت یہ ہے :-

اذا افتتح الصلوة رفع يديه حذو منكبيه واذا  
اسر اذان يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع ولا  
يرفع بين السجدة (سند حمید نسخہ مدینہ منورہ)

نوٹ :- مندرجہ بالا حدیث کے الفاظ میں ”فلا“ نہیں ہے۔ مزید برآں درج ذیل وضاحت سے بھی اس کی قلعی کھل کر سامنے آجائے گی۔ سفیان بن عیینہ سے روایت کرنے والے اکھڑاٹا اشخاص راوی ہیں جنہوں نے ”فلا“ روایت نہیں کیا اور صرف حمیدی ”فلا“ روایت کر رہے ہیں۔ اس لحاظ سے بھی اس دھوکا و فریب کی قلعی کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیے :-

① صحیح مسلم

صحیح مسلم میں سفیان بن عیینہ سے روایت کرنے والے چھ اشخاص ہیں۔ نام درج ذیل ہیں :-

(۱) یحییٰ بن یحییٰ التیمی (۲) سعید بن منصور (۳) ابوبکر ابن ابی شیبہ۔

(۴) عمرو بن الناقد (۵) زبیر بن حرب (۶) ابن زبیر عن سفیان بن عیینہ۔  
(۲) ترمذی

ترمذی میں سفیان بن عیینہ سے روایت کرنے والے تین اشخاص ہیں۔  
 نام درج ذیل ہیں :-

(۷) قتیبہ (۸) ابن ابی عمر قال حدثنا سفیان بن عیینہ عن الزہری عن  
 سالم عن ابیہ (۹) حدثنا الفضل بن الصباع البغدادی حدثنا سفیان بن  
 عیینہ حدثنا الزہری بهذا الاسناد نحو حدیث ابن ابی عمر۔

(۳) ابوداؤد

ابوداؤد میں سفیان بن عیینہ سے ایک آدمی روایت کرتا ہے۔  
 (۱۰) حدثنا احمد بن حنبل ثنا سفیان عن الزہری عن سالم عن ابیہ

(۴) ابن ماجہ

ابن ماجہ میں سفیان بن عیینہ سے تین اشخاص روایت کرتے ہیں۔  
 (۱۱) علی بن محمد (۱۲) ہشام بن عمار (۱۳) ابو عمر الغزیری قالوا ثنا سفیان  
 ابن عیینہ عن الزہری عن سالم عن ابن عمر۔

(۵) جزء الرفع یدین

جزء الرفع یدین میں سفیان بن عیینہ سے ایک آدمی روایت کرتا  
 ہے۔

(۱۴) ثنا علی بن عبد اللہ ثنا سفیان ثنا الزہری عن سالم عن ابیہ

(۶) بیہقی

بیہقی میں روایت کرنے والا ایک آدمی ہے۔



(۱۵) سعدان بن نصر المحزومی ثنا سفیان بن عیینہ عن الزہری عن سالم عن

ابیہ۔

⑤ طحاوی

طحاوی میں سفیان بن عیینہ سے ایک آدمی روایت کرتا ہے۔  
(۱۶) یونس بن عبد الاعلیٰ قال ثنا سفیان بن عیینہ عن الزہری عن سالم

عن ابیہ۔

⑧ مسند امام احمد

مسند احمد میں ایک آدمی روایت کرتا ہے۔

(۱۷) حد ثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا سفیان عن الزہری عن سالم عن ابیہ۔  
⑨ مصنف ابن ابی شیبہ

مصنف ابن ابی شیبہ میں ایک آدمی روایت کرتا ہے۔

(۱۸) حد ثنا ابو بکر الحمیدی قال اخبرنا سفیان بن عیینہ عن الزہری عن

سالم عن ابیہ۔

اٹھارہ محدثین سفیان بن عیینہ سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔  
لیکن ان میں سے کسی نے بھی ”فلا“ روایت نہیں کیا صرف حمیدی روایت  
کر رہے ہیں۔ کسی صورت میں بھی ایک آدمی کی بات تسلیم نہیں کی جائے گی۔  
ایک آدمی غلطی کر سکتا ہے اتنے آدمی غلطی نہیں کر سکتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے  
جیسا ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ امام حمیدی بھی ”فلا“ روایت نہیں  
کرتے ہیں۔ ان کے اصل نسخہ میں ”فلا“ نہیں ہے۔ اس کا الحاق بعد میں  
احناف نے کیا ہے اور یہ چوری پکڑی گئی۔ افسوس مذہب پرستی کیا کیا گل

کھلاتی اور کیسے کیسے فریب بتاتی ہے۔ انا لشد وانا لالیہ راجعون۔  
قارئین کرام ہم نے مندرجہ بالا بحث کو جملہ معترضہ کے تحت نقل کر دیا ہے  
اب ہم پھر اسی طرف آتے ہیں۔

- ① حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
- ② حضرت عبداللہ بن عمرؓ
- ③ حضرت عبداللہ بن عباسؓ
- ④ حضرت علیؓ
- ⑤ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم
- ⑥ عباد تابعی
- ⑦ ابراہیم نخعی
- ⑧ ابواسحاق
- ⑨ مجاہد رحمۃ اللہ علیہم
- ⑩ اسود بن ہلال

مندرجہ بالا تمام حضرات سے جو ترک رفع یدین کی احادیث منسوب کی  
گئی ہیں ان میں سے ایک بھی حدیث یا اثر پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا جس کا ثبوت  
ہم سابقہ صفحات میں دے آئے ہیں۔ رفع یدین کی مزید تفسیری معلومات ہمارا  
کتاب "صلوۃ المسلمین" میں ملاحظہ فرمائیے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :-

عورت کھل کر سجدہ نہ کرے بلکہ اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملا کر سجدہ  
کرے۔



① حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی نماز کے متعلق ارشاد فرمایا :-

واذا سجدت الصفت بطنها عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ  
بفخذیہا کاستر ما یكون لها اپنی رانوں سے ایسے چپکالے کہ اس کے  
نماز مدلل من کنز العمال بحوالہ بیہقی لئے زیادہ سے زیادہ پردہ کا موجب ہو  
کامل ابن عدی

② حضرت علی کریم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے :-

اذا سجدت المرأة فلتضم کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنی دونوں  
فخذیہا (حوالہ مذکور) رانوں کو ملا لیا کرے۔

جواب | حدیث ① جو حضرت عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے بے حد ضعیف  
ہے۔ ضعف درج ذیل ہے۔

امام بیہقی نے اس حدیث کو اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ "باب  
ما یستحب للمرأة من ترك التجافی الركوع والسجود" اور پھر ضعیف  
لکھا ہے۔ اس حدیث کی سند میں حکم بن عبداللہ ابو مطیع البانی ضعیف ہے۔

(۱) قال ابن معین لیس بشیء  
وقال مرة ضعیف (میزان)

(۲) وقال البخاری ضعیف،  
صاحب رای (میزان، لسان)

(۳) وقال النسائی ضعیف۔  
امام نسائی ضعیف کہتے ہیں۔

(میزان)

(۴) وقال ابن الجوزی فی الضعفاء (میزان الاعتدال ولسان)  
 امام ابن جوزی ضعیف میں شمار کرتے ہیں۔  
 (۵) قال احمد لا ینبغی ان یروی عنہ شیء  
 امام احمد کہتے ہیں اس سے کچھ بھی روایت کرنا جائز نہیں۔

(لسان المیزان و میزان)  
 (۶) وقال ابو داؤد ترکوا حدیثہ وکان جہمیاً۔  
 امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ ائمہ نے اس کی حدیث کو چھوڑ دیا تھا اور یہ جہمی تھا۔  
 (لسان و میزان)

(۷) وقال ابن عدی ہوبین الضعف، عامۃ ما یرویہ لا یتابع علیہ (لسان المیزان و میزان)  
 ابن عدی کہتے ہیں اس کا ضعف ظاہر ہے۔ اس سے جو عام روایتیں مروی ہیں جن کا کوئی متابع نہیں۔

لہذا یہ حدیث باطل ہے۔

حدیث (۲) جو حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ معلول ہے۔ اس میں کئی علتیں ہیں۔

(۱) ابواسحق عمرو بن عبداللہ، ان کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں حافظہ خراب ہونے کے بعد روایت کیا ہے یا حافظہ جب درست تھا۔

(۲) ابوبکر ابن ابی شیبہ، ان کا بھی حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ لہذا ان کا معاملہ بھی مخلوط ہے۔



(۳) حارث بن عبداللہ الاغور کذاب ہے۔ محدثین نے اس کو جھوٹا کہا ہے۔ یہ متشدد قسم کا شیعہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ پر فوقیت دیا کرتا تھا (تقریب التقریب و تہذیب التہذیب) مزید برآں امام یحییٰ بن معین اور امام نسائی اس راوی کو کبھی ضعیف لیس بالقوی اور کبھی ثقہ کہتے ہیں یعنی اس راوی کی صحت میں مشکوک ہیں۔

(۴) یہ حضرت علیؓ کا قول ہے حدیث نہیں ہے۔  
لہذا یہ قول بھی باطل ہے۔ علاوہ بریں عورتوں کے سجدے کے سلسلہ میں مراسیل ابوداؤد میں ایک روایت ہے وہ بھی مرسل ہونے کی وجہ سے ناقابل احتجاج ہے۔ مزید وضاحت آگے آرہی ہے۔

غلط فہمی | دوسرے سجدہ کے بعد سیدھا کھڑا ہو جائے بیٹھے نہیں۔

① حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-

فسجد شکر کبر فقام لم یسجد شکر صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ

یتورک۔ کیا۔ پھر تکبیر کہی پس کھڑے ہوئے اور

تورک نہیں کیا یعنی دوسرے سجدہ کے

بعد بیٹھے نہیں۔

② حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے :-

فسجد شکر کبر فانتہض پس سجدہ کیا پھر تکبیر کہی پس سیدھے

قاسماً۔ (نازمدلل مک، منامام کھڑے ہوئے۔

احمد ص ۳۴۳ واسنادہ حسن

③ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا :-  
 ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً پھر اطمینان سے سجدہ کیجئے پھر سر اٹھائیے  
 ثم ارفع حتى تستوی قائماً یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو جائیے۔  
 (نماز مدلل)

④ حضرت نعمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

اد رکعت غیر واحدٍ من میں نے بہت سے صحابہ کرام کو پایا  
 اصحاب النبی صلی اللہ علیہ کہ وہ جب پہلی رکعت اور تیسری رکعت  
 وسلم فکان اذا رفع رأسه کے سجدے سے اپنا سر اٹھاتے تو  
 من السجدة فی اول رکعة و اسی حالت میں کھڑے ہو جاتے اور  
 الثالثة قام كما هو ولو مجلس بیٹھے نہیں تھے۔  
 (نماز مدلل)

جواب | حدیث ① جو حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔

روایتاً بحث | قارئین کرام مندرجہ بالا حدیث شاذ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس حدیث کی سند میں عیسیٰ بن عبد اللہ ہے اس نے اپنے سے زیادہ ثقہ راوی عبد الحمید بن جعفر کی مخالفت کی ہے۔ عیسیٰ بن عبد اللہ کو علی بن مدینی نے مجہول کہا ہے اور ابن حبان نے ثقہ (تہذیب) عبد الحمید بن جعفر ثقہ ہے۔ صحیح مسلم کا راوی ہے۔ امام احمد امام یحییٰ بن معین، امام یحییٰ بن سعید، امام دارمی، امام ابن حبان، امام ابن سعد اور امام ساجی رحمۃ اللہ علیہم نے ثقہ کہا ہے (تہذیب)



الغرض یہ روایت شاذ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اور صحیح بخاری میں تو ترک کرنے کا ثبوت موجود ہے یہ حدیث اس کے بھی خلاف ہے۔  
درایتاً بحث | قارئین کرام جناب فیض احمد صاحب نے حدیث پوری نقل نہیں کی بلکہ وہ الفاظ جو ان کے مذہب کے خلاف تھے حذف کر دئے۔ وہ الفاظ ملاحظہ فرمائیے :-

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے	ثورفع رأسه من الركوع
رکوع سے سر اٹھایا پھر سمع اللہ لمن حمدہ	فقال سمع الله لمن حمده
اللهم ربنا لك الحمد اور رفع یدین کیا۔	اللهم ربنا لك الحمد ورفع
پھر اللہ اکبر کہا۔	يديه ثم قال الله اكبر
	(رواه ابوداؤد باب افتتاح الصلاة)
	(۱۹۵/۱)

جناب فیض احمد صاحب اور احناف کو اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے رکوع سے اٹھ کر رفع یدین کرنا چاہئے۔ انصاف یہی ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ حدیث ایک ہی ہو اس کا بعض حصہ تو مانا جائے اور بعض حصہ چھوڑ دیا جائے۔ لہذا یہ حدیث نہ روایتاً صحیح ہے اور نہ درایتاً۔  
 حدیث ② جو حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

روایتاً بحث | اس حدیث کی سند میں دو راوی متکلم فیہ ہیں (۱) "لیث بن ابی سلیم" ان کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا معلوم نہیں کس حالت میں بیان کیا ہے (تقریب التقریب)

اس راوی سے امام مسلم نے مقروناً روایت کیا ہے۔ یحییٰ بن معین، ابن ابی حاتم، امام ترمذی، امام حاکم، یعقوب بن شیبہ، عثمان ابن ابی شیبہ، امام ساجی، امام ابوداؤد، سفیان الثوری اور ابوزرعه نے ضعیف اور مضطرب الحدیث یس بالقوی کہا ہے (تہذیب التہذیب)

راوی (۲) شہر بن حوشب ہیں۔ ان کی وہ روایت جو متعارض نہ ہو حسن ہوتی ہے (کتاب الاذکار للنووی)۔ تو رک کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور حدیث صحیح ہے تو پھر ان کی روایت کردہ حدیث نہیں مانی جاتی۔ ان کو اکثر محدثین نے ضعیف اور بعض نے صدوق یا ثقہ کہا ہے (تہذیب)

درایتاً بحث | قارئین کرام حدیث میں ”اذا کان جالساً“ کے الفاظ چھوڑ دئے ہیں جو حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:-

ویکتر کما نہض بین الرکتین جب دو رکعتوں کے درمیان بیٹھتے  
اذا کان جالساً (رواہ احمدہ ۴۴/۲) تھے (تو) جب کھڑے ہوتے اللہ  
اکبر کہتے۔

حضرت ابومالک رضی اللہ عنہ سے دو رکعت کے درمیان بیٹھنا ثابت ہوا۔ لہذا یہ دلیل بھی کالعدم ہے۔

حدیث (۳) جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جناب فیض احمد صاحب نے صحیح بخاری کے حوالہ سے لفظ ”قائماً“ استعمال کیا ہے جی ہاں صحیح بخاری میں لفظ ”قائماً“ استعمال ہوا ہے اور فیض احمد صاحب



کھڑے ہونا اس سے مراد لے رہے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ تفسیر درج ذیل ہے :-

حافظ ابن حجر "لفظ" قائماً کے بارے میں فرماتے ہیں :-  
 یمكن ان يحمل ان كان محفوظاً ممکن ہے لفظ (قائماً) محفوظ ہو لیکن  
 علی المجلس للتشهد اس کو جلوس پر تشہد کے لئے محمول کیا  
 (فتح الباری) جائے گا۔  
 آگے فرماتے ہیں :-

ویقویہ روایۃ اسحاق المذکورۃ قریباً وکلام البخاری ظاہرۃ فی ان ابا اسامۃ خالف ابن نمیر (فتح الباری ۲/۲۹۹) لکن رواہ اسحاق بن راہویہ فی مسندہ عن ابی اسامۃ کہا قال ابن نمیر بلفظ۔  
 اسحاق کی مذکورہ روایت مزید مضبوط کرے گی، امام بخاری کا کلام کرنا کہ ابن نمیر نے اسامہ کی مخالفت کی ہے عیاں ہے۔  
 لیکن اسحاق بن راہویہ اپنی مسند میں ابو اسامہ سے روایت کرتے ہیں جیسا کہ ابن نمیر نے (درج ذیل) لفظ بھی روایت کیا ہے۔

ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم اقع حتى تطمئن قاعداً ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم اقع حتى تطمئن قاعداً ثم افعل ذلك في كل ركعة  
 پھر تم سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدہ میں اطمینان ہو جائے، پھر تم بیٹھ جاؤ یہاں تک کہ بیٹھنے میں اطمینان ہو جاوے، پھر تم سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدہ میں اطمینان ہو جائے، پھر تم بیٹھ جاؤ یہاں

(فتح الباری ۲/۲۷۹)

تک کہ بیٹھتے اطمینان ہو جائے۔ پھر تم  
تمام رکعتوں میں ایسا ہی کرو۔

مسند اسحاق بن راہویہ کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ ابوالاسامہ نے  
لفظ ”قائماً“ کی جگہ ”قاعداً“ بھی استعمال کیا ہے۔ جس کے معنی بیٹھنا  
ہیں۔ پھر متفق علیہ بات یہ ہے کہ صحیح بخاری میں بھی لفظ ”قائماً“ کی جگہ  
”جالساً“ استعمال ہوا ہے اور یہی لفظ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ  
اس پر عمل کیا جائے۔ پھر تمام روایات میں راوی بھی حضرت ابوہریرہ رضی  
اللہ عنہ ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے لفظ ”جالساً“  
کہاں روایت ہوا ہے وہ درج ذیل ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-  
ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً      پھر تم سجدہ کرو یہاں تک کہ (سجدے)  
ثم ارفع حتى تطمئن جالساً      میں اطمینان ہو جائے، پھر تم سر اٹھاؤ  
ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً      یہاں تک کہ آرام سے بیٹھ جاؤ پھر تم  
ثم ارفع حتى تطمئن جالساً      سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدہ میں اطمینان  
(صحیح بخاری کتاب الاستئذان)      ہو جائے پھر تم سر اٹھاؤ یہاں تک کہ  
اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔

مندرجہ بالا حدیث جلسہ امتراحت پر کھلی دلیل ہے۔ اب قارئین  
کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا فعل بھی ملاحظہ فرمائیے :-  
ثم يقول الله اكبر ويرفع      پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ  
ويثني رجله اليسرى فيقع      اکبر کہتے اور (اپنا سر) اٹھاتے، اپنے



علیہا ثم یعتدل حتی یرفع  
کل عظم الی موضعه ( رواہ  
ابوداؤد عن ابی حمید و فی ردایۃ الترمذی  
ثم نهض و سندہ صحیح )  
اُلٹے پیر کو موڑ لیتے، پھر اس پر بیٹھ جاتے  
پھر حالت اعتدال میں آ جاتے یہاں  
تک کہ ہر ٹہی اپنی اپنی جگہ پر لوٹ  
آتی اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ  
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے  
ہو جاتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلسہ استراحت کرنے کا حکم دیا ہے  
اور خود بھی جلسہ استراحت فرماتے تھے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی  
ہے، آپ کا قول بھی موجود ہے اور فعل بھی۔ لہذا جناب فیض احمد صاحب  
کو جو ”قائمًا“ کے لفظ سے مغالطہ ہوا اب وہ انشاء اللہ دور ہو جائے گا۔  
مزید برآں جناب فیض احمد صاحب نے جو اثر پیش کیا ہے اب اس کی  
کوئی حیثیت باقی تو نہیں رہتی مگر ہم پھر بھی اس پر بات کرتے ہیں۔  
(۴) جو حضرت نعمان بن عیاش سے مروی ہے۔ قارئین کرام نہ یہ مرفوع  
حدیث ہے اور نہ موقوف یہ مرسل ہے ایک تابعی کا قول ہے۔ صحیح احادیث  
سے متعارض ہے۔ لہذا حجت بھی نہیں۔

غلط فہمی | متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل احادیث میں یہی منقول ہے  
کہ وہ دوسرے سجدہ کے بعد سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اور جلسہ استراحت  
نہیں کرتے تھے اس سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ  
بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن  
زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی احادیث و آثار مصنف ابن ابی شیبہ،

نصب الراية ص ۲۸۹ فتح القدير میں ملاحظہ ہوں۔ (نماز مدلل ص ۱۱۸)  
**جواب** اثر ① اور اثر ② جو حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے مروی  
 ہیں ضعیف ہیں۔

ان عمرو علیاً و اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 كانوا ينهضون في الصلوة على صدور اقدامهم (رواه ابن  
 حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نماز  
 میں اپنے قدموں کے سروں پر کھڑے  
 ہوتے تھے۔

ابی شیبہ ۲۳۱/۱

یہ اثر ضعیف ہے۔ اس اثر کی روایت میں عیسیٰ بن میسرہ یعنی عیسیٰ ابن  
 عیسیٰ مترک ہے۔ علی بن المدینی ضعیف کہتے ہیں، یحییٰ بن سعید الزہری  
 کہتے ہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ بھی نہیں ہے، عمرو بن علی، ابوداؤد،  
 نسائی اور دارقطنی مترک کہتے ہیں۔ امام ابوحاتم لیس بالقوی مضطرب  
 الحدیث کہتے ہیں، ابوالقاسم ضعیف الحدیث کہتے ہیں، امام حاکم لیس  
 بالقوی کہتے ہیں اور اسی طرح ابن حبان، عجل، ساجی، عقیلی، یعقوب بن  
 شیبہ اور دوسرے محدثین نے ضعیف کہا ہے (تمذیب التہذیب)  
 اس سلسلہ کا ایک اور اثر ہے وہ بھی حضرت علیؓ سے مروی ہے۔

عن عبید بن ابی الجعد قال کان علی ینہض فی الصلوة  
 علی صدور قدمیه (رواه ابن  
 عبید بن ابی جعد کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ  
 نماز میں اپنے قدموں کے سروں پر کھڑے  
 ہوتے تھے۔

ابی شیبہ ۲۳۱/۱



یہ اثر بھی ضعیف ہے۔ اس اثر میں عبدالرحمن بن یزید بن تمیم ضعیف ہے  
(تہذیب)

اثر (۳) جو حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے ضعیف ہے۔  
عن عبد الرحمن بن یزید      عبد الرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ عبداللہ بن  
قال کان عبد اللہ ینہض فی      مسعود نماز میں اپنے قدموں کے سروں  
الصلوة علی صدور قد میہ      پر کھڑے ہوتے تھے۔  
(رواہ ابن ابی شیبہ)

یہ اثر بھی ضعیف ہے۔ اس اثر میں بھی وہی علت ہے جو درج ذیل ہے۔  
(۱) عمارہ بن بشر شامی، دمشق صرف مقبول ہے (تقریب التقریب)  
امام ذہبی کہتے ہیں عمارہ کی کسی نے توثیق نہیں کی (میزان)  
(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود کے حافظے میں بھول واقع ہو گئی تھی ممکن ہے  
کہ ان کو جلسہ استراحت یاد ہی نہ رہا ہو اور ویسے بھی یہ صحیح مرفوع حدیث  
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ لہذا مردود ہے۔  
اثر (۴) جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے ضعیف ہے۔

عن ابن عمر انہ کان ینہض  
فی الصلوة علی صدور قد میہ  
(رواہ ابن ابی شیبہ)  
ترجمہ مندرجہ بالا ہے

اس اثر کی سند میں عمر بن حمزہ العمری ضعیف ہے۔ امام احمدؒ کہتے ہیں  
اس کے پاس منکر احادیث ہیں۔ امام یحییٰ بن معین کہتے ہیں، یہ عمر بن محمد بن  
یزید سے زیادہ ضعیف ہے، امام نسائی ضعیف کہتے ہیں۔ ابن حبان ثقہ

کہتے ہیں اور کہتے ہیں یہ غلطیاں کرتا ہے۔ امام حاکم نے اس راوی کی حدیث  
لی ہے اور کہا ہے کہ اس کی تمام احادیث اچھی ہیں (تہذیب التہذیب)  
اگر عمر بن حمزہ کی روایت کردہ حدیث کسی صحیح حدیث سے متعارض نہ  
ہو تو امام حاکم کا قول اس راوی کے سلسلہ میں ٹھیک ہو سکتا ہے۔ لہذا یہ اثر  
بھی ضعیف ہے۔

اثر ⑤ جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے

ان ابن عباس و ابن عمر

كان يفعلان ذلك۔

ترجمہ وہی ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ۱۷۹/۲)

یہ اثر بھی ضعیف ہے عطیۃ العوفی ضعیف ہے۔ ضعف ابو حاتم والنسائی  
واحمد وابن حبان (تہذیب) وروی ابن المدینی عن یحییٰ قال عطیۃ، و  
ابو ہارون، و بشرب حرب عندی سواء (میزان و تہذیب) یعنی ابن المدینی  
یحییٰ سے روایت کرتے ہیں کہ یحییٰ نے کہا ہمارے نزدیک عطیۃ ابو ہارون  
اور بشرب حرب ضعف میں سب برابر ہیں۔

امام ذہبی کہتے ہیں وقال النسائی و جماعة ضعیف (میزان)  
یعنی امام نسائی اور (ائمہ) کی ایک جماعت نے ضعیف کہا ہے۔ لہذا یہ اثر  
بھی احتجاج کے لائق نہیں۔

اثر ⑥ جو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے۔ یہ اثر اگرچہ صحیح ہے

لیکن عبداللہ بن زبیرؓ نے کسی مجبوری یا بیماری کی وجہ سے ایسا کیا ہوگا۔ ایسا  
تو ہو نہیں سکتا کہ کوئی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی خلاف ورزی



کرے، ضرور کوئی مجبوری ہوگی۔ جب کسی صحابی کا فعل حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعارض ہو تو حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح مانا جائے گا اور صحابی کے فعل کو غلطی پر محمول کیا جائے گا۔

اثر ⑤ جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ضعیف ہے۔

عطیہ العوفی کہتے ہیں :

سأیت ابن عمرو ابن عباس  
وابن الزبیر و ابا سعید  
المخدومی یقومون علی صدور  
اقدامهم فی الصلوة -  
(نصب الراية ۱/ ۳۸۹)

عطیہ العوفی ضعیف ہے۔ جرح اوپر گزر چکی ہے۔ مزید برآں متعدد صحابہ کرام سے جلسہ استراحت نہ کرنے کے سلسلہ میں جو آثار ہیں وہ تمام ضعیف ہونے کی وجہ سے ناقابل احتجاج ہیں۔ گزارش ہے کہ جلسہ استراحت نہ کرنے کے سلسلہ میں کوئی مرفوع صحیح حدیث پیش کیجئے۔ مندرجہ بالا آثار سے بھی وضاحت سے جلسہ استراحت نہ کرنے کا ثبوت نہیں ملتا محض کھینچا تانی ہے۔

الغرض کسی صحیح مرفوع حدیث سے ترک جلسہ استراحت ثابت نہیں۔ بلکہ مذکورہ احادیث جو گزشتہ صفحات پر ہم نے نقل کی ہیں وہ اس بات پر کھلی دلیل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلسہ استراحت فرمایا کرتے

تھے اور جلسہ استراحت کا حکم دیا کرتے تھے۔  
غلط فہمی | بعض احادیث میں ”تَوَرَّك“ کا لفظ وارد ہے ”تَوَرَّك“ کی  
 دو صورتیں معروف و مشہور ہیں۔

(۱) دایاں پاؤں کھڑا رکھنا۔ بایاں پاؤں دائیں طرف نکالنا اور سرین  
 پر بیٹھنا۔

(۲) دایاں اور بایاں پاؤں دائیں طرف نکالنا اور سرین پر بیٹھنا۔  
 تویہ تَوَرَّك حالت عذر (بیماری وغیرہ) پر محمول ہے جیسا کہ درج ذیل  
 حدیث میں واضح ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز میں بیٹھنے کا مسنون  
 طریقہ افتراش ہے۔ (ان تنصب رجلك اليمنى وتثني اليسرى)  
 تو ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ تو تَوَرَّع و تَوَرَّك کرتے ہیں۔ حضرت  
 ابن عمرؓ نے جواب دیا ان رجلا لا تحملا فی (نکاحی) کہ میرے پاؤں  
 مجھے نہیں اٹھا سکتے (موطا امام مالک، نماز مدلل ص ۱۲۱)  
 یعنی میں معذور ہوں۔ پاؤں کے سہارے نہیں بیٹھ سکتا اس لئے تَوَرَّك  
 کرتا ہوں۔

موطا امام مالک ص ۱ پر حضرت ابن عمرؓ سے یہ الفاظ مروی ہیں۔  
 انما افعل هذا من اجل انی کہ میں بیمار ہوں اس لئے تَوَرَّك کرتا  
 ہوں۔

اشتکی۔  
جواب | جناب فیض احمد صاحب لکھتے ہیں کہ بعض احادیث میں ”تَوَرَّك“  
 کا لفظ وارد ہوا ہے۔



ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ ”تَوَرَّك“ سنت ہے تَوَرَّك کرنا چاہیے۔ الحمد للہ جناب فیض احمد صاحب تَوَرَّك کو تسلیم کر کے ہمارے کچھ قریب آتے جارہے ہیں۔

تعریف نمبر (۱) کے بارے میں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ صورت احادیث میں آئی ہے مگر

تعریف نمبر (۲) کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہتے کہ یہ صورت صحیح حدیث میں ہے یا نہیں۔

مزید برآں جناب فیض احمد صاحب کا یہ کہنا کہ یہ تَوَرَّك حالت عذر (بیماری وغیرہ) پر محمول ہے یہ محض ان کی اختراع ہے ان کا یہ مفروضہ درج ذیل حدیث کی روشنی میں رد ہو جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عبداللہ کہتے ہیں :-

انہ کان یری عبد اللہ بن	وہ عبداللہ بن عمرؓ کو جب وہ نماز
عمر یتربع فی الصلوٰۃ اذا	میں بیٹھتے ترتیع کرتے ہوئے دیکھتے
جلس قال ففعلتہ وانا	تھے یعنی آلتی پالتی مار کر نماز پڑھتے
یومئذ حدیث السنن فنہانی	ہوئے دیکھتے تھے۔ کہتے ہیں میں
عبد اللہ وقال انما سنۃ	نے بھی ایسا ہی کیا اور میں اُن دنوں
الصلوٰۃ ان تنصب رجلک	کم عمر تھا۔ عبداللہ بن عمرؓ نے مجھے منع
الیمین وتثنیٰ رجلک الیسری	کیا اور کما نماز کی سنت اس طرح ہے
فقلت له فانک تفعل ذلک	کہ تم اپنا سیدھا پیر کھڑا کر لو اور لٹے
فقال ان رجلی لا تحملانی (صحیح)	پیر کو موڑ لو (پھر اس پر بیٹھ جاؤ) میں

بخاری کتاب الاذان باب سنة الجلوس  
فی التشهد فی موطا ایضاً  
نے کہا آپ تو ایسا کرتے ہیں۔ حضرت  
عبداللہ ابن عمرؓ نے کہا: میرے پیر میرا  
بوجھ نہیں سنبھال سکتے۔

قارئین کرام اس حدیث میں ”ترجیع“ کرنے کا ثبوت مل رہا ہے لیکن  
”تورک“ کرنے کا ثبوت قطعاً نہیں مل رہا ہے، معلوم نہیں فیض احمد  
صاحب نے لفظ تورک کا کہاں سے اضافہ کیا۔

لفظ ”تَرَجَّعَ“ کے معنی ہیں آلتی پالتی مارنا۔ چار زانوں بیٹھنا۔ چوڑی  
مار کر بیٹھنا۔ اس قسم کا فعل نماز میں مجبوراً ہی ہو سکتا ہے۔ صحیح حالت میں  
ناگزیر ہے لیکن ترجیع کو تورک کے معنی میں استعمال کرنا یہ لوگوں کو فریب دینے  
کے مترادف ہے۔ علاوہ بریں ”تورک“ کے معنی جناب فیض احمد صاحب  
نے خود تعریف نمبر (۱) میں بیان کر دئے ہیں وہاں دیکھئے۔

قیاس کر کے اور عبداللہ بن عمرؓ کے فعل کو بے محل پیش کر کے سنت  
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑا جاسکتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے تورک کیا ہے اور کرنے کا حکم دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔  
حضرت محمد بن عمرو بن عطاء کہتے ہیں :-

سمعت ابا حمید الساعدي  
فی عشرة من اصحاب رسول  
الله صلى الله عليه وسلم منهم  
ابو قتادة قال ابو حميد انا  
اعلمكم بصلاة رسول الله  
میں نے ابو حمیدؓ ساعدي سے رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس اصحاب  
کے درمیان سنا، ان میں سے ایک  
ابو قتادہؓ تھے۔ حضرت ابو حمیدؓ ساعدي  
نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



سلم کی نماز تم سب سے زیادہ جانتا ہوں، صحابہ کرام نے کہا تم نے ہمارے مقابلہ میں (زیادہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کی اور نہ تم نے ہمارے مقابلہ میں زیادہ صحبت اختیار کی پھر تم (نماز ہمارے مقابلہ میں) زیادہ کیسے جانتے ہو؟ حضرت ابو حمیدؓ نے فرمایا: ہاں اسی حالت میں، صحابہ کرام نے کہا اچھا تو پیش کرو، حضرت ابو حمیدؓ نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کندھوں کے سامنے لے آتے پھر اللہ اکبر کہتے یہاں تک کہ ہر ہڈی حالت اعتدال میں آجاتی، پھر آپ قرأت کرتے، پھر اللہ اکبر کہتے اور رفع یدین کرتے یہاں تک کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کندھوں کے سامنے لے آتے، پھر رکوع کرتے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھ

صلی اللہ علیہ وسلم قالوا فلم؟ فواللہ ما کنت بالکثرنا لہ تبعاً ولا اقدمنا لہ صحبۃ، قال بلی قالوا فاعرض، قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلوۃ یرفع یدیه حتی یحاذی بہما منکبہ ثم یکبر حتی یقر کل عظم فی موضع معتدلاً ثم یقرأ، ثم یکبر فیرفع یدیه حتی یحاذی بہما منکبہ، ثم یرکن و یضع راحیتہ علی رکبتہ ثم یعتدل فلا یصب رأسہ ولا یقنع، ثم یرفع رأسہ فیقول سمع اللہ لمن حمدہ ثم یرفع یدیه حتی یحاذی بہما منکبہ معتدلاً، ثم یقول اللہ اکبر ثم یرہوی الی الارض فیجافی یدیه عن

جنبہ شویرفم رأسہ ویشنی  
 رجلہ اليسرى فيقعد عليها،  
 ويفتح اصابع رجلية اذا سجد  
 ثم يقول الله اكبر ويرفع  
 رأسه ویشنی رجلہ اليسرى  
 فيقعد عليها حتى يرجع كل  
 عظم الى موضعه ثم يصنع  
 الاخرى مثل ذلك ثم اذا  
 قام من الركعتين كبر  
 ورفع يديه حتى يحاذي  
 بهما كبا كبر عند افتتاح  
 الصلوة ثم يصنع ذلك  
 في بقية صلاته حتى اذا  
 كانت السجدة التي فيها  
 التسليم اخرج رجله اليسرى  
 وقعد متورماً على شقه  
 الا يسرقا لواصلت هكذا  
 كان رسول الله صلى الله عليه  
 وسلم (ابوداؤد وسنده صحيح)

لیتے، پھر حالت اعتدال میں آجاتے نہ  
 اپنے سر کو اوپر کرتے اور نہ نیچے، پھر رکوع  
 سے) اپنا سر اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ  
 کہتے پھر رفق یدین کرتے حتی کہ اپنے  
 دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کندھوں  
 کے سامنے لے آتے یعنی اعتدال میں  
 آجاتے، پھر اللہ اکبر کہتے اور پھر زمین کی  
 طرف جھک جاتے (سجدہ کرتے) سجدہ  
 میں اپنے دونوں ہاتھ اپنے پہلوؤں  
 سے دور رکھتے، پھر سجدے سے اپنا  
 سر اٹھاتے اور اپنے بائیں پیر کو موڑ لیتے  
 اور اس پر بیٹھ جاتے اور جب سجدہ  
 کرتے تو اپنے پیروں کی انگلیوں کو  
 کھولی دیتے، پھر اللہ اکبر کہتے اور اپنا  
 سر اٹھاتے اور اپنے بائیں پیر کو موڑ کر  
 اس پر بیٹھ جاتے حتی کہ ہر پڑی اپنی  
 اپنی جگہ پر لوٹ آتی، پھر دوسری مرتبہ  
 بھی ایسا ہی کرتے پھر جب دو رکعت  
 پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور  
 رفق یدین کرتے حتی کہ اپنے دونوں ہاتھوں



کو اپنے دونوں کندھوں کے درمیان لے  
آتے جس طرح نماز شروع کرتے وقت  
تکبیر کہی تھی تکبیر کہتے، پھر اپنی تمام بقیہ  
نماز میں ایسا ہی کرتے، پھر جب آپ  
کا وہ سجدہ ہوتا جس میں آپ سلام پھیر  
دیا کرتے تھے تو اُلٹے پیر کو باہر نکال کر  
دونوں پیروں کو ایک طرف کر لیتے اور  
اپنے اُلٹے کولے کو (زمین پر) ٹکا کر  
یعنی سرین کے بل توڑک کرتے ہوئے  
بیٹھ جاتے۔ صحابہ کرام کی جماعت نے  
کہا تم نے سچ بیان کیا (یقیناً) اسی  
طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی نماز ہے۔

قارئین کرام اس حدیث میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے  
اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنا اور توڑک  
کرنا اس طرح ثابت ہے جس طرح رات کے بعد دن کا نکلنا اور پھر دس  
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت نے اس طریقہ نماز کی تصدیق بھی کر دی۔  
اب بھی اگر کوئی نہ مانے اور خدا اور مہٹ دھرمی کا شکار رہے تو ہم انا اللہ  
وانا الیہ راجعون پڑھنے کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

توڑک کرنے کی مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت ابو حمید رضی اللہ

عنہ کہتے ہیں :

اذا جلس في الركعة الآخرة  
قدم رجله اليسر ونصب  
الآخرى وقعد على مقعدته  
(صحیح بخاری)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
آخری رکعت میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پیر کو  
(زمین سے) نکا دیتے اور دوسرے  
پیر کو کھڑا کر دیتے اور اپنی بیٹھنے کی جگہ  
پر بیٹھ جلتے (یعنی توڑک فرماتے)۔

حضرت قاسم بن محمدؒ نے تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ بیان کیا :-

فنصب رجله اليمنى وثنى  
رجله اليسرى وجلس على  
وركبه الايسر ولم يجلس على  
قدمه ثم قال ارااني هذا  
عبد الله بن عبد الله بن عمر  
وحدثني ان اباہ كان يفعل  
ذلك (موطا امام مالک)

اپنے سیدھے پیر کو کھڑا کر لیتے اور اپنے  
اٹے پیر کو موڑ لیتے اور اپنے الٹے سر پر  
پر بیٹھ جاتے اور اپنے قدم پر نہیں بیٹھتے  
پھر کہا کہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر نے مجھے  
اسی طرح کر کے دکھایا تھا۔ عبد اللہ کہتے  
ہیں کہ ان کے والد نے ان سے اسی طرح  
بیان کیا تھا اور وہ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

الغرض حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنے بیٹے کو توڑک کرنے کا ہی حکم دیا تھا  
اپنے لڑکے کو بتایا کہ یہ طریقہ سنت ہے اور میں ”ترجیح“ مجبوری کی وجہ سے  
کر رہا ہوں۔ علاوہ ازیں ابوداؤد اور دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ”توڑک“ کرتے تھے۔ ایک  
روایت مسند امام احمد ۲۳۳/۳ پر حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ”توڑک“ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ مزید برآں البانی



صاحب نے اس حدیث کو اپنی صحیحہ میں نقل کیا ہے اور صحیح کہا ہے (الاحادیث  
الصیحہ ۲/۲۳۲) مگر یہ حدیث حماد بن سلمہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حماد کا آخری  
عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ امام مسلم نے حماد بن سلمہ سے استشہاد اور روایت  
کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ صحیح مسلم کا راوی نہیں ہے۔ امام بیہقی نے بھی اس  
حدیث پر کلام کیا ہے۔ امام احمد نے بھی اس حدیث کو چھوڑ دیا تھا۔  
غلط فہمی | عورت جب بھی نماز میں بیٹھے تو جمہور علماء (حنفیہ، مالکیہ اور حنبلیہ)  
کے ہاں وہ توڑک کرے (نماز مدلل ص ۱۲۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :-

انہ سئل کیف کان النساء یصلین علی عہد رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم قال کن  
یتربعن (نماز مدلل ص ۱۲۲)  
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
مقدس عہد میں عورتیں کیسے نماز پڑھتی  
تھیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عورتیں  
تربع وتوڑک کرتی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ص ۱۱ پر کنز العمال بیہقی وغیرہ  
کے حوالہ سے گزر چکی ہے جس کے الفاظ ہیں :- واذا سجدت الصفت  
بطنہا بفخذیہا کاسترہا یکون لہا۔ جس سے یہ اصول مستنبط ہوتا  
ہے تربع بھی توڑک کی ایک صورت ہے۔

جواب | مندرجہ بالا حدیث ضعیف ہے۔ عمر بن حمزہ بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب  
المدنی ضعیف ہے (تقریب التقریب) مزید برآں ”تربع وتوڑک“ کی  
وضاحت ہم کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

جناب فیض احمد صاحب نے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ۱۱۶ پر نقل کی ہے ہم اس کا جواب گزشتہ صفحات پر دے آئے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ”ترجیع“ آلتی پالتی مار کر بیٹھنے کو کہتے ہیں اور ”تورک“ دایاں پاؤں کھڑا رکھنا دایاں پاؤں دائیں طرف نکالنا اور سرین پر بیٹھنے کو کہتے ہیں۔ ترجیع کا لفظ تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے لیکن ”تورک“ کا لفظ فیض احمد صاحب خود اختراع کرتے ہیں تاکہ ان کے عقیدے کو جو انہوں نے بنا رکھا ہے سہارا مل جائے۔ بہر حال قارئین کرام دھوکا نہ کھائیے۔

عورتوں کے سجدہ کے سلسلہ میں اور بھی آثار منقول ہیں ہم ان پر بھی بحث کرتے ہیں تاکہ مزید یہ آثار پیش کر کے آپ کو دھوکا نہ دیں ملاحظہ فرمائیے۔

① حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا گیا کہ عورت (سجدہ) نماز میں کس طرح کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جواب دیا :-

تجتمع وتحتضر (مصنف ابن سمٹ کرا اور چیٹ کر) (نماز میں سجدہ) کرے۔ (ابن شیبہ ۱/ ۲۷۰)

بکیر بن عبداللہ بن الاشج کی ملاقات حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نہیں ہوئی۔ لہذا منقطع ہے۔ امام حاکم کہتے ہیں بکیر بن عبداللہ کی روایت صرف تابعین سے ہے (تہذیب) مزید برآں حضرت عبداللہ بن عباس کا اپنا قول ہے اپنا خیال ہے جو ہمارے لئے دلیل نہیں۔

② براہیم نخعی کہتے ہیں :-

اذا سجدت المرأة فلتضم جب عورت سجدہ کرے تو اس کو چاہئے  
فخذ يها ولتضم بطنها عليها اپنے سرین کو چمٹالے اور اپنے پیٹ



(حوالہ مذکور) (کنز العمال وضعفہ کو ان کے اوپر رکھ لے۔

(۵۴۹/۷)

ابراہیم نخعی کا یہ قول ضعیف ہے۔

قال وجعل يضعف حدیث  
مغیرہ ابراہیم وحده۔  
(تہذیب)  
ابو حاتم کہتے ہیں امام احمد نے مغیرہ کی  
وہ روایت جو صرف ابراہیم سے منقول  
ہو ضعیف قرار دیا۔

کیونکہ امام احمد کہتے ہیں :-

انما سمعہ من حماد ومن  
یزید بن الولید والحارث  
العکلی وعبدۃ وغیرہم  
(تہذیب)  
مغیرہ نے حماد، یزید بن الولید، حارث  
العکلی، عبیدہ اور دوسرے ائمہ سے  
سنا ہے۔

لیکن احمد بن حنبل روایت  
عن ابراہیم النخعی (میزان)  
امام احمد بن حنبل نے (مغیرہ) کی وہ  
روایت جو ابراہیم نخعی سے ہو کزور قرار  
دیا ہے۔

یہ روایت عن مغیرہ عن ابراہیم ہے۔ الغرض ضعیف ہے۔

③ مجاہد کہتے ہیں :-

انہ کان یکرہ ان یضع  
الرجل بطنہ علی فخذیہ اذا  
سجد کما یضع المرأة (رواہ  
ابن ابی شیبہ ۳۰۲/۱)  
وہ برا سمجھتے تھے کہ مرد اپنے پیٹ کو اپنی  
راتوں پر رکھے جس طرح عورت سجدہ  
کرتے ہوئے رکھتی ہے۔

(ابن ابی شیبہ ۳۰۲/۱)

یہ قول بھی ضعیف ہے۔ لیث ابن ابی سلیم ضعیف ہے۔ ان کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا تو محدثین نے ان کی احادیث سے صرف نظر کیا۔ (تقریب و تہذیب التہذیب) علاوہ ازیں اس اثر کی سند میں ایک راوی جریر ہے کہتے ہیں قبحہ نظر یعنی یہ راوی بھی ضعیف ہے۔

④ امام حسن البصری کہتے ہیں :-

المراة تضطو فی السجود عورت سجدہ میں سمٹ کر (ناز پڑھے)  
(حوالہ مذکور)

یہ امام حسن البصری کا قول ہے۔ ضعیف ہے۔ اس اثر کی سند میں ایک راوی ہے ہشام بن زیاد بن ابی یزید القرشی ابوالمقدام بن ابی ہشام المدینی مولیٰ عثمان۔ اس راوی کو درج ذیل ائمہ نے ضعیف کہا ہے۔

- ① عبداللہ بن احمد ضعیف کہتے ہیں۔
- ② ابو زرعہ ضعیف کہتے ہیں۔
- ③ یحییٰ بن معین ضعیف کہتے ہیں۔
- ④ امام بخاری کہتے ہیں : اس پر ائمہ نے کلام کیا ہے۔
- ⑤ امام ابوداؤد کہتے ہیں : یہ ثقہ نہیں ہے۔
- ⑥ امام ترمذی ضعیف کہتے ہیں۔
- ⑦ امام نسائی ضعیف کہتے ہیں۔
- ⑧ علی بن جنید متروک کہتے ہیں۔
- ⑨ ابوحاتم ضعیف کہتے ہیں۔



- امام حسن البصری سے اس کی روایات منکر ہیں۔  
 (۱۰) امام ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقات سے موضوعات روایت کرتا ہے۔  
 (۱۱) امام دارقطنی، ابن سعد، عجل، یعقوب بن سفیان اور دوسرے ائمہ نے ضعیف کہا ہے۔

مندرجہ بالا تمام اقوال تہذیب التہذیب سے ماخوذ ہیں۔

(۵) ابراہیم نخعی سے ایک اور روایت ہے۔

اذا سجدت المرأة فلتزق بطنها بفخذها ولا ترفع عجيزتها ولا تجافي كما تجافي في الرجل (حوالہ مذکور)  
 جب عورت سجدہ کرے پس اس کو چاہئے کہ اپنا پیٹ اپنے سرین سے چمٹالے اور اپنی کمر کو بلند نہ کرے اور جس طرح کوئی بغلیں کھول لیتا ہے اس طرح بغلیں بھی نہ کھولے۔

یہ ابراہیم نخعی کا قول ہے لہذا حجت نہیں۔ حجت صرف قرآن مجید اور صحیح احادیث ہیں۔ قرآن مجید اور صحیح احادیث میں عورت کی نماز اس طریقہ سے ہے جس طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے۔ یہ تمام آثار ضعیف ہیں اور صحیح احادیث سے متعارض ہیں لہذا مردود ہیں۔ ابراہیم نخعی خود کہتے ہیں عورت اس طرح سجدہ کرے جیسے مرد کرتا ہے۔ یہ قول آگے آ رہا ہے۔ غلط فہمی | فقہاء اسلام نے یہاں پر اس اصول کو پیش نظر رکھ کر گفتگو کی ہے فقہ حنفی کی معروف کتاب ہدایہ ص ۹۳ میں ہے :-

وان كانت امرأة جلست على اليتها اليسرى واخرجت  
 اگر عورت ہو تو اپنے بائیں سرین پر بیٹھ جائے اور اپنے دونوں پاؤں دائیں

سجلہا من الجانب الایمن طرف نکال لے کیونکہ یہ اس کے لئے زیادہ  
لائیہ استرلہا (نماز مدلل ص ۱۲۲) پردہ کی چیز ہے۔

**جواب** | قارئین کرام فقہاء اسلام کون ہوتے ہیں کہ وہ عورتوں کے لئے طریقہ  
نماز ایجاد کریں، کیا اللہ تعالیٰ نے شریعت سازی کا اختیار فقہاء احناف کے  
ذمہ کر دیا ہے کہ وہ لوگوں کے لئے قانون سازی کرتے رہیں جبکہ قانون ساز،  
شریعت ساز صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

ام لہم شرکوۃ اشروعوا لہم کیا انہوں نے (اپنے) شریک بنائے  
من الدین مالہم یا ذن بہ ہیں جو ان کے لئے دین سازی کرتے رہتے  
اللہ (شوری ص ۲۱) ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو (اس دین  
سازی) کی اجازت نہیں دی۔

قارئین کرام جناب فیض احمد صاحب کی مندرجہ بالا تحریر سے یہ بات بالکل  
واضح ہے کہ فقہاء احناف نے اس قسم کے سینکڑوں مسائل بنائے اور پھر شرک  
فی الشریعت کے مرتکب ہوئے تو ہم نے کونسی غلط بات کہی۔ ہمارا کہنا بھی یہی  
ہے کہ اس قسم کے سینکڑوں مسائل فقہاء احناف نے بنائے جن کا قرآن مجید  
اور صحیح احادیث سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ خواتین کے سجدہ کا وضع کردہ طریقہ  
فقہاء احناف کا خود ساختہ فعل ہے لہذا مرد و دہے۔ مزید برآں یہ چیز اگر اچھی  
ہوتی یا پردہ کے لحاظ سے بہتر ہوتی تو کیا اللہ تعالیٰ پر یہ چیز مخفی رہ سکتی تھی؟  
اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اس کو سب کچھ معلوم ہے۔ آج فقہاء احناف اللہ  
تعالیٰ کی شریعت میں اضافہ کر کے اللہ تعالیٰ کو بتا رہے ہیں کہ یہ تیری شریعت  
ناقص ہے، اے اللہ عورت کا سجدہ تو اس طرح ہونا چاہئے تھا۔ گویا احناف



نے دین کو ناقص مان کر درج ذیل آیت کا بھی انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ  
وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ  
رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔  
(مائدہ - ۳)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین  
کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری  
کر دی اور تمہارے لئے بحیثیت دین  
اسلام کو پسند کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ (زمر - ۳)

آگاہ ہو جاؤ دین تو خالص اللہ کے لئے  
ہے۔  
بہر حال جو چیز اللہ اور رسول نے نہیں بتائی وہ دین ہے ہی نہیں۔

## عورت اور مرد کی نماز ایک ہی طریقہ سے ہے

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

اتینا النبی صلی اللہ علیہ و  
سلم ونحن شبہة متقاربون  
فاقمنا عندہ عشرين یوماً  
ولیلۃً وكان رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم رحیمًا رفیقًا  
فلما ظن اننا قد اشتہینا او  
قد اشتقنا۔ سالنا عن ترکنا

ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے  
اور ہم تقریباً جوان تھے۔ ہم نے آپ  
کے پاس بیس دن اور رات قیام کیا  
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے  
رحیم اور بااخلاق تھے۔ پھر جب آپ کو  
اس بات کا اندیشہ ہوا کہ ہم گھر جانے  
کے مشتاق ہیں تو آپ نے ان کے

بعدنا فاخبرناه قال ارجعوا  
الی اہلیکم فاقیموا فیہم  
وعلموہم ومروہم و ذکر  
اشیاء احفظہا اولاً احفظہا  
وصلوا کما ساءیتونی اصلی  
(صحیح بخاری)

بارے میں جن کو ہم گھر چھوڑ آئے تھے  
سوال کیا (یعنی عورتیں بچے اور دیگر  
افراد) پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کو ان کے بارے میں خبر دی۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
تم اپنے اہل و عیال میں لوٹ جاؤ،  
ان میں نماز قائم کرو، ان کو نماز کی  
تعلیم دو، ان کو نماز پڑھنے کا حکم دو۔  
پھر آپ نے چند چیزوں کا ذکر فرمایا،  
بعض چیزیں یاد رہیں اور بعض بھول  
گئے (نماز پڑھتے وقت) نماز اس  
طرح پڑھنا جس طرح تم نے مجھے پڑھتے  
ہوئے دیکھا ہے۔

مندرجہ بالا حدیث سے چند باتیں ثابت ہوئیں :-

- ①۔ آپ کے پاس وفود کا آنا۔
- ②۔ بغرض دینی تعلیم قیام کرنا۔
- ③۔ اہل و عیال کے بارے میں معلومات کرنا۔
- ④۔ امام کا گھر واپس جانے کا حکم دینا۔
- ⑤۔ وفود کو دینی تعلیم دینا۔
- ⑥۔ نماز قائم کرنے کا حکم دینا۔



④ امام کا حکم دینا کہ خواتین اور بچوں کو نماز کا حکم دیتے رہنا۔  
 ⑤ عورت اور مرد کی نماز کا ایک ہی طریق سے ہونا۔ وغیرہ وغیرہ  
 قارئین کرام اس حدیث بالا میں مرد، عورت، بوڑھا، جوان اور بچے  
 سب شامل ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔  
 اب خواتین کو نماز اس طرح پڑھنی چاہئے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 پڑھا کرتے تھے، ہاں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے لئے کوئی علیحدہ  
 طریقہ وضع کرتے اور وہ صحیح حدیث میں ہوتا تو ہم ضرور اس پر عمل کرتے اور کراتے۔  
 لیکن احادیث صحیحہ میں ہمیں طریقہ صرف یہی ملتا ہے کہ عورت اور مرد کی نماز ایک  
 ہی طریقہ سے ہے۔

اب جبکہ مرفوعاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے یہ ثابت ہو چکا  
 ہے کہ عورت اور مرد کی نماز ایک طریقہ سے ہے۔ اب ایک دواثر بھی ملاحظہ  
 فرمائیے۔ حضرت مکحولؓ کہتے ہیں :-

ان اقر الدماء كانت تجلس  
 فی الصلوة كجلسة الرجل وھی  
 فقیہہ (رواہ ابن ابی شیبہ ۳۰۳/۱)  
 وفتح الباری وسندہ حسن)

حضرت ائمہ در داء نماز میں اس طرح  
 بیٹھتی تھیں جس طرح مرد بیٹھتا ہے اور  
 مکحولؓ کہتے ہیں وہ بڑی فقیہہ تھیں۔

ابراہیم نخعی کہتے ہیں :-

يقعد المرأة فی الصلوة كما  
 يقعد الرجل (رواہ ابن ابی شیبہ  
 ۳۰۳/۱ وسندہ صحیح)

(ایک سوال کے جواب میں کہا) عورت  
 نماز میں ویسے ہی بیٹھتی ہے جس طرح  
 مرد بیٹھتا ہے۔

**غلط فہمی** | علماء احناف کے ہاں بہتر صورت یہ ہے کہ جب کلمہ شہادت پر پہنچے تو دائیں ہاتھ کی چھوٹی اور ساتھ والی انگلی کو بند کرے۔ نیچ والی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے۔ شہادت کی انگلی کو کھلا رکھے۔ لا الہ پر شہادت کی انگلی کو اٹھائے اور لا اللہ پر رکھ دے۔ حلقہ کی یہ کیفیت نماز کے اختتام پر باقی رکھے۔  
(نماز مدلل ص ۱۲۵)

**جواب** | قارئین کرام مندرجہ بالا پورا طریقہ خود ساختہ ہے۔ علماء احناف کی شریعت سازی ہے۔ اگرچہ جناب فیض احمد صاحب نے خود تسلیم کر لیا ہے کہ احناف کے نزدیک یہ بہتر صورت ہے: "ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ قرآن و حدیث سے ماخوذ نہیں بلکہ علماء احناف کی اپنی اختراع ہے اور یہی ہمارا کنا ہے کہ احناف کے بیشتر مسائل یا تو بے ثبوت ہیں یا ان کی اپنی قیاس آرائیاں ہیں یا ضعیف احادیث پر استوار ہے اور بعض تو قرآن و حدیث کے بالکل خلاف ہیں۔

**غلط فہمی** | حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-  
کان النبی صلی اللہ علیہ و  
سلم یشرب باصبعة اذا دعا  
ولا یحرقھا  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعاء کرتے  
(تشہد پڑھتے) اپنی انگلی سے اشارہ  
کرتے تھے اور اسے حرکت نہیں دیتے  
(نماز مدلل ص ۱۲۹) تھے۔

**جواب** | مندرجہ بالا حدیث صحیح ہے مگر "ولا یحرقھا" کے الفاظ شاذ و منکر ہیں۔ مندرجہ بالا حدیث کی روایت میں "محمد بن عجلان" راوی ہے جس نے یہ الفاظ روایت کئے ہیں۔ یہ حدیث دوسرے راویان نے بھی روایت کی



ہے مگر انہوں نے یہ الفاظ بیان نہیں کئے مثلاً

(۱) عثمان بن حکیم

(۲) عبید اللہ بن عمر

(۳) ایوب

(۴) مسلم بن ابی مریم

مندرجہ بالا چاروں راوی صحیح مسلم کے راوی ہیں انہوں نے ”وَلَا يَحْرُكُهَا“ کے الفاظ صحیح مسلم میں بیان نہیں کئے خود محمد بن عجلان نے صحیح مسلم میں یہ الفاظ روایت نہیں کئے یعنی کبھی محمد بن عجلان یہ الفاظ روایت کرتے اور کبھی نہ کرتے۔ کیونکہ یہ صرف صدوق ہیں یعنی ان کے حافظہ میں کچھ بھول ہے۔ (تقریب) ابوداؤد اور دارمی میں ”يَحْرُكُهَا يَدُ عَوْبَرِهَا“ کے الفاظ عام بن کلیب نے وائل بن حجر کی روایت میں بیان کئے ہیں۔ مزید برآں یہ روایت (نسائی ۱۲۶/۱) پر بھی ہے۔ عاصم بن کلیب نے ”لَا“ نہیں کہا، عام بن کلیب بھی صحیح مسلم کا راوی ہے ثقہ ہے اور حافظہ صحیح ہے (میزان) لہذا ”وَلَا يَحْرُكُهَا“ کے الفاظ منکر و شاذ ہیں۔ اس سلسلہ میں جو احادیث پیش کی گئی ہیں یعنی حرکت دینے کے بارے میں وہ سب سچ ہیں۔

اگر ہم ان الفاظ کو بھی صحیح مان لیں تو ”وَلَا يَحْرُكُهَا“ کا مطلب یہ ہوگا کہ زیادہ حرکت نہ دی جائے جیسے فرقہ اہل حدیث دیتا ہے۔ علاوہ بریں یہی چیز مشکوٰۃ المصابیح التعليقات للالبانی ۲۸۷/۱ پر بھی مذکور ہے یعنی یہ الفاظ شاذ و منکر ہیں۔

غلط فہمی | ”نماز میں درود شریف کے بعد دعاء“

حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :-

قال قلت يا رسول الله  
علمني دعاء ادعوبه في  
صلواتي قال قل اللهم  
اني ظلمت نفسي ظلماً  
كثيراً ولا يغفر الذنوب  
الا انت فاغفر لي مغفرة  
من عندك وارحمني انك  
انت الغفور الرحيم  
(نماز مدلل ص ۱۳۲)

حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے  
عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ایسی دعا تعلیم  
فرمائیے جو میں اپنی نماز میں مانگا کروں۔  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
یوں کہو اللهم انی اھ کہ اے اللہ،  
میں نے اپنی ذات پر بہت ظلم کیا۔ صرف  
آپ گناہوں کو بخش سکتے ہیں۔ تو اپنی  
طرف سے اور محض اپنے فضل سے  
میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما بیشک  
آپ ہی بہت بخشنے والے بڑے مہربان

ہیں۔

جواب | قارئین کرام اس دعاء کا پڑھنا امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض ہے  
نہیں۔ جو دعاء اس مقام پر پڑھنا فرض ہے وہ درج ذیل ہے۔ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اذا تشهد احدكم فليستعذ  
بالله من اربع يقول اللهم  
(صحیح مسلم)

جب تم میں سے کوئی تشهد سے (فارغ)  
ہو تو وہ چار باتوں سے اللہ کی پناہ  
طلب کرے۔

دوسری روایت میں اس طرح الفاظ آئے ہیں :-

اذا فرغ احدكم من التشهد  
جب تم میں سے کوئی آخری تشهد سے



الآخر فليستعذ بالله من  
اربع (صحیح مسلم) فارغ ہو تو وہ چار باتوں سے اللہ کی  
پناہ طلب کرے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
وسلم اذا فرغ احدكم من  
التشهد الاخر فليتعوذ  
من اربع (رواه احمد وسنده صحيح) ذریعہ پناہ طلب کرے۔

وہ چار باتیں جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے درج ذیل  
ہیں :-

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ  
الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ النَّسِيمِ  
الدَّجَالِ - (اے اللہ میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں دوزخ کے عذاب  
سے، قبر کے عذاب، زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح و دجال کے  
فتنہ کے شر سے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مندرجہ بالا دعاء کو اس طرح سکھاتے  
تھے جس طرح قرآن مجید کی کسی سورہ کو سکھاتے ہیں حضرت عبداللہ بن  
عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

ان رسول الله صلى الله عليه  
وسلم كان يعلمهم هذا  
الدعاء كما يعلمهم السورة  
من القرآن (صحیح مسلم)  
بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
صحابہ کرام کو یہ دعاء اس طرح سکھاتے  
تھے جس طرح قرآن مجید کی کسی سورہ  
کو سکھاتے ہیں۔

قارئین کرام یہ وہ دعاء ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو نماز میں پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ لہذا اس دعاء کا پڑھنا فرض ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس دعاء کے بعد جو دل چاہے دعاء مانگ سکتے ہو (رواہ النسائی وصحیح النووی بلوغ الامانی)

مندرجہ بالا دعاء کے بعد اگر کوئی چاہے تو پھر وہ دعاء پڑھ سکتا ہے جو دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر الصدیق کو بتائی تھی۔ غلط فہمی | نماز کے بعد دعاء :-

عن الاسود بن عبد اللہ عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع ید یہ دعاء (نماز مدلل ص ۱۳۴) دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعاء کی۔

جواب | مندرجہ بالا حدیث ضعیف ہے۔ اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن حاجب بن عامر بن المقتفق ابن انخی تقیط بن عامر مجہول ہے (تقریب التقریب) اور اسود عامری صرف مقبول ہے (تقریب) مزید برآں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعاء کرنے کا ثبوت موجود ہے اور اس حدیث میں قبلہ سے منہ پھیر کر دعاء کرنے کا۔ لہذا یہ حدیث صحیحین کے بھی خلاف ہے۔ الغرض باطل ہے۔ صحیحین کی احادیث ملاحظہ فرمائیے:-

① حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا کہ وہ ہزاروں ہیں اور صحابہ کرام کی جماعت صرف



تین سو انیس افراد پر مشتمل ہے۔ پھر آپ دعاء فرماتے ہیں :-  
 فاستقبل نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القبلة ثم مد یدیه جعل بہتف بربہ  
 (صحیح مسلم باب الامداد بالملائكة ۳۸۴)

(۲) استقبل النبی صلی اللہ علیہ وسلم وترہباً ورفع یدیه وقال اللہم اھد دوساً  
 (جزء رفع یدین للبخاری وسندہ صحیح)  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنا چہرہ مبارک) قبلہ کی طرف کیا (اور اللہ سے) لو لگائی، اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور فرمایا: اے اللہ دوس قبیلہ کو ہدایت دے دے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-  
 امر اذان یدعو استقبل القبلة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء کا ارادہ کیا تو آپ نے قبلہ کی طرف چہرہ کر لیا۔

مندرجہ بالا احادیث سے قبلہ کی طرف چہرہ کر کے دعاء کرنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ احادیث صحیح ترین ہیں۔  
غلط فہمی | حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اللہ اربعین یوماً فی جماعۃ یدرک التکبیرۃ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چالیس دن جماعت سے اس طرح نماز پڑھتا رہے کہ تکبیر اولیٰ فوت

الاولیٰ کتب لہ برأتان برأۃ  
من النار وبرأۃ من النفاق  
(نماز مدلل ص ۱۱۴)

جواب | امام ترمذی لکھتے ہیں :-

وقد روی هذا الحديث عن  
انسٍ موقوفاً ولا أعلم احداً  
رفعه الا ما روی سلم بن قتيبة  
عن طعمة بن عمرو عن حبيب  
بن ابي ثابت عن انسٍ -

یہ حدیث انس سے موقوفاً روایت کی  
گئی ہے۔ میں نہیں جانتا کسی نے اس  
حدیث کو مرفوع کہا ہو سوائے مسلم  
بن قتیبہ نے طعمہ بن عمرو سے اور طعمہ نے  
حبیب بن ابی ثابت سے اور حبیب  
نے انس سے روایت کیا ہے۔

آگے امام ترمذی لکھتے ہیں :-

وانما یروی هذا الحديث  
عن حبيب بن ابي حبيب البجلي  
عن انسٍ بن مالك قوله حدثنا  
وكيع عن خالد بن طهمان عن  
حبيب بن ابي حبيب البجلي عن  
انسٍ نحوه

بات در اصل یہ ہے کہ یہ حدیث حبیب  
بن ابی حبیب سے پھر انس بن مالک  
سے روایت کی گئی ہے کہ یہ ان کا قول  
ہے کیونکہ ہم سے وکیع نے بیان کیا پھر  
خالد بن طہمان سے پھر حبیب بن ابی  
حبیب سے پھر انس سے اسی طرح

(رواہ الترمذی ۸/۲)

روایت کیا ہے اور مرفوع نہیں کیا۔  
امام ترمذی مندرجہ بالا حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے پر بحث  
کر رہے ہیں موقوف کو تو وہ جانتے ہیں اور مرفوع کو صرف مندرجہ بالا سند



سے جانتے ہیں مگر پھر معلول سمجھتے ہیں ورنہ حدیث پر صحیح اور حسن ہونے کا حکم لگاتے۔ اسی وجہ سے امام ترمذی نے سکوت کر کے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ دوسری بات وہ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ یہ حبیب بن ابی حبیب سے مروی انس بن مالک کا قول ہے اور یہ مرفوع حدیث نہیں ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے یہ صرف حضرت انسؓ کا قول ہے جو قابل دلیل نہیں۔

غلط فہمی نماز وتر میں دعاء قنوت دائمی ہے اور رکوع سے پہلے ہے (نماز مدلل ص ۱۲۷)

جواب نماز وتر میں دعاء قنوت دائمی ہے بالکل درست ہے۔ لیکن دعاء قنوت پڑھنا صرف رکوع سے پہلے ہے یہ بات درست نہیں کیونکہ دعاء قنوت رکوع سے پہلے بھی پڑھی جاسکتی ہے اور رکوع کے بعد بھی، دونوں طریقے سنت ہیں۔

رکوع کے بعد قنوت پڑھنا سنت ہے۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے	علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے
میرے وتر میں جب میں (رکوع) سے	میرے وتر میں جب میں (رکوع) سے
سر اٹھاؤں (دعاء پڑھنے) کی تعلیم دی	سر اٹھاؤں (دعاء پڑھنے) کی تعلیم دی
اور پھر سجدے میں گئے۔	اور پھر سجدے میں گئے۔

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ دعاء قنوت رکوع کے بعد بھی پڑھی جاسکتی ہے لیکن زیادہ تر رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنا بہتر ہے۔ لہذا

صرف یہ کہنا کہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھا جائے غلط ہے۔ جناب فیض احمد صاحب نے جو دعاء قنوت میں ہاتھ اٹھانے کی دلیل پیش کی ہے اس میں ہماری تائید ہوتی ہے اور احناف کی مخالفت۔ کیونکہ تمام احناف کا اس پر عمل نہیں ہے۔ تمام احناف رفع یدین کر کے ہاتھ باندھ لیتے ہیں اور پھر دعائے قنوت پڑھتے ہیں۔ یہ طریقہ صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ لہذا غلط ہے۔

غلط فہمی | قنوت کے الفاظ "اللہم انا نستعینک"

جواب | قارئین کرام یہ دعاء قنوت نازلہ میں پڑھنے کی ہے۔ یہ دعاء قنوت وتر کی نہیں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
کان لا یقنت الا اذا دعاء لقوم  
اودعوا علی قوم (رواہ ابن خزیمہ)  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم قنوت نازلہ نہیں  
پڑھتے تھے مگر آپ جب کسی قوم پر  
بددعا فرماتے۔

عن انس وسندہ صحیح۔ صحیح ابن خزیمہ

جزء اول ص ۳۱۲

اور حضرت حسن بن علی رضی عنہما سے مصنف عبدالرزاق ۳/۱۱۶ پر مروی ہے کہ انہوں نے اسی موقع کے لئے یہ الفاظ پڑھ کر بتائے تھے یعنی اللہم انا نستعینک ونستغفرک ..... مزید برآں جو دعاء قنوت وتر میں پڑھی جاتی ہے وہ درج ذیل ہے۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں :-

عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجَّيْتُ



وسلم کلمات اقولہن فی الوتر  
(رواہ الترمذی ۲/۲۲۸ ہذا  
حدیث حسن قال احمد محمد  
شاكر حدیث الحسن فی القنوت  
حدیث صحیح)

چند کلمات کی تعلیم دی (تاکہ) میں ان  
کلمات کو وتر میں پڑھتا رہوں۔

وہ کلمات یہ ہیں :-

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيمَنْ هَدَيْتَ ، وَ عَافِنِيْ فِيمَنْ عَافَيْتَ ،  
وَ تَوَكَّلْنِيْ فِيمَنْ تَوَكَّلَيْتَ ، وَ بَارِكْ لِيْ فِیْ مَا اَعْطَيْتَ ، وَ قِنِيْ شَرَّ مَا  
قَضَيْتَ ، فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَ لَا يُقْضٰی عَلَیْكَ ، اِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ  
وَ اَلَّیْتَ ، وَ لَا یَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَيْتَ ۔

یہ دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو  
بتائی تھی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ان کلمات کو پڑھا  
کرتے تھے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
کان یقنت فی صلوٰۃ الصبح  
وفی وتر اللیل بہذہ الکلمات  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں  
صبح کا وتر اور رات کی (نماز) کے وتر  
میں یہی کلمات پڑھا کرتے تھے۔

(رواہ البیہقی وسندہ حسن)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دعاء کی تعلیم دیا کرتے تھے اور خود  
بھی اس دعاء کو وتر میں پڑھا کرتے تھے۔ جناب فیض احمد صاحب نے  
جو دلائل اللہم انا نستعینک ..... پڑھنے کے دئے ہیں وہ سب

قنوت نازلہ کے ہیں وتر کے نہیں ہیں اور جو دلائل دئے ہیں وہ سب آثار ہیں۔ کوئی بھی صحیح مرفوع حدیث پیش نہیں کی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں کیا۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ قنوت نازلہ بھی قنوت ہے اور قنوت الوتر بھی قنوت ہے۔ صرف یہ کہدینا کہ قنوت میں اللھم انا نستعینک پڑھا کرتے تھے کافی نہیں۔ الفاظ اس طرح ہونے چاہئیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز میں قنوت وتر میں پڑھا کرتے تھے۔ ایسے الفاظ کسی بھی صحیح حدیث میں نہیں ہیں۔ لہذا قابل احتجاج بھی نہیں۔

رہا معاملہ سفیان اور نخعی کے قول کا تو جواباً عرض ہے کہ حدیث کے مقابلہ میں کسی کا قول حجت نہیں ہوتا۔

غلط فہمی | نماز وتر تین رکعت ایک سلام کے ساتھ ہیں (نماز مدلل)  
جواب | تین رکعت وتر اگر ایک سلام سے جائز ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر سے منع کیوں فرماتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

تین رکعت وتر مت پڑھو پانچ رکعت  
 وتر پڑھ لو یا سات رکعت وتر پڑھ  
 ولیکن (تین رکعت وتر پڑھ کر) نماز  
 مغرب سے مشابہت مت کرو۔

لا تو ترا بثلث او ترا بجنس  
 او سبع ولا تشبھوا بصلوۃ  
 المخرب (رواہ الدارقطنی قال  
 المؤلف رؤۃ کلم ثقات و اخرج الحاكم  
 فی المستدرک بهذا الاسناد و المتقن و قال  
 ہذا صحیح علی شرط الشیخین و لم یخرجہ و کذا اخرہ



البیہقی وقد صحیح ابن حبان وقال الحافظ  
فی الفتح وقد صحیح الحاکم من طریق عبد اللہ بن  
الفصل واسنادہ علی شرط الشیخین۔ تطبیق  
المفتی علی سنن الدارقطنی جزء دوم ص ۲۵

تین رکعت وتر ایک سلام سے پڑھنا مندرجہ بالا حدیث کے خلاف ہے۔  
حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :-  
الوتر سبع او خمس وافی لاکرة  
ان یکون ثلاثا بتراء (دروی  
محمد بن نصر نیل الاوطار جزء ۲ ص ۲۰۱  
قال العراقي ایضا صحیح)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

الوتر سبع او خمس ولا نحب  
ثلاثا بتراء (دروی محمد بن نصر  
ایضا باسناد قال العراقي صحیح نیل الاوطار  
ص ۲۰۱ جزء ۲ مصنف عبد الرزاق و سنن

صحیح ۲۳/۳

الغرض تین رکعت وتر ایک سلام سے جائز ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابن عباسؓ منع نہ فرماتے۔  
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں :-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

وسلم قال الوتر حق وليس  
 كالغرب (مصنف عبدالرزاق  
 ۲/۳ و سندہ صحیح)  
 وتر حقیقت میں ایک رکعت ہے اور  
 مغرب کی طرح تین (رکعت) نہیں ہیں۔  
 یعنی تین ایک سلام سے نہیں ہیں۔  
 مزید تحقیقی معلومات کے لئے ہماری کتاب صلوٰۃ المساکین کا مطالعہ کیجئے۔  
 تاکہ جو روایات فیض احمد صاحب نے نقل کی ہیں ان کی حقیقت معلوم ہو  
 جائے۔

غلط فہمی جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :-

”تراویح کی بیس رکعت“ (نماز مدلل)

جواب | قارئین کرام جناب فیض احمد صاحب نے بیس رکعت تراویح کے  
 سلسلہ میں کچھ آثار پیش کئے ہیں وہ بھی ضعیف اور منقطع ہیں۔ کاش کہ جناب فیض  
 احمد صاحب بیس رکعت تراویح کے سلسلہ میں کوئی صحیح مرفوع حدیث پیش کرتے۔  
 جو آثار پیش کئے ہیں وہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور  
 حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ اس سے قبل کہ ہم ان آثار  
 کے ضعف ثابت کریں ہم سب سے پہلے ابن عباس والی وہ حدیث جو مرفوعاً  
 آئی ہے پیش کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

كان النبي صلى الله عليه وسلم  
 يصلي في شهر رمضان في غير  
 جماعة بعشرين ركعة والوتر  
 (رواه البيهقي ۴۹۶/۲ و سندہ ضعیف)  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ  
 میں بغیر جماعت کے بیس رکعت نماز  
 (تراویح) پڑھا کرتے تھے اور ایک  
 رکعت وتر۔



اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام بیہقی خود لکھتے ہیں :-

تفرد بہ ابوشیبة ابراہیم بن عثمان العباسی کوئی نے  
بن عثمان العباسی الکوفی و هو  
ضعیف (رواہ البیہقی)

قال احمد و یحییٰ و ابوداؤد  
ضعیف (تہذیب)

وقال الترمذی منکر الحدیث  
وقال النسائی متروک الحدیث  
وقال ابوحاتم ضعیف الحدیث  
(تہذیب التہذیب)

وقال ابن سعد کان ضعیفاً فی  
الحدیث وقال الدارقطنی  
ضعیف (تہذیب)

غرضیکہ یہ حدیث بالکل ضعیف ہے۔ اب آئیے آثار کی طرف۔

① حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

کانوا یقومون علی عہد عمر  
بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی  
شہر رمضان بعشرین رکعة  
قال وکانوا یقرؤن بالمستین  
وکانوا یتکون علی عصیہم فی  
ماہ رمضان میں عمر بن الخطاب رضی اللہ  
عنہ کے زمانہ میں لوگ بیس رکعت (نماز  
تراویح) کا قیام کرتے تھے اور کہتے  
ہیں دو دوسو آیات کی تلاوت کرتے  
تھے اور عثمان بن عفان کے زمانہ میں

عہد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ من شدة القيام  
شدت قیام کے سبب لوگ اپنی لاکھٹوں  
پر سہارا لیا کرتے تھے۔

(رواہ البیہقی ۴۹۶/۲)

مندرجہ بالا اثر کی سند میں ایک راوی یزید بن عبد اللہ بن خصیفہ ہے اگرچہ  
یہ ثقہ ہے مگر کبھی یہ منکر روایات بھی بیان کرتا ہے۔ اسی بنیاد پر کچھ ائمہ نے  
اس کو منکر الحدیث کہا ہے۔ مثال کے طور پر، امام ابو داؤد کہتے ہیں :-  
قال احمد منکر الحدیث امام احمد بن حنبل نے منکر الحدیث کہا  
(تہذیب التہذیب و میزان الاعتدال) ہے۔

مزید برآں مندرجہ بالا روایت امام بیہقی نے بھی نقل کی ہے اور وہ  
بھی سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے یعنی سائب بن یزیدؒ یا رہ رکعت تراویح  
روایت کر رہے ہیں ذرا ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ  
عنہ کہتے ہیں :-

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے	امر عمر بن الخطاب رضی اللہ
حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم	عنه ابی بن کعب و تمیم
داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ	الداری ان یقوموا للناس
دونوں لوگوں کے لئے گیارہ رکعت	باحدى عشرة رکعة وكان
(نماز تراویح) کے ساتھ قیام کرتے رہیں	القاری یقرأ بالمئتين حتی
اور قاری دو دوسو آیات کی تلاوت	کنا نعتمد علی العصی من طول
کرتا تھا یہاں تک کہ ہم طویل قیام کے	القیام وما کنا تصرف الا
سبب اپنی لاکھٹی پر سہارا لیتے اور ہم	فی فروع الفجر هکذا فی هذه



هكذا في هذه الرواية      طلوع فجر کے وقت ہی واپس ہوتے  
(رواہ البیہقی ۴۹۶/۲)      تھے۔

قارئین کرام پہلے اثر میں بین<sup>۲</sup> کا عدد آیا ہے اور دوسرے اثر میں گیارہ<sup>۱</sup> کا عدد آیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کونسا عدد صحیح حدیث کے مطابق ہے اور کونسا عدد صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ ظاہر ہے کہ گیارہ کا عدد صحیح حدیث کے موافق ہے اور بین کا عدد صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام احمد نے اس راوی کی وہ روایات جو صحیح حدیث سے متعارض ہیں نہیں مانیں اور اس کو منکر کہا ہے۔

وہ روایت جو گیارہ رکعت کے سلسلہ میں آئی ہے اس کو بڑے بڑے ائمہ حدیث بیان کر رہے ہیں مثال کے طور پر :-

عن الزہری قال اخبرنی عروة ان عائشة رضی اللہ عنہا اخبرته ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی احدى عشرة رکعة (صحیح بخاری)	امام زہری سے روایت ہے امام زہری کہتے ہیں کہ مجھے عروہ نے خبر دی، (عروہ کہتے ہیں) کہ عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا نے عروہ کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تراویح) کی گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔
--	---

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں :-

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل ثلاث عشرة	نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ ان میں وتر اور
--	--

رکعت ، منها الوتر و رکعتا الفجر  
(صحیح بخاری)  
فجر کی دو رکعت بھی ہوتی (یعنی گیارہ  
رکعت نماز تراویح پڑھتے)

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے  
سوال کیا۔

کیف كانت صلاة رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی  
رمضان فقالت ما کان رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید  
فی رمضان ولا فی غیرہ علی  
احدی عشرة رکعة (صحیح بخاری)  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان  
میں نماز کس طرح ہوتی تھی؟ حضرت عائشہ  
صدیقہؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم رمضان میں اور رمضان  
کے علاوہ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں  
پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عروہ بن زبیر بن العوام ، حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق  
اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گیارہ  
رکعت روایت کی ہیں اور یہ لوگ بہت بڑے بڑے امام ہیں ان کی تعریف  
مت پوچھیے اگر لکھنا شروع کر دوں تو کتابیں بھر جائیں گی۔ تو یزید بن عبد اللہ  
بن خنیفہ نے اپنے سے بڑے بڑے اماموں کی مخالفت کی ہے۔ لہذا یہ  
روایت جو بیئیں کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے وہ شاذ بھی ہوئی اور منکر بھی۔  
بحث دہايتنا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی رکعت نماز تراویح  
ثابت نہیں ہیں تو بھلا عمر رضی اللہ عنہ ایسی بات کا حکم کیسے دے سکتے تھے  
جو سنت کے خلاف ہو۔ ہم اوپر نقل کر آئے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے  
حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہما کو گیارہ رکعت



تراویح پڑھانے کا ہی حکم دیا تھا اور یہی چیز حدیث کے مطابق ہے۔ امام مالکؒ نے بھی اپنی کتاب ”موطا“ میں نقل کی ہے۔

ایک اور روایت جو حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے وہ بھی ضعیف ہے ملاحظہ ہو۔ سائب بن یزید کہتے ہیں :-

كان القيام على عهد عمر حضرت عمرؓ کے دو دن میں تیس رکعت بثلاث وعشرين ركعة (عده نماز تراویح کا قیام ہوتا تھا۔  
القاری ۵/۲۵۷)

اس روایت میں حارث بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن سعد بن ابی ذباب صدوق بہم (قال ابن حجر فی التقریب) یعنی صدوق ہے لیکن وہم ہوتا ہے۔

وقال ابو حاتم یروی عنہ الداروروی احادیث منکرۃ لیس بالقوی (تہذیب) ابو حاتم کہتے ہیں دروردی اس سے منکر احادیث روایت کرتے ہیں اور یہ قوی نہیں ہے۔

قال ابن معین مشہور (تہذیب) قال ابو زرعة لیس بہ بأس (تہذیب) ابن معین کہتے ہیں یہ صرف مشہور ہے۔ ابو زرہ کہتے ہیں اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

وقال ابن حزم ضعیف وقال ابو حاتم لیس بالقوی (میزان) ابن حزم ضعیف کہتے ہیں اور ابو حاتم لیس بالقوی کہتے ہیں۔ (والکاشف)

لہذا یہ اثر بھی ابن ابی ذباب کی وجہ سے ضعیف ہے اور صحیح مرفوع حدیث

کے بھی خلاف ہے۔

② یزید بن رومان کہتے ہیں :-

كان الناس يقومون في زمان  
عمر بن الخطاب في رمضان  
بثلاث وعشرين ركعة (رواه

مالك ۱/ ۱۵ اور رواه البيهقي ۲/ ۴۹۶)

امام زیلعی کہتے ہیں وَ يَزِيدُ بْنُ سُرْمَانَ لَمْ يُدْرِكْ عُمَرَ (نصب  
الرایۃ ۲/ ۱۵۴) یعنی یزید بن رومان نے حضرت عمرؓ کو نہیں پایا۔

امام نووی کہتے ہیں :-

رواه البيهقي ولكنه مرسل فان يزيد بن رومان لم  
يدرك عمر وكذا لك ضعفه  
العيني بقوله في عمدة القاري  
شرح صحيح بخاری ۵/ ۳۵۷  
سندہ منقطع)  
امام بیہقی نے (اس اثر کو) روایت  
کیا ہے اور مرسل مانا ہے کیونکہ یزید بن  
رومان نے عمرؓ کو نہیں پایا اسی وجہ  
سے عینی نے اس اثر کو ضعیف کہا  
ہے عمدة القاری شرح صحیح بخاری میں  
اس کی سند کو منقطع مانا ہے۔

لہذا یہ اثر ضعیف منقطع ہونے کی وجہ سے اور صحیح مرفوع حدیث کے  
خلاف ہونے کی وجہ سے کالعدم ہے۔

③ حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت ہے :-

ان عمر بن الخطاب أمر رجلاً  
ان يصلي بهو عشوين ركعة  
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے  
کسی شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس



(رواہ ابن ابی شیبہ ۲/۲۸۵) رکعت نماز پڑھاتا رہے۔  
 یہ اثر بھی منقطع ہے۔ علامہ مبارکپوری (التحفة ۲/۸۵) میں کہتے ہیں۔  
 یہ اثر منقطع ہے۔ قال النیموی فی (آثار السنن) رجالہ ثقات لکن  
 یحییٰ بن سعید الانصاری لعید رک عمر یعنی نیموی آثار السنن  
 میں کہتے ہیں راوی تو تمام ثقہ ہیں مگر یحییٰ بن سعید انصاری نے عرضی اللہ عنہ  
 کو نہیں پایا لہذا سند منقطع ہے۔ علامہ مبارکپوری اور نیموی کی تائید  
 علی بن مدینی کے اس قول سے بھی ہوتی ہے۔

قال ابن المدینی فی العلل لا ابن المدینی (کتاب العلل میں کہتے ہیں  
 اعلمہ سمع من صحابی غیر انس کہ میں نہیں سمجھتا انس کے علاوہ کسی  
 (تہذیب التہذیب والکاسف) اور صحابی سے یحییٰ نے سنا ہو۔  
 الغرض یہ روایت بھی ضعیف ہے، منقطع ہے۔ شاذ بھی ہے اور صحیح  
 مرفوع حدیث کے خلاف بھی۔

④ حضرت ابوالحسناء کہتے ہیں :-

ان علیاً امر رجلاً یصلی بسہو  
 فی رمضان عشورین رکعة -  
 حضرت علیؑ ابن ابی طالب نے کسی شخص  
 کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو بیٹ  
 رکعت نماز (تراویح) پڑھایا کرے۔  
 (رواہ ابن ابی شیبہ ۲/۲۸۵) (رواہ  
 البیہقی ۲/۴۹۷)

یہ اثر بھی ضعیف ہے۔ امام بیہقی کہتے ہیں اس اثر کی سند میں ضعف  
 ہے (رواہ البیہقی ۲/۴۹۷) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں "ابوالحسناء"  
 مجہول ہے (تقریب التقریب) امام ذہبی کہتے ہیں "ابوالحسناء" لا یعرف

ابو الحسناء مجہول ہے (میزان) دوسری خاص بات یہ بھی ہے کہ یہ روایت معضل معلوم ہوتی ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں: روی عن المحکم بن عیینة عن حنش عن علی فی الاضحیة (تہذیب التہذیب) یعنی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابو الحسناء اور علی کے درمیان سے دوراوی غائب ہیں۔ الغرض یہ اثر معضل بھی ہے۔

⑤ ابو عبد الرحمن حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں :-

عن علی رضی اللہ عنہ قال  
دعا القرآن فی رمضان فامر  
منہم رجلاً یصلی بالناس  
عشرین رکعة قال وکان علی  
رضی اللہ عنہ یوتر بہم  
(رواہ البیہقی ۴۹۶/۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان  
میں قرآن کو بلایا اور ان میں سے کسی کو  
حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز  
پڑھاتا رہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ  
ان کو وتر پڑھایا کرتے تھے۔

یہ اثر بھی ضعیف ہے۔ اس اثر میں دو علتیں ہیں (۱) عطاء بن سائب  
کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ ابن حجر کہتے ہیں عطاء بن السائب،  
ابو محمد صدوق اختلط (تقریب) یعنی عطاء بن سائب ابو محمد صدوق ہیں ان  
کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں یہ اثر جب ان کا حافظہ ٹھیک تھا بیان کیا  
ہے یا حافظہ خراب ہونے کے بعد۔ لہذا کالعدم ہے۔

(۲) دوسری علت حماد بن شعیب کی ہے۔ حماد بن شعیب بہت زیادہ

ضعیف ہے۔

① وقال البخاری فیہ نظر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں فیہ



(لسان) ۲) وقال النسائي ضعيف  
نظری یعنی یہ راوی ضعیف ہے۔  
امام نسائی (بھی) ضعیف کہتے ہیں۔

(لسان المیزان)

۳) وقال ابو حاتم ليس بالقوى (لسان)  
امام ابو حاتم ليس بالقوى کہتے ہیں۔

۴) وقال ابو زرعة ضعيف (لسان)  
امام ابو زرعة ضعیف کہتے ہیں۔

۵) ونقل ابن الجارود عن البخاري انه قال فيه منكر الحديث وفي موضع آخر تركوا حديثه (لسان)  
امام ابن جارود نے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے اس راوی کو منکر الحدیث کہا ہے اور دوسری جگہ پر (کہا ہے) کہ ائمہ نے اس کی حدیث کو چھوڑ دیا تھا۔

۶) وقال الساجي فيه ضعف (لسان)  
امام ساجی کہتے ہیں اس میں ضعف ہے۔

۷) ضعفه ابن معين وغيره (ميزان)  
امام ابن معین اور دوسرے ائمہ نے اس راوی کو ضعیف کہا ہے۔

الغرض حضرت علیؑ سے روایت کردہ دونوں اثر ضعیف ہیں۔

۶) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی دو طریق سے اثر مروی ہیں مگر وہ بھی ضعیف ہیں۔

کان ابی بن کعب یصلی بالناس حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ماہ

فی رمضان بالمدینۃ عشرین رمضان میں لوگوں کو مدینہ میں بیس رکعت  
 رکعتہ ویوتر بثلاث (رواہ ابن نماز تراویح پڑھایا کرتے تھے اور تین  
 ابی شیبہ ۲/۲۸۵) رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے۔

یہ اثر منقطع ہے۔ عبدالعزیز بن رفیع کی ملاقات حضرت ابی بن کعب  
 سے نہیں ہوئی۔ حضرت ابی بن کعب کی وفات ۲۰، ۳۳ھ میں ہوئی ہے۔  
 (الکاشف و تہذیب) اور عبدالعزیز بن رفیع کی وفات ۱۲۰ھ میں یا ۱۳۰ھ  
 کے بعد ہوئی ہے (الکاشف و تہذیب) یعنی ایک سو سال کے لگ بھگ  
 فرق ہے۔ غرضیکہ یہ اثر منقطع ہے۔

یہی بات علامہ النیموی الہندی نے اور علامہ مبارکپوری نے بھی کی  
 ہے۔ دیکھئے (صلوۃ التراویح للالبانی) دوسری بات یہ کہ حضرت عمر رضی  
 اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب کو گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا  
 تھا جو موطا کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے۔ یہ اثر اس صحیح ترین حدیث کے  
 بھی خلاف ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ  
 عنہا نے بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان  
 میں تراویح کی گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے غرضیکہ ضعیف ہے۔  
 ⑤ دوسرا اثر ملاحظہ ہو۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

ان عمراً رأیت ان یصلی بالناس فی رمضان فقال ان الناس یصومون النہار ولا یحسنون  
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان  
 میں نماز پڑھائیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا



ان یقرؤا فلو قرأت القرآن  
 علیہم باللیل۔ فقال یا امیر  
 المؤمنین هذا شیء لو یکن،  
 فقال قد علمت ولكنه حسن  
 فصلی بہم عشرين رکعت  
 (رواہ الغیاء المقدسی فی المختار ۲۸۴/۱  
 وصلاة التراويح للالبانی)

لوگ دن میں روزے دار ہوتے ہیں  
 اور قرآن شریف کو اچھی طرح نہیں پڑھ  
 سکتے۔ کاش کہ تم رات کو ان کے سامنے  
 قرآن شریف پڑھ کر سناؤ (تو کتنا اچھا  
 ہو) حضرت ابی بن کعب نے کہا اے  
 امیر المؤمنین یہ کچھ ایسا کام ہے جو پہلے  
 نہیں ہوا؟ حضرت عمرؓ نے کہا مجھے معلوم  
 ہے، لیکن اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔  
 پھر حضرت ابی بن کعب نے لوگوں کو بیس رکعت  
 نماز (تراویح) پڑھائی۔

یہ اثر بھی ضعیف ہے۔

روایتاً بحث | اس اثر کی سند میں ایک راوی ہے ابو جعفر، اس کا نام عیسیٰ بن  
 ابی عیسیٰ بن ماہان ہے۔ اس راوی کے سلسلہ میں محدثین کے مختلف اقوال آئے  
 ہیں۔ مثلاً

(۱) امام یحییٰ بن معین کبھی کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہ احادیث  
 تو لکھتا تھا لیکن غلطیاں کرتا تھا اور کبھی کہتے ہیں کہ یہ نیک ہے۔ مطلب یہ  
 ہے کہ صحیح فیصلہ نہیں کر پاتے (تہذیب)

(۲) امام علی بن المدینی ثقہ کہتے ہیں مگر غلطیاں بھی کرتا ہے (تہذیب)

(۳) ابن عمار الموصلی ثقہ کہتے ہیں (تہذیب)

(۴) امام ابو حاتم ثقہ کہتے ہیں، صدوق صالح الحدیث کہتے ہیں (تہذیب)

(۵) ابن سعد ثقہ کہتے ہیں (تہذیب)  
 (۶) امام حاکم ثقہ کہتے ہیں (تہذیب)  
 قارئین کرام جن ائمہ نے اس راوی کو ثقہ یا صدوق یا صالح الحدیث  
 کہا ہے۔ انہوں نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ راوی غلطیاں کرتا ہے اور حافظہ  
 کا اچھا نہیں ہے۔

اب وہ محدثین جنہوں نے ضعیف کہا ہے۔

- (۱) امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ یہ قوی نہیں ہے (تہذیب)
- (۲) عمر بن علی کہتے ہیں یہ بزرگ ہے لیکن وہی ہے (تہذیب)
- (۳) ابو زرہ ضعیف کہتے ہیں (تہذیب)
- (۴) زکریاء الساجی صدوق لیس بالمتین کہتے ہیں (تہذیب)
- (۵) امام نسائی لیس بالقوی کہتے ہیں (تہذیب)
- (۶) ابن خراش صدوق کہتے ہیں مگر حافظہ کا اچھا نہیں ہے (تہذیب)
- (۷) امام علی لیس بالقوی کہتے ہیں (تہذیب)
- (۸) امام ابن حبان کہتے ہیں۔ یہ مشاہیر سے مناکیر میں تفرد کرتا ہے اور  
 یہ راوی جب ثقات کی مخالفت کرتا ہے، ہم اس وقت اس سے خاص  
 کر حجیت نہیں لیتے۔ مگر جن وقت یہ راوی ثقات کی مطابقت و موافقت  
 کرتا ہے حجّت لینا پسند کرتے ہیں (تہذیب التہذیب)
- قارئین کرام ابن حبان ہر ایک راوی کو ثقہ کہنے میں بڑے دلیر ہیں یعنی  
 ابن حبان ثقہ سے کم بات نہیں کرتے۔ وہ بھی یہ بات تسلیم کر رہے ہیں کہ جب  
 عیسیٰ ابن ابی عیسیٰ ابو جعفر ثقات کی مخالفت کرے تو اس کی روایت مردود



ہے۔ غرضیکہ یہ اثر منکر ہے۔ حضرت ابی بن کعب سے یہ دوا اثر مروی تھی جو ضعیف ہیں۔

اب وہ اثر جو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ملاحظہ ہو۔

⑧ کان عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یصلیٰ بنا فی شہر رمضان فیصرف وعلیہ لیل قال الا عشاء کان یصلیٰ عشرين رکعة ویوتر بثلاث (رواہ ابن نصر فی القیام اللیل و صلوٰۃ التراويح للالبانی)

حضرت عبداللہ بن مسعود ماہ رمضان میں ہمیں نماز پڑھایا کرتے تھے اور ابھی رات ان پر باقی ہوتی۔ اعمش کہتے ہیں کہ وہ ہمیں بیس رکعت نماز پڑھایا کرتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے۔

قارئین کرام یہ اثر بھی منقطع ہے۔ سلیمان بن مہران، الا عمش نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی اور سلیمان بن مہران الا عمش کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی (الکاشف)۔ امام حاکم کے درج ذیل قول سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ اثر منقطع و معضل ہے۔

وحکی الحاکم عن ابن معین انہ قال اجود الاسانید الا عمش عن ابراہیم عن علقمہ عن عبد اللہ عن عبد اللہ (تہذیب)

امام حاکم ابن معین سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا اعمش کی بہترین سندیں عن ابراہیم عن علقمہ عن عبد اللہ والی ہیں۔

یعنی اعمش ابراہیم اور پھر علقمہ کے واسطے سے عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں اور مندرجہ بالا اثر میں وہ بلا واسطہ عبداللہ سے روایت کر رہے ہیں۔ یہ علامت معضل ہونے کی ہے۔ لہذا ضعیف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وسط سند سے دوراوی حذف ہیں، غائب ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ ضعیف ہوں یا کذاب ہوں یا اور کوئی خرابی ہو۔ بہر حال یہ اثر کسی حال میں بھی درجہ صحت کو نہیں پہنچتا۔ الغرض مردود ہے اور یہی بات علامہ مبارکپوری نے (التحفة) میں کہی ہے کہ یہ روایت منقطع ہے۔ یہی حال دوسرے آثار کا ہے۔

قارئین کرام تمام وہ روایات جو بیس رکعت تراویح پڑھنے کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں وہ تمام ضعیف ہیں ان کا احاطہ کرتے ہوئے ہم آگے بڑھتے ہیں اور تقریباً سب وہ روایات نقل کرتے ہیں تاکہ پھر کسی کو کچھ کہنے کا موقع نہ ملے۔ اب ہم کچھ آثار بیس رکعت تراویح کے سلسلہ میں نقل کر رہے ہیں جو تابعین سے مروی ہیں اور وہ مصنف ابن ابی شیبہ اور دوسری کتب احادیث میں آئے ہیں ملاحظہ فرمائیے :-

① حضرت شتیر بن شکل تابعی سے مروی ہے :-

انہ کان یصلی فی رمضان عشرين ماہ رمضان میں بیس رکعت نماز (تراویح) رکعت والوتر (رواہ ابن ابی شیبہ) اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

(۲۸۵/۲)

یہ اثر ضعیف ہے۔ ابوالسحاق السبیعی ثقہ ہیں مگر ان کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں کس حالت میں اس اثر کو روایت کیا ہے۔



(تقریب التقریب)

عبداللہ بن قیس مجہول ہے (تقریب التقریب و میزان) لہذا یہ اثر باطل ہے۔

② نافع بن عمر کہتے ہیں :-

کان ابن ابی ملیکہ یصلیٰ بنا فی ۷ رمضان عشورین رکعة (رواہ ابن ابی شیبہ ۲/۲۸۵)

یہ ابن ابی ملیکہ کا فعل ہے جو صحیح احادیث کے خلاف ہے لہذا مردود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ (صحیح بخاری) یعنی جس شخص نے کوئی عمل کیا اور اس پر ہماری سنت کی مہر نہ ہو وہ مردود ہے اور ظاہر ہے کہ بیس رکعت نماز تراویح سنت سے ثابت نہیں۔

③ حارث کہتے ہیں :-

انہ کان یوم الناس فی رمضان باللیل بعشرین رکعة ویوتر بثلاث و یقنت قبل الركوع (حوالہ مذکور)

یہ اثر بھی ضعیف ہے۔ حجاج بن ارطاہ صدوق کثیر الخطا (تقریب) یعنی حجاج صدوق ہے (لیکن) بہت غلطیاں کرتے ہیں۔ ابواسحاق السبسی ان کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں کس حالت میں روایت

کیا ہے۔ غرضیکہ ضعیف ہے۔

④ ابوالبحری سے مروی ہے :-

انہ کان یصلی خمس ترویجات کہ وہ رمضان میں پانچ ترویجات کرتے  
فی رمضان ویوتر بثلاث تھے یعنی تراویح میں اور تین وتر پڑھتے  
(حوالہ مذکور) تھے یعنی بیس رکعت اور تین وتر۔

ابوالبحری سعید بن فیروز کا یہ فعل ہے جو صحیح ترین احادیث کے خلاف  
ہے لہذا مردود ہے۔ کیونکہ کسی امام کا فعل جب حدیث رسول صلی اللہ علیہ  
وسلم کے خلاف ہو تو نہیں مانا جاتا۔

⑤ عطاء ابن ابی رباح کہتے ہیں :-

اد رکت الناس وہم یصلون کہ میں نے لوگوں کو اس حال میں پایا کہ وہ  
ثلاثة وعشرین رکعة بالوتر تیس رکعت بعد وتر کے پڑھا کرتے تھے۔  
(حوالہ مذکور)

یہ اثر شاذ ہے۔ اس لئے کہ عبدالملک بن ابی سلیمان نے امام زہری کی او  
عطاء بن ابی رباح نے عروہ بن زبیر کی مخالفت کی ہے۔ عروہ بن زبیر اور امام  
زہری بہت بڑے امام ہیں، یہ دونوں راوی حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ  
مطہرہؓ سے گیارہ رکعت روایت کرتے ہیں (صحیح بخاری و صحیح مسلم) مزید برآں  
حضرت عطاء بن ابی رباح کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا (تقریب)  
لہذا یہ اثر ضعیف ہے۔

⑥ سعید بن عبید اللطائی کہتے ہیں :-

ان علی بن ربیعۃ کان یصلی علی بن ربیعہ لوگوں کو رمضان میں پانچ



بہو فی رمضان خمس ترویجات ترویجات سے نماز پڑھاتے تھے اور  
 ویوتر بثلاث (حوالہ مذکور) تین وتر پڑھتے تھے یعنی بین رکعت  
 یہ تابعی کا فعل ہے۔ جو صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ لہذا مردود ہے۔  
 قارئین کرام عالمین بین رکعت تراویح ایک صحیح مرفوع حدیث پیش نہیں  
 کر سکتے، وہ آثار جن پر وہ عمل کرتے ہیں یعنی اقوال الرجال ان کا حشر آپ  
 سابقہ اوراق میں پڑھ آئے ہیں۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت  
 علیؓ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت ابن عباسؓ  
 رضی اللہ عنہم سے اور بھی صحیح احادیث مروی ہیں یہ عالمین بین رکعت تراویح  
 ان پر عمل کیوں نہیں کرتے، اس وقت ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت  
 و حشمت کہاں چلی جاتی ہے۔ مثلاً

ایک اور زاویہ سے بحث | حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب رکوع میں جاتے تو  
 رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور فرماتے  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے (رواہ البیہقی فی  
 الخلافیات وقال الشیخ رجال اسنادہ معروفون) (نصب الراية جلد ۱ ص ۴۱۶)  
 سندہ صحیح متصل تسہیل القاری شرح صحیح بخاری

عالمین بین رکعت تراویح حضرت عمرؓ کے اس فعل پر کیوں عمل نہیں  
 کرتے جو صحیح اسناد سے مروی ہے جو صحیح حدیث سے ثابت ہے؟ کیا یہ کوئی  
 دوسرے عمرؓ بن الخطاب ہیں؟ حضرت عمرؓ تو عیدین کی نماز میں بارہ تکبیریں بھی روایت  
 کرتے ہیں (رواہ ابن ابی شیبہ ۸/۲) یہ حضرات اس پر عمل کیوں نہیں کرتے۔  
 حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع

نماز میں، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد اور دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہونے کے بعد رفع یدین کرتے تھے (رواہ الترمذی والبوداؤد والنسائی وصحیح الترمذی واحمد) (نصب الراية) (وصحیح ابن خزيمة وابن حبان) (فتح الباری) عاقلین بین رکعت تراویح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول پر جو مرفوعاً ثابت ہے عمل کیوں نہیں کرتے۔ یہ وہی علیؑ تو ہیں جو بین رکعت تراویح روایت کرتے ہیں؟

حضرت ابی بن کعبؓ رفع یدین کرتے تھے (رواہ البیہقی)  
حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ رفع یدین کرتے تھے (رواہ البیہقی)  
حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ بلند آواز سے تعلیم پڑھتے تھے (صحیح بخاری) جبکہ عاقلین بین رکعت تراویح نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا جائز نہیں سمجھتے۔

قارئین کرام ایسے موقع پر عاقلین بین رکعت تراویح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بات نہیں مانتے بلکہ اپنے خود ساختہ مذہب کی بات مانتے اور عمل کرتے ہیں۔ کاش کہ عاقلین بین رکعت تراویح اپنے اس رویہ پر غور کریں۔

نوٹ :- وہ احادیث و آثار جو بین رکعت کے سلسلہ میں ہم نے پیش کی ہیں تقریباً یہی احادیث و آثار جناب فیض احمد صاحب نے نماز مسدّل ص ۱۵۸ تا ۱۶۱ پر پیش کئے ہیں جن کی تردید ہم نے کر دی ہے۔

غلط فہمی | اگر صبح کی جماعت کھڑی ہو چکی ہو اور فجر کی سنتیں بھی ادا کرنی ہوں تو دونوں فضیلتوں (ادائیگی سنت شرکت جماعت) کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ جماعت کی صفوں سے ہٹ کر سنتیں ادا کر کے جماعت



میں شرکت کی جائے اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ سنتیں پڑھنے سے جماعت فوت ہو جائے گی تو پھر جماعت میں شامل ہو جائے اور سنتیں سورج نکلنے کے بعد ادا کرے (نماز مدلل ص ۱۷۱)

جواب | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت ہو جانے کے بعد تمام دوسری نمازوں سے منع فرمایا ہے اور صرف اس نماز کا حکم دیا ہے جس کے لئے اقامت ہو گئی ہے۔ اقامت ہو جانے کے بعد صفوں سے ہٹ کر مسجد میں دو رکعت فجر کی سنت پڑھنا یہ حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ پھر اگر جماعت کھڑی ہے اور جماعت فوت ہونے کا خطرہ ہے تو جماعت میں شامل ہونے کی اجازت ہے مگر ساتھ ہی یہ فتویٰ بھی صادر فرمایا کہ فجر کی سنتیں اب طلوع آفتاب کے بعد پڑھنا ہوں گی۔ قارئین کرام یہ تمام تاویلات اور قیاس آرائیاں ہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علماء احناف کو قرآن مجید و سنت نبوی پر عمل کرنے اور کرنے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے محض اپنے مذہب سے محبت ہے اور بس۔

غلط فہمی | اس تفصیل کے لئے ذیل کی احادیث و آثار ملاحظہ فرمائیں۔

① عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلها بعد ما تظلم الشمس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو اسے چاہیے کہ سورج نکلنے کے بعد ان کو پڑھے۔

(نماز مدلل ص ۱۷۱)

② عن ابن عمر انہ صلی حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فجر کی سنتیں

رکعتی الفجر بعد الضحیٰ - چاشت کے بعد پڑھیں۔  
(حوالہ مذکور)

**جواب** | حدیث ① جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس حدیث کے سلسلہ میں جناب فیض احمد صاحب نے دھوکا دیا ہے یا ان کو دھوکا ہوا ہے۔ یہ حدیث اس آدمی کے بارے میں ہے جو آدمی سوتا رہ گیا ہو یا بھول گیا ہو یا فجر کے فرض پڑھنے کے بعد اتنا وقت ہی نہیں تھا کہ وہ فجر کی سنتیں پڑھ سکتا تو آدمی طلوع شمس کے بعد ان دو رکعتوں کو پڑھے۔ ورنہ پابندی نہیں ہے۔

حدیث کا محل کچھ اس طرح سے ہے ملاحظہ فرمائیے :-  
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

من صلی رکعة من الصبح ثم	جس شخص نے صبح کی ایک رکعت پڑھ
طلعت الشمس فليصل الصبح	لی۔ پھر آفتاب طلوع ہونا شروع ہو گیا
(رواہ الحاكم ومحمد و اقراءه الذہبی علی	اس کو چاہئے وہ صبح کی پوری نماز پڑھ
شرطہا ۲۷۲/۱)	لے۔

اس صورت میں جبکہ فجر کی ایک رکعت بھی بڑی مشکل سے مل رہی ہے تو ظاہر ہے کہ فجر کی سنتیں بعد میں ہی پڑھی جائیں گی۔ لہذا ایسے موقع پر فجر کی سنتیں طلوع آفتاب کے بعد پڑھنے کا حکم ہے جو ہمیں منظور ہے۔ مزید برآں جو صورت مندرجہ بالا حدیث میں بتائی گئی ہے کیا یہ صورت علماء احناف کو منظور ہے؟



یہی حدیث ایک اور طریق سے بھی آئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

من نسی رکعتی الفجر فليصلها      جو شخص فجر کی دو رکعت (سنت) بھول  
اذا طلعت الشمس (دعاہ الحاکم و      جائے۔ جب سورج طلوع ہو جائے تو  
محمد علی شرط الشیخین ۳۰۷/۱)      اس کو چاہئے ان دونوں رکعتوں کو پڑھ  
لے۔

مندرجہ بالا احادیث بالکل صاف ہیں۔ جناب فیض احمد صاحب کا مفروضہ  
ان کے مذہب کو سہارا نہ دے سکا۔

اثر ② جو ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ اس کی سند  
کیسی ہے یہ اثر مجمل ہے۔ اس اثر میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ فجر  
کے فرض پڑھنے کے بعد سنتوں کا وقت ہوتے ہوئے ابن عمرؓ نے طلوع آفتاب  
کے بعد سنتیں پڑھیں اور جب اس بات کی صراحت نہیں ہے تو یہ دلیل کیسے  
بن گئی؟ لہذا ابن عمرؓ کو فجر کے فرض پڑھنے کے بعد وقت نہیں ملا ہوگا تو انہوں  
نے طلوع آفتاب کے بعد فجر کی سنتیں پڑھی ہوں گی۔ اس کا یہی مطلب زیادہ  
حدیث کے قریب ہے۔

غلط فہمی | حضرت ابو درداء صحابی رضی اللہ عنہ کا عمل منقول ہے :-

(۱) انه كان يدخل المسجد      حضرت ابو درداءؓ مسجد میں تشریف لاتے  
والناس صفوف في صلاة الفجر      جب کہ لوگ صبح کی نماز کی صف بندی  
فیصلی الرکعتین فی ناحیة      کر چکے ہوتے تو آپ مسجد کے ایک کونے  
المسجد ثم یدخل ثم یدخل      میں سنتیں پڑھتے پھر لوگوں کے ساتھ

مع القوم فی الصلوة (نماز مدلل) نماز میں شامل ہوتے۔  
(۱۴۱)

(۲) عن عبد اللہ بن ابی موسیٰ قال جاءنا ابن مسعود والامام یصلی الصبح فصلی رکعتین الی ساریتہ ولہ یکن صلی رکعتی الفجر (نماز مدلل ص ۱۴۲)  
حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰ فرماتے ہیں  
حضرت عبداللہ بن مسعود ہمارے ہاں  
تشریف لائے جبکہ امام صاحب صبح  
کی نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت عبداللہ  
بن مسعود کی صبح کی سنتیں رہتی تھیں تو  
آپ نے ایک ستون کے پاس ان کو ادا  
کیا۔

(۳) اقیمت الصلوة فرکم ابن مسعود رکعتین ثم دخل مع القوم فی الصلوة۔ (نماز مدلل)  
صبح کی نماز کی اقامت کی جا چکی تھی۔  
حضرت ابن مسعود نے دو رکعت سنت  
ادا کیں۔ پھر لوگوں کے ساتھ نماز کی  
جماعت میں شریک ہوئے۔

(۴) حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-  
کنا ناتی عمر بن الخطاب قبل ان نصلی الرکعتین قبل الصبح وهو فی الصلوة فتصلی فی آخر المسجد ثم ندخل مع القوم فی صلوٰتہم (حوالہ مذکور)  
ہم (بعض اوقات) صبح کی سنتیں ادا  
کرنے سے پہلے حضرت عمر بن الخطاب  
کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ حضرت عمر  
نماز پڑھا رہے ہوتے تو ہم مسجد کے آخر  
میں سنتیں پڑھتے۔ پھر لوگوں کے ساتھ  
نماز (کی جماعت) میں شرکت کرتے۔



کنا ناتی جمع کا صیغہ دلالت کرتا ہے کہ عہد فاروقی میں یہ صورت کثرت سے پیش آتی تھی۔

**جواب اثر ①** جو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یہ اثر (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵۴/۲) پر مروی ہے مگر یہ اثر منقطع ہے۔ اس اثر کی سند میں عبید اللہ بن زیاد، ابو زیاد البکری ہے۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں :-  
لہوید رک ابوالدرداء (تہذیب) یعنی عبید اللہ نے ابوالدرداء کو نہیں پایا۔ لہذا یہ اثر منقطع ہونے کی وجہ سے ناقابل احتجاج ہے۔ ایک اور اثر (مصنف عبدالرزاق ۲/۲۴۳) پر حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے مگر وہ بھی ضعیف ہے۔

”سلیمان بن موسیٰ الاموی“ صرف صدوق ہیں (تقریب) امام ابو حاتم کہتے ہیں یہ صدوق ہے۔ اس کی بعض احادیث مضطرب ہوتی ہیں۔ امام بخاری کہتے ہیں۔ اس کے پاس منکر روایات ہیں۔ امام نسائی کہتے ہیں یہ سمجھ دار عاقل ہے مگر لیس بالقوی فی الحدیث۔ مزید برآں آخری عمر میں کچھ حافظہ بگڑ گیا تھا (تہذیب التہذیب) دوسری بات جو اس اثر کو مزید ضعیف بناتی ہے وہ ہے ”بلغنا“ یعنی ہمیں پہنچا ہے۔ یہ نامعلوم پہنچانے والا کون ہے؟ الغرض یہ اثر بھی محمول ہے۔

**اثر ②** جو حضرت ابن مسعود سے مروی ہے۔ اس اثر کو روایت کرنے والے عبداللہ بن ابی موسیٰ ہیں۔ اس اثر میں دو علیتیں ہیں :-

(۱) عبداللہ بن ابی موسیٰ کون ہیں معلوم نہیں۔

(۲) عمرو بن عبداللہ، ابواسحق السبیعی ”ان کا آخری عمر میں حافظہ بگڑ

گیا تھا معلوم نہیں کس حالت میں اس اثر کو روایت کیا ہے۔ لہذا یہ اثر بھی ضعیف ہے۔

اثر (۳) یہ بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے۔ اس اثر کی سند میں بھی عمرو بن عبد اللہ، ابواسحاق السبئی موجود ہیں۔ لہذا مندرجہ بالا علت کی وجہ سے یہ بھی ضعیف ہے۔ مزید برآں حارث بن مغرب متکلم فیہ میں (تہذیب) (میزان الاعتدال)

اثر (۴) جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے جس کو حضرت ابو عثمان جن کا نام عبد الرحمن بن مل ہے روایت کر رہے ہیں یہ بھی ضعیف ہے۔ جعفر بن میمون ابو علی ضعیف ہے (تہذیب) امام ابو عثمان النہدی مرفوعاً کیا بیان کر رہے ہیں ذرا ملاحظہ فرمائیے :-

ان النبی صلی اللہ علیہ و  
سلم، رأی رجلاً یصلی رکعتین  
وقد اقيمت صلاة الفجر،  
فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
ایتھما صلاتک؟ التي صلیت  
وحدک۔ امر التي صلیت معنا؛  
(مصنف عبد الرزاق ۲/ ۴۴۰ و صحیح  
مسلم من طریق حماد عن عاصم عن عبد اللہ  
بن سرجس مرفوعاً)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو  
دیکھا کہ فجر کی نماز کی اقامت ہو گئی ہے  
اور وہ دو رکعت نماز (سنت) پڑھ رہا  
ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :  
تیری (فجر) کی کونسی نماز شمار کی جائے  
جو تو نے اکیلے پڑھی وہ یا جو تو نے  
ہمارے ساتھ پڑھی وہ؟

ابو عثمان النہدی کا مرفوعاً بیان کرنا زیادہ قرین حدیث ہے اور یہی



صحیح ہے۔ ایک اور اثر ابن عمرؓ سے مصنف ابن ابی شیبہ میں مروی ہے وہ بھی ضعیف ہے۔ "ان ابن عمر کان یدخل فی الصلوة تاسرة و اخری یصلیہا فی جانب المسجد" اخرجہ عن وکیع عن دلاہ عن صالح عن وبرة عنہ۔ دہم بن صالح الکندی الکوفی ضعیف ہے۔ یحییٰ بن معین ضعیف اور ابن حبان نے منکر الحدیث کہا ہے (تہذیب التہذیب) اسی طرح جتنے بھی اقوال تابعین پیش کئے جاتے ہیں وہ تمام ناقابل احتجاج ہیں چاہے وہ امام حسن البصری روایت کر رہے ہوں یا مسروق۔ ہم تو دلدادہ ہیں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ یہی وجہ ہے کہ سنت پر تو صرف جماعت المسلمین ہی عمل کرتی ہے۔ درج ذیل احادیث کی روشنی میں اندازہ کیجئے کہ اس مسئلہ کو کس قدر بگاڑا گیا ہے۔ اب ہم سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دلیل دیتے ہیں کہ جب فرض نماز کی اقامت ہو جائے یا فرض نماز کھڑی ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ یا جس نماز کی اقامت ہو گئی ہے بس وہی نماز ہوتی ہے۔

اقامت ہونے کے بعد کوئی نماز نہیں ہوتی سوائے فرض نماز کے | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے :-

① اذا اقيمت الصلوة فلا صلاة الا المكتوبة (صحیح مسلم) جب نماز کی اقامت ہو جائے تو فرض کے علاوہ کوئی اور نماز نہیں ہوتی۔

اور مسند احمد میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ :-

② فلا صلوة الا التي اقيمت (رداہ احمد و سندہ حسن و فتح الباری) جس (نماز) کی اقامت کدی گئی ہے پھر اور نماز نہیں ہوتی۔

(۳) مسلم بن خالد نے عمرو بن دینار سے اس حدیث میں یہ الفاظ زیادہ بیان کئے ہیں۔

قیل یا رسول اللہ ولا رکعتی  
الفجر قال ولا رکعتی الفجر  
(رواہ ابن عدی وسندہ حسن فتح الباری  
۱۴۹/۲)

کہا گیا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ  
علیہ وسلم) فجر کی دو رکعت (سنت)  
بھی نہیں پڑھ سکتے؟ آپ نے فرمایا فجر  
کی دو رکعت سنت بھی نہیں پڑھ سکتے۔

اگرچہ فجر کی سنتوں کی بڑی اہمیت ہے، ان کی اہمیت اور فضیلت  
اپنی جگہ پر مستلزم ہے۔ اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت  
ہونے کے بعد فجر کی سنتوں کی اجازت نہیں دی۔

(۴) حضرت مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

اقیمت الصلوة الصبح فقام  
رجل یصلی الرکتین فلما صلی  
النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
لاث الناس حوله فقال رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
للذی صلی الرکتین اتصلی  
الصبح اربعا (رواہ ابن ابی شیبہ  
وسندہ صحیح)

صبح کی نماز کی اقامت ہو گئی تھی اور ایک  
شخص کھڑا ہوا (اور) دو رکعت (سنت)  
فجر (پڑھنے لگا۔ پھر جب رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھادی  
لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے  
فرمایا جس نے دو رکعت نماز پڑھی تھی کیا  
تو صبح کی چار رکعت (فرض) پڑھتا ہے؟

اور صحیح بخاری میں یہ حدیث اس طرح آئی ہے۔ حضرت مالک بن بحینہ رضی  
کہتے ہیں :-



ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔  
 وسلم ساری رجلا وقد اقيمت  
 الصلوة يصلي ركعتين فلما  
 انصرف رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم لا ثبہ الناس  
 وقال رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم الصبح اربعاً  
 الصبح اربعاً۔  
 (صحیح بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک  
 شخص کو دیکھا کہ وہ دو رکعت (سنت  
 فجر) نماز پڑھ رہا ہے اور نماز کی اقامت  
 ہو گئی ہے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے سلام پھیر دیا تو رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم (اس شخص کے قریب  
 گئے) اور لوگوں نے بھی اس شخص کو گھیر  
 لیا، آپ نے فرمایا کیا صبح کی چار رکعت  
 (فرض) ہیں کیا صبح کی چار رکعت (فرض)  
 ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب بالکل صاف اور واضح ہے کہ کیا  
 تو نے فجر کی سنتوں کو اتنی اہمیت دے دی ہے کہ ان کا رتبہ فرض کے برابر  
 کر دیا ہے جب فرض نماز کی اقامت ہو گئی تھی تو پھر سنت فجر پڑھنے کی کیا  
 ضرورت تھی۔ ان کی ادائیگی بعد میں بھی ہو سکتی تھی۔ صحیح مسلم میں یہ الفاظ آئے  
 ہیں۔

مربرجل وقد اقيمت الصلوة  
 الصبح فكله بشي ولا نذري  
 ما هو؟ فلما انصرفنا ادطنا  
 به نقول ماذا قال لك رسول  
 الله صلی الله عليه وسلم؟ قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص  
 کے پاس سے گزرے۔ وہ نماز پڑھ  
 رہا تھا اور صبح کی نماز کی اقامت کہی  
 گئی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے اس شخص سے کچھ کہا ہم نہیں سمجھ سکے

قال لی یوشک احدکم ان  
یصلی الصبح اربعاً.  
(صحیح مسلم)

آپ نے کیا کہا؟ پھر جب ہم نے سلام  
پھیر دیا تو ہم نے اس شخص کو گھیر لیا ہم  
نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے تجھ سے کیا بات کہی تھی؟ اس شخص  
نے کہا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ قریب  
ہے کہ تم میں سے کوئی صبح کی چار رکعت  
نماز (فرض) پڑھے۔

امام احمدؒ اور طحاویؒ نے دوسرے طریق سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں :-  
اذا اقيمت الصلاة فلا صلاة  
الا التي اقيمت (فتح الباری)  
جب فرض نماز کی اقامت ہو جائے پھر  
کوئی نماز نہیں ہوتی سوائے اس نماز  
کے جس کی اقامت ہو گئی۔

⑤ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-  
كنت اصيلي واخذ المؤذن  
في الاقامة ، فحذ بنی النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم وقال  
أتصلی الصبح اربعاً (رواہ ابن  
ابی خزیمہ والبخاری والمسلم وسنده  
حسن فتح الباری)  
میں نماز (فجر کی دو رکعت سنت )  
پڑھنے کھڑا ہوا تھا اور مؤذن اقامت  
کنے لگا بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے  
(جلدی سے) پکڑ لیا اور فرمایا کیا تم صبح  
کی چار رکعت (فرض) پڑھنا چاہتے ہو؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک استفہام انکاری ہے  
یعنی سوال کیا اور اسی میں نفی فرمادی کہ ایسا مت کرو۔ بتائیے رسول اللہ صلی



اللہ علیہ وسلم تو منع فرما رہے ہیں اور جناب فیض احمد صاحب تاویلین پیش کر رہے ہیں۔

④ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

اقیم صلوٰۃ الصبح ، فقام  
رجل یصلی الرکعتین فحذب  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و  
سلم بثوبہ وقال اتصلی  
الصبح اربعاً رواہ ابن ابی شیبہ  
وسندہ صحیح متصل (۲/۲۵۲)

صبح کی نماز کی اقامت ہو گئی اور ایک  
شخص کھڑا ہوا دو رکعت (سنت فجر)  
پڑھنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے اس شخص کا پیرا پیرا کر (اپنی طرف)  
کھینچا اور فرمایا کیا تو صبح کی چار رکعت  
(فرض) پڑھنا چاہتا ہے۔

قارئین کرام یہ وہ حقائق ہیں جن کا کوئی انکار نہیں کر سکتا مگر وہی شخص  
ان حقائق کا انکار کرے گا جس کی شامت آئی ہو۔

⑤ حضرت عبداللہ بن مرجم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

دخل رجل المسجد ورسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی  
صلوٰۃ الغداة فصلی رکعتین  
فی جانب المسجد ثم دخل  
مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم قال یا فلان بأتی  
الصلا تین اعتدت الصلاک  
وحدک ام بصلاک معنا؟

ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اس حال  
میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
صبح کی نماز میں مشغول تھے۔ اس شخص  
نے مسجد کے ایک جانب نماز پڑھی یعنی  
(فجر کی دو رکعت سنت پڑھیں) اور پھر  
وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے ساتھ فجر میں شامل ہو گیا پھر جب  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام

(صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین و قمرھا  
باب الجمع بین الصلاتین فی الحضر)  
بھیرا۔ آپ نے فرمایا اے فلاں کو کسی  
نماز تم ہمارے ساتھ شمار کرو گے جو تم  
نے اکیلے پڑھی یا جو تم نے ہمارے ساتھ  
پڑھی؟

یہ حدیث اس مسئلہ میں کتنی واضح اور صاف ہے کہ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے اقامت ہونے کے بعد اور نماز کھڑی ہو جانے کے بعد  
اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دی کہ مسجد کے کسی کو نے میں نماز فجر کی دو رکعت  
سنت پڑھ کر پھر وہ نماز باجماعت میں شامل ہو جائے۔ بلکہ آپ نے یہ فرمایا  
کہ کوئی دو نمازوں میں سے ہمارے ساتھ نماز شمار کرے یعنی تمہاری ایک  
ہی نماز ہوئی۔ جناب فیض احمد صاحب اس حدیث کی آپ کیا تاویل کریں گے؟

(۸) ان عمرہ ای رجلاً یصلی  
رکعتین والمؤذن یقیو فانتهرہ  
وقال لا صلوة والمؤذن یقیم  
الا الصلوة التي تقام لها  
الصلوة (رواہ ابن ابی شیبہ  
۷۷/۲ سندہ صحیح)

حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ  
مؤذن اقامت کہہ رہا ہے اور وہ دو  
رکعت نماز پڑھنا چاہتا ہے حضرت  
عمرؓ نے اس شخص کو دھمکایا اور کہا  
جب مؤذن اقامت کہہ رہا ہو تو کوئی  
نماز نہیں ہوتی سوائے اس نماز کے  
جس کی اقامت کہہ دی گئی ہے۔

(۹) ان ابن عمر ای رجلاً  
یصلی والمؤذن یقیو فقال  
أتصلی الصبح اسبعاً مصنف

حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا  
کہ مؤذن اقامت کہہ رہا ہے اور وہ  
نماز (دو رکعت) پڑھنا چاہتا ہے،



عبدالرزاق ۴۲/۲ (سندہ صحیح) ابن عمرؓ نے کہا کیا تو صبح کی چار رکعت (فرض) پڑھنے کا خواہاں ہے۔

⑩ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة الا المكتوبة (رواہ ابن ابی شیبہ) جب نماز کی اقامت ہو جائے پھر سوائے فرض نماز کے اور کوئی نماز نہیں ہوتی۔ (سندہ صحیح)

⑪ حضرت محمد بن علی بن حسین ابن ابی طالب کہتے ہیں :-

دخل النبي صلى الله عليه وسلم المسجد واخذ بلال في الإقامة فقام ابن بحينة يصلي ركعتين فضرب النبي صلى الله عليه وسلم منكبيه وقال يا ابن القشب تصلي الصبح أربعاً؟ (رواہ ابن ابی شیبہ ۲۵۳/۲ ومصنف عبدالرزاق ۴۲/۲ (سندہ حسن) ہو؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے اور حضرت بلالؓ اقامت کہنے لگے۔ ابن بحینہ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن بحینہ کے کندھے پر مارا اور فرمایا ابن قشب کیا صبح کی چار رکعت پڑھنے کے خواہاں ہو؟

⑫ حضرت سوید بن غفلہ کہتے ہیں :-

كان عمر بن الخطاب يضرب على الصلاة بعد الإقامة (مصنف عبدالرزاق ۴۲/۲ (سندہ صحیح) حضرت عمرؓ بن الخطاب (اس شخص کو جو) اقامت ہونے کے بعد نماز پڑھنے کی کوشش کرتا اس شخص کو مارا کرتے تھے۔

⑬ مسلم بن عقیلؓ سے مروی ہے :-

يقول للناس وهو يصلون  
وقد اقيمت الصلاة ويلكم  
لا صلاة اذا اقيمت الصلاة  
(مصنف عبد الرزاق ۲/۲۳۶ وسنده صحيح)

مسلم بن عقیل لوگوں سے کہا کرتے تھے  
اس حال میں کہ لوگ نماز میں ہوتے کہ  
تمہاری خرابی ہو جب (فرض) نماز کی  
اقامت ہو جائے پھر کوئی نماز نہیں  
ہوتی۔

⑭ حضرت سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے :-

انه رأى رجلاً يصلى عند  
اقامة العصر قال يسرك  
ان يقال صلى ابن فلانة شيئاً  
قال فذكرت ذلك لابراهيم  
فقال كانت نكراً للصلاة  
مع الاقامة (رواه ابن ابى  
شيبه ۲/۷۷ وسنده صحيح)

حضرت سعید بن جبیر نے عصر کی اقامت  
کے وقت ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز  
پڑھنا چاہتا ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا  
تجھے یہ بات خوش کرے گی کہ کہا جائے  
ابن فلاں نے چھ رکعت (عصر) کی  
پڑھیں۔ فضیل کہتے ہیں میں نے اس  
بات کا ذکر ابراہیم نخعی سے کیا، ابراہیم  
نے کہا کہ اقامت ہو جانے کے بعد نماز  
مکررہ سمجھی جاتی ہے۔

⑮ عطاء بن ابی رباحؓ کہتے ہیں :-

اذا كنت في المسجد واقمت  
الصلاة فلا تركم (رواه ابن ابى  
شيبه وسنده صحيح)

جب تو مسجد میں ہو اور نماز کی اقامت  
ہو گئی ہو پھر کوئی نماز نہ پڑھ سولے  
(فرض) نماز کے۔



قارئین کرام یہ وہ براہین و دلائل ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے صحیح اسناد سے ثابت شدہ ہیں۔ ان دلائل و براہین کا وہی انکار کر سکتا ہے جو اپنے مذہب کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہو، جو شخص سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سچا دلدادہ ہو وہ ان کے خلاف نہیں کرے گا۔ جناب فیض احمد صاحب کو مذہب کی زنجیروں سے پھٹکارہ حاصل کرنا چاہیے اور دین اسلام سے منسلک ہو جانا چاہیے۔ الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اس بات کی وضاحت فرمادی ہے کہ اقامت ہو جانے کے بعد کوئی اور نماز نہیں ہوتی سوائے اس نماز کے جس کی اقامت ہو گئی ہے۔ اسی سنت نبوی کو صحابہ کرام زندہ کرتے رہے جن کے دلائل ہم اوپر دے آئے ہیں۔ اب اگر ائمہ احناف اقامت کے بعد (فجر کی سنت پڑھنے کی اجازت قیاس و اجتہاد کر کے دیتے ہیں تو وہ لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں اور ان کی نمازوں کو باطل بنا رہے ہیں۔ مزید برآں یہی وہ احادیث نبوی ہیں جو حنفی مذہب سے متصادم ہیں اگرچہ امام ابو حنیفہؒ کا اس مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بعد کے لوگوں نے بنایا ہے۔

**فجر کی سنتیں طلوع آفتاب سے پہلے پڑھی جائیں یا بعد میں**

قارئین کرام اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر فجر کی سنتیں رہ جائیں تو ان کی قضا طلوع آفتاب کے بعد کی جائے یا طلوع آفتاب سے پہلے۔ الحمد للہ یہ چیز بھی احادیث نبوی میں بدرجہ اتم موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع آفتاب سے پہلے اگر وقت ہو تو فجر کی سنتیں پڑھ لینے کی اجازت دی ہے۔ احادیث نبوی ملاحظہ فرمائیے :-

① حضرت قیس بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو دیکھا کہ صبح کی نماز کے بعد دو رکعت (سنت فجر) پڑھ رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کی دو رکعت نماز فرض ہے۔ اس شخص نے کہا میں نے صبح کے فرضوں سے پہلے کی دو رکعت (سنت فجر) نہیں پڑھی تھیں اب میں ان دو رکعتوں کو پڑھ رہا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس بات پر سکوت فرمایا۔

رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً یصلی بعد صلوۃ الصبح رکعتین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ الصبح رکعتین فقال الرجل انی لو اکن صلیت الی رکعتین اللتین قبلہا فصلیتہا الان فسکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رواہ ابن ابی شیبہ وابن خزیمہ وسندہ صحیح)

② حضرت عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں :-

ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کر لی تو وہ شخص کھڑا ہوا اور اس نے دو رکعت نماز پڑھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دو رکعت کونسی ہیں؟ اس شخص نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا اور آپ نماز

ان رجلاً صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ الصبح فلما قضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصلوۃ قام الرجل فصلی الی رکعتین، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما هاتان الی رکعتان فقال یا رسول اللہ جئت وانت فی الصلوۃ ولم



اكن صليت الركعتين قبل الفجر  
فكرهت ان اصليهما وانت  
تصلی فلما قضيت الصلوة  
قمت فصليت الصلوة فضحك  
رسول الله صلى الله عليه  
وسلم ولم يأمره ولم ينهه  
(رواه ابن ابی شیبہ ۲/۲۵۲ وسندہ  
صحیح)

میں مشغول تھے۔ میں نے فجر سے پہلے کی  
دو رکعت (سنت) نہیں پڑھی تھیں،  
میں نے برا سمجھا کہ میں ان دونوں رکعتوں  
کو پڑھوں اور آپ نماز (فرض) پڑھا  
رہے ہوں۔ پھر جب میں نے (آپ  
کے ساتھ) نماز پوری کر لی میں کھڑا ہوا  
اور میں نے (سنت فجر) پڑھ لیں۔ یہ  
وہ دو رکعت ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم ہنس دئے نہ آپ نے کوئی  
حکم دیا اور نہ منع فرمایا۔

یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ میں مرسل صحیح ہے۔ لیکن اس حدیث کو  
علامہ ابن حزم نے "المحلی" میں مرفوعاً روایت کیلئے یعنی عن الحسن بن  
ذکوان عن ابن ابی ربیع عن رجل من الانصار..... قال العراقي اسنادہ  
حسن (نیل الاوطار ۳/۲۸۶) یعنی عراقی نے اس حدیث کی سند کو حسن کہا  
ہے۔ "رجل" سے مراد قیس بن عمر رضی اللہ عنہ بھی ہو سکتے ہیں اور کوئی صحابی بھی  
ہو سکتے ہیں اور صحابی کی جمالت میوب نہیں ہوتی۔

(۳) حضرت مسیح بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے عطاء ابن ابی ربیع  
کو دیکھا کہ وہ بھی ایسا ہی کرتے تھے یعنی اگر طلوع آفتاب سے پہلے فجر کی  
سنتیں رہ گئی ہیں تو وہ ان کو پڑھ لیا کرتے تھے (رواہ ابن ابی شیبہ وسندہ  
صحیح)۔

④ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں عطیہ بن قیس کلائی کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے فضا ہما حین سلم الامام (رواہ ابن ابی شیبہ ۲/۲۵۵ وسندہ صحیح) یعنی جس وقت امام سلام پھیر دیتا تو ابن عمر ان دونوں رکعتوں کو پڑھ لیا کرتے تھے۔

⑤ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں :-

اذا فاتتہ رکعتان الفجر جب فجر کی دو رکعت (سنت) فوت صلاھا بعد صلوٰۃ الفجر۔ ہو جائیں تو ان کو فجر کے فرضوں کے بعد (رواہ ابن ابی شیبہ وسندہ حسن) ادا کر لو۔

ان دلائل کی رو سے اگر فجر کے فرضوں کے بعد وقت ہے تو سنت کی قضا اسی وقت کر لی جائے اور اگر وقت نہیں ہے تو سنت کی قضا سورج طلوع ہونے کے بعد کی جائے۔ مزید برآں رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ”نہی عن الصلوٰۃ بعد الفجر حتی تطلع الشمس وعن الصلوٰۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس“ (رواہ الترمذی وسندہ صحیح) یعنی آپ نے منع فرمایا ہے نماز فجر کے بعد (نوافل سے) یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے اور نماز عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک کا مطلب یہ ہے کہ فجر کی نماز کے بعد دوسرے نوافل نہ پڑھے جائیں اور اسی طرح بعد نماز عصر دوسرے نوافل نہ پڑھے جائیں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق فجر کی دو رکعت سنت جب فوت ہو جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پڑھ لینے کی اجازت دی ہے۔ کیونکہ فجر کی سنت فجر کی نماز کا ہی حصہ ہے



ان دور کعبوں کو فجر کی نماز سے باہر نہ کیا جائے۔

جناب فیض احمد صاحب کا یہ کہنا کہ ”عبد فاروقی میں یہ صورت بہت کثرت سے پیش آتی تھی“ یہ بات صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ابو عثمان اس بات کی نفی کر رہے ہیں اور ویسے بھی یہ اثر ضعیف ہے۔ جس کی وضاحت ہم اوپر کر گئے ہیں۔

غلط فہمی | اس کے بعد حسب معمول وفی الباب کے تحت ۱۸ صحابہ کرام کے نام لکھے ہیں جن سے فجر و عصر کے بعد ممانعت نماز کی حدیثیں مروی ہیں۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں :- وفی الباب عن علی وابن مسعود ..... (نماز مدلل ص ۷۵) جواب | اس کا جواب ہم نے اوپر نقل کر دیا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

#### ( ۱۶۵ ) وضع الیمین علی الشمال

( ۱ ) حدثنا أبو بکر قال: حدثنا زيد بن حباب قال: حدثنا معاوية بن صالح قال: حدثني يونس بن سيف العنسي عن الحارث بن غطيف أو غطيف بن الحارث الكندي عن معاوية قال: مها رأيت نبت لم أنس أني رأيت رسول الله ﷺ وضع يده اليمنى على اليسرى يعني في الصلاة.

( ۲ ) حدثنا تميم بن مسكان عن سفيان عن سفيان عن قبيصة بن حبيب عن أبيه قال: رأيت النبي ﷺ واضعاً يمينه على شماله في الصلاة.

( ۳ ) حدثنا ابن إدريس عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن خنجر قال: رأيت رسول الله ﷺ حين كبر أخذ بشماله بيمينه.

( ۳/۱۶۵ ) أرمنا قبل الطهور بدل لسان وهي نطوع نفس.

مندرجہ بالا خط کشیدہ الفاظ قابل غور ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## جماعتِ مسلمین کی دعوت

ہمارا حاکم صرف ایک یعنی : اللہ تبارک و تعالیٰ .. اللہ کے سوا کوئی نہیں  
ہمارا امام صرف ایک یعنی : محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم .. فرقہ وارانہ امام نہیں  
ہمارا دین صرف ایک یعنی : اللہ کا پسند کردہ دین اسلام .. فرقہ وارانہ مذہب نہیں  
ہمارا نام صرف ایک یعنی : اللہ کا رکھا ہوا نام مسلمین .. فرقہ وارانہ نام نہیں  
بنیائیت صرف ایک یعنی : اللہ تعالیٰ سے تعلق .. دنیوی تعلقات نہیں  
وجہ افتخار صرف ایک یعنی : ایمان باللہ العظیم .. وطن اور زبان نہیں

اگر آپ ہماری اس دعوت سے متفق  
ہیں تو ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔  
تعارفی پمفلٹ مفت طلب فرمائیں۔

جماعتِ مسلمین

مسجدِ مسلمین۔ کوثر نیازی کالونی۔ نارتھ ناظم آباد، بلاک جی، کراچی ۳۳



# تفسیر قرآن عزیز

مرتبہ: مسعود احمد امیر جماعت المسلمین

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، یہ کلام اپنی مثال آپ ہے۔ جس طرح بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا اسی طرح بذریعہ وحی اس کی تشریح اور تفسیر بھی نازل فرمائی جو یا تو خود قرآن مجید میں ملے گی یا صاحب قرآن کی

زبان مبارک سے، چونکہ قرآن مجید منزل من اللہ ہے لہذا اس کی تشریح اور تفسیر بھی وہی قابل عمل اور قابل قبول ہوگی جو منزل من اللہ ہو اور وہ ہے حدیث نبوی۔ اسی بنیاد پر یہ تفسیر مندرجہ ذیل امتیازی اوصاف کی حامل ہے۔ ایک مسلم کی نجات کے لئے چونکہ علم و عمل لازم و ملزوم ہے لہذا تفسیر ہذا میں علم و عمل کو یکساں اہمیت دی گئی ہے۔ عموماً تفاسیر میں اس بات کا لحاظ نہیں رکھا جاتا کہ تفسیر میں جو حدیث نقل کی جا رہی ہے وہ سنداً صحیح بھی ہے یا نہیں۔ یہ تفسیر ضعیف حدیث تو کجا حسن حدیث سے بھی معز ہے اس میں صرف صحیح احادیث کو نقل کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ قرآن مجید کی صحیح ترین تفسیر ہے۔

مسائل اور احکام کی پوری عملی تشریح و توضیح سے تمام تفاسیر خالی ہیں۔ اس تفسیر میں جس جگہ قرآن مجید کے جس حکم کی تشریح کی گئی ہے وہاں اس کی عملی تفسیر بھی بیان کر دی گئی ہے اگر کسی خاص وجہ سے اس جگہ بیان نہیں کی تو کسی دوسری جگہ اس کو تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے اور اس دوسری جگہ کا حوالہ بھی نقل کر دیا گیا ہے۔ الغرض اگر ہر جگہ نہیں تو کسی ایک جگہ مناسب مقام پر کسی خاص مسئلہ کو پوری عملی تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے مثلاً طلاق کا ذکر آگیا ہے تو طلاق کے تمام مسائل بیان کر دئے ہیں۔ قرض کا مسئلہ آگیا ہے تو قرض کے تمام احکام بیان کر دئے ہیں۔ نماز کے طریقہ کا ذکر آگیا تو نماز کا پورا طریقہ بیان کر دیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ اسی طرح اگر کسی چیز کی اہمیت اور فضیلت کا ذکر آگیا ہے تو اسی جگہ اس کی فضیلت اور اہمیت میں جتنی احادیث ملی ہیں ان کو بیان کر دیا گیا ہے اور یہی اس تفسیر کا ایک امتیازی وصف ہے۔

اس تفسیر میں قرآن مجید کی تعلیمات پر جن کے متعلق صحیح معلومات نہیں مل سکیں کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی مثلاً ہاروت ماروت پر کوئی بحث نہیں کی گئی۔ اس بات کی بھی کوئی کوشش نہیں کی گئی کہ اس فرعون کا نام معلوم کریں جو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تھا۔ اس بات کی وضاحت بھی نہیں کی گئی کہ وہ لوگ کون تھے جو اپنے گھروں کو چھوڑ کر نکلے ان کو اللہ نے مار دیا اور بچر زندہ کر دیا۔ اول تو ان بخوش سے، ہمارے عمل کا کوئی تعلق نہیں۔ البتہ ان تعلیمات کا جو پہلو عبرت انگیز تھا اس کو بیان کر دیا گیا ہے اور بے فائدہ باتوں کو کلیۃً نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

اس تفسیر میں کسی مسلک، مکتب فکر اور فرقہ کی تعلیمات کا پرچار نہیں کیا گیا۔ اس میں صرف خالص اسلام کی نشاندہی کی گئی ہے۔ یہ تفسیر علماء اور عامۃ المسلمین کے لئے یکساں مفید ہے اور یہ بھی اس کا ایک اعزاز ہے۔

مرکزی مسجد المسلمین گیلان آباد کھوکھرا پارہ ۲۔ کراچی۔

فون نمبر ۴۰۷۲۲

## جماعت المسلمین



# تفہیم الاسلام

یہ کتاب ڈاکٹر غلام جیلانی برقی کی کتاب "دوا اسلام" کا محققانہ جواب ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد برقی صاحب اپنے گمراہ کن نظریات کا ثبوت ہو گئے۔ علم کے سمندر کی جو سیر کرنا چاہتا ہے اس کے لئے یہ ایک نہایت دلچسپ کتاب ہے۔

اسلام تو ایک ہے مگر ہر فرقہ نے اپنا الگ اسلام بنالیا ہے بلکہ ہر شخص اسلام کے متعلق اپنی الگ رائے رکھتا ہے، دوسرے سے اپنا الگ نظریہ رکھتا ہے اور اپنے آپ کو برحق سمجھتا ہے۔

ایک جنگل میں سب اندھے تھے۔ ان میں آنکھوں والا ایک ہی تھا۔ اس نے کہا آؤ اس ہاتھی کو پہچانو اور بتاؤ کیسا ہے۔ سب اندھوں نے ہاتھی کو ہاتھ لگایا۔ سب نے دعویٰ کیا کہ وہ ہاتھی کو پہچان گئے جس نے پاؤں کو چھوا اس نے دعویٰ کیا کہ ہاتھی درخت جیسا ہے، جس نے دم کو چھوا اس کا دعویٰ تھا کہ ہاتھی رسی جیسا ہے۔

اندھے حق پر نہیں تھے۔ یہی حال ہم سب کا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے، رسول ایک ہے مگر سنتیں سب کی الگ الگ ہیں۔ اسلام سب کا الگ الگ ہے۔

ہم سب اندھے ہیں۔ ہم قرآن مجید کو پڑھتے ہیں، اس کو چھوتے ہیں مگر اس کو سمجھنے کی ہم میں بصیرت نہیں۔ ہم کو فرصت نہیں۔ پھر بھی ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم سب اپنی اپنی جگہ برحق ہیں۔ ہم سب ستاروں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں۔

حق تو ایک ہے۔ اتنے سارے حق کہاں سے آگئے۔ اتنے سارے اسلام کہاں سے آگئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سب نے اپنے اپنے نفس اور اپنی مرضی کو اپنا الہ بنالیا ہے۔ سب نے اپنی اپنی سنتیں اور طریقے الگ بنائے ہیں۔ سب کی اپنی اپنی کتابیں اور کھاتے ہیں مگر ایک اللہ کا تو یہی پیغام ہے "اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو" مگر سب اپنی اپنی رسی کو اللہ کی رسی سمجھتے ہیں۔ مؤلفہ :- مسعود احمد صاحب، امیر جماعت المسلمین

## جماعت المسلمین



# منہاج المسلمین

- دین اسلام اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں محفوظ ہے۔
- یہ کتاب اسلامی احکامات کا انسائیکلو پیڈیا ہے (یعنی پیدائش سے موت تک مسلمان کو پیش آنے والے احکامات قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ماخوذ ہیں)۔
- ہر حکم کے نیچے حاشیہ میں ثبوت کے طور پر آیت اور صحیح حدیث کا عربی متن اور اس کا مآخذ بھی درج کر دیا گیا ہے۔
- جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم اور طریقہ ثابت نہیں وہاں اللہ کے دین کی حدیں ختم ہو جاتی ہیں اور دنیاوی احکام کی حدیں شروع ہو جاتی ہیں۔
- کسی بھی انسان کا دیا ہوا حکم یا رائے دین نہیں بن سکتی۔
- اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین میں کسی انسان کو ترمیم یا تبدیلی کرنے کا اختیار حاصل نہیں۔
- اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین اسلام میں قیامت تک کوئی تبدیلی یا ترمیم نہیں ہو سکتی۔
- دین اسلام کے خلاف یا مساوی جو فتویٰ یا مسلک ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور قہر کا مستحق ہو گا۔
- اللہ تعالیٰ خالص دین کو پسند کرتا ہے، وہ بنا سستی دین یا مسلک کو رد کر دے گا۔
- دین خالص کے متلاشی کو دین قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں ملے گا۔
- منہاج المسلمین آپ کو صراط مستقیم بتا دے گی۔ مؤلفہ: مسعود احمد صاحب  
امیر جماعت المسلمین

## جماعت المسلمین

# تاریخ الاسلام و المسلمین (مختصر)

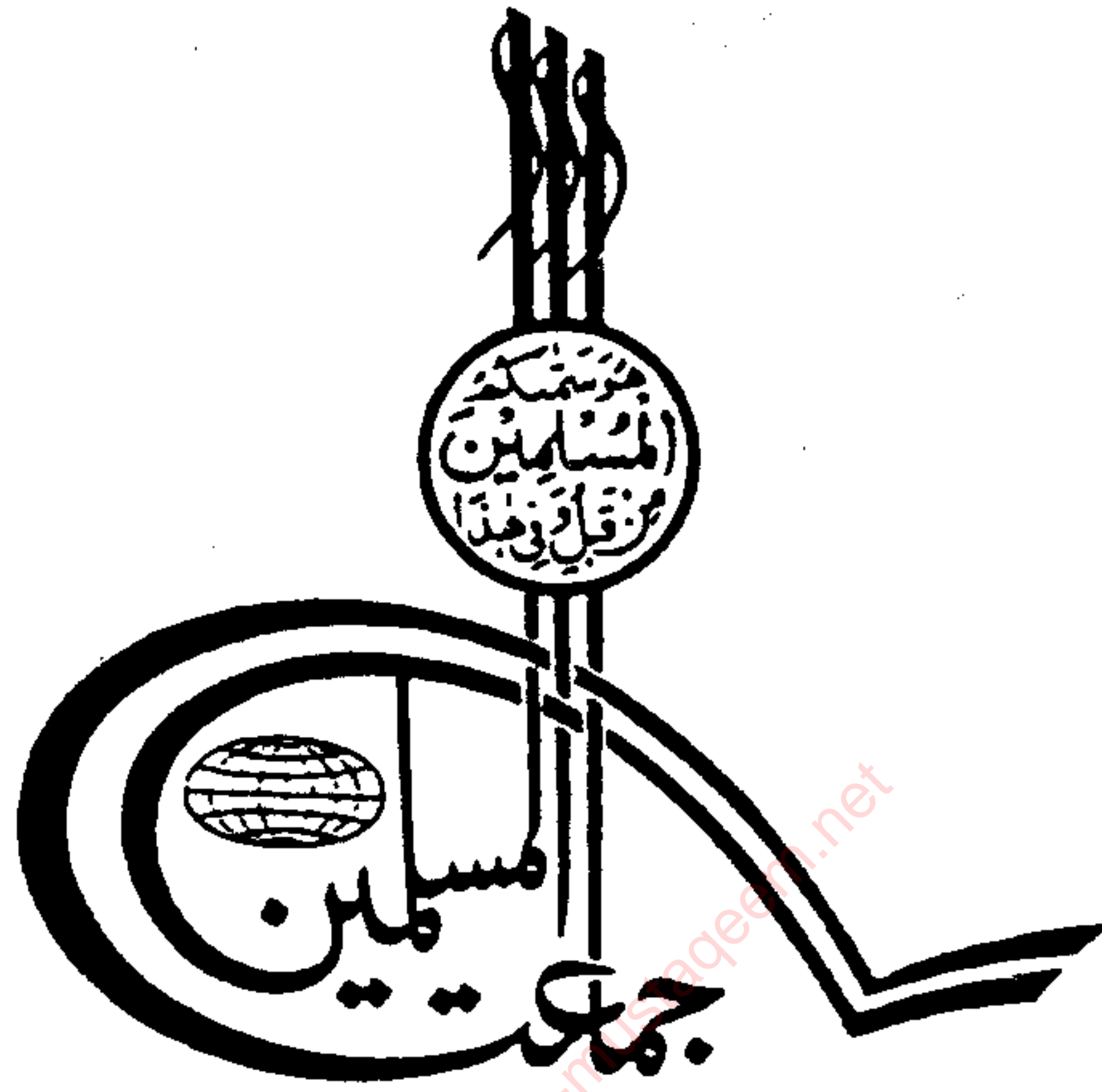
اسلام کے خلاف بہت سی سازشیں برپا ہوئیں۔ ایک سازش یہ بھی تھی کہ اسلام کی تاریخ کو مسخ کر دیا گیا۔ خود ساختہ واقعات کو رنگ آمیزی اور نمک مرچ لگا کر اس طرح پیش کیا گیا کہ پڑھنے والے اپنے اکابر کے متعلق بدظنی کا شکار ہو گئے اور جھوٹ سچ میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا۔ موجودہ زمانہ میں اسلام سے بیزار کرنے کے لئے یہ چال چلی گئی کہ ان فرضی واقعات کو تاریخی حقائق کے نام سے متعارف کرایا گیا۔ یہ سازش اتنی کارگر ہوئی کہ اکثر لوگوں کے ذہن مسموم ہو گئے اس سازش نے جو فتنے پیدا کئے وہ یہ ہیں :-

① انکارِ حدیث کے لئے فضا ساز گار ہو گئی ② جب حدیث پر سے اعتماد اٹھ گیا تو قرآن مجید کی من مانی تاویلیں کی جانے لگیں اور ③ خلافتِ راشدہ کو طوکیت میں تبدیل کرنے کا ذمہ دار صحابہ کرام کو ٹھہرایا گیا۔

یہ وہ فتنے ہیں جو ہماری غلط تاریخ کی وجہ سے وجود میں آئے۔ پہلے دور کی غلط کتب تاریخ کی بنیاد پر دوسری کتب تاریخ وجود میں آئیں۔ علماء نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں انہیں کتب تاریخ کے افسانوں کو مستند سمجھ کر پیش کیا حالانکہ ان کے باطل ہونے پر قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ شاہد ہیں۔

قرآن مجید کے بعد صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا جو درجہ ہے وہ کسی پر مخفی نہیں لیکن افسوس ہے کہ تاریخ کے سلسلے میں بھی علماء نے ان کتابوں سے بے اعتنائی کا ثبوت دیا اور تاریخ کے ان واقعات کو بھی صحیح تسلیم کر لیا جو ان صحیح ترین کتابوں سے متصادم تھے۔ ایسی حالت میں کیا ایک ایسی تاریخ کی ضرورت نہیں جو روایتاً اور درایتاً صحیح ہو؟ "تاریخ الاسلام و المسلمین" ایک مختصر تاریخ ہے، صرف قرآن مجید اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مستند احادیث سے ماخوذ ہے۔ یہ کتاب صرف تاریخ ہی نہیں بلکہ اسلام کے متعلق مفید معلومات کا ایک ذخیرہ ہے۔ اس میں توحید و رسالت قیامت اور دیگر مسائل پر سیر حاصل مواد موجود ہے۔ مؤلف :- مسعود احمد صاحب، امیر جماعت المسلمین





قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:  
تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ -  
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جماعت المسلمین اور  
اُس کے امام کو لازم پکڑنا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)